UNIVERSAL LIBRARY

دیوانِ باقر

مرتبہ

مولوی سیّد عطا حسین صاحب

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً

دیوان باقر

از

افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہ مملکت فصاحت و بلاغت و معانی سرآمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت زین المعرفت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشف اسرار خفی و جلی ملک الشعرا حضرت سید شاہ باقر علی المخاطب بہ شاہ شہید المحبت چشتی قادری فخری اصدقی المتخلص بہ باقر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ

شاگرد حضرت نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خان نظام جنگ المتخلص بہ غالب طاب اللہ تعالیٰ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہٗ

مرتب و مدوّن کردہٗ

مولوی حافظ سید عطا حسین صاحب ام، اے، سی، ای
ام، آر، اے، اس، بی۔
ناظم تعمیرات وظیفہ یاب سرکار ابد قرار سلطنت آصفیہ

کتاب کے ملنے کا پتہ (۱) خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب محلہ رمنہ ڈاکخانہ بانکی پور۔ پٹنہ۔
(۲) مولوی سید عطا حسین صاحب۔ محلہ لنگم پلی۔ حیدر آباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الرب الاکرم اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ والصلوٰۃ والسلام علی من انزل علیہ نون والقلم شفیع الامم ترجمان لسان القدم منبع العلم والحکم افصح العرب والعجم الذی اوتی جوامع الکلم سیدنا ومولانا وھادینا وشفیعنا محمد النبی المحترم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الذین ھم سفن النجات ونجوم الاھتدا فی الظلم۔

المنت للہ کہ وقت مساعد ہوا اور توفیق الٰہی رفیق حال ہوی کہ حضرت افصح الفصحا ابلغ البلغا سلطان الشعراء والدی مولانا سید باقر علی پریگہوی حنفی چشتی قادری فخری الاصدقی المتخلص بہ باقرؔ رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر کلام کو راقم الحروف عطا حسین جمع اور بصورت دیوان مرتب اور طبع کرسکا۔ یہ مقالہ چونکہ دیوان باقر کی ترتیب اور طباعت کے ضمن میں لکھا جاتا ہے اس لئے کافی ہوتا کہ صرف حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے کلام کو جمع اور دیوان کو مرتب کرنے کی کیفیت قلمبند کردی جاتی۔ مگر خیال آیا کہ اس موقع کو کام میں لاکر اون کے خاندان اور اسلاف کے حالات بھی اختصار کے ساتھ قلمبند کردئے جائیں تاکہ نہ صرف حضرت باقر قدس سرہٗ کے خاندان کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہو جائے بلکہ بمقتضائے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ شاید یہ مختصر تذکرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الرب الاکرم اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ والصّلوٰۃ والسلام علی من انزل علیہ نون والقلم شفیع الامم ترجمان لسان القدم منبع العلم والحکم افصح العرب والعجم الذی اوتی جوامع الکلم سیّدنا ومولانا وھادینا وشفیعنا محمد النّبی المحترم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ الذین ھم سفن النجات ونجوم الاھتدا فی الظلم

المنت للہ کہ وقت مساعد ہوا اور توفیق آلہی رفیق حال ہوی کہ حضرت افصح الفصحا ابلغ البلغا سلطان الشعراء والدی مولانا سید باقر علی پریگہوی حنفی چشتی قادری فخری الاصدقی المتخلص بہ باقر رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر کلام کو راقم الحروف عطا حسین جمع اور بصورت دیوان مرتب اور طبع کرسکا۔ یہ مقالہ چونکہ دیوان باقر کی ترتیب اور طباعت کے ضمن میں لکھا جاتا ہے اس لئے کافی ہوتا کہ صرف حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے کلام کو جمع اور دیوان کو مرتب کرنے کی کیفیت قلمبند کردی جاتی۔ مگر خیال آیا کہ اس موقع کو کام میں لاکر اون کے خاندان اور اسلاف کے حالات بھی اختصار کے ساتھ قلمبند کردئے جائیں تاکہ نہ صرف حضرت باقر قدس سرہٗ کے خاندان کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہوجائے بلکہ بمقتضائے لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ شاید یہ مختصر تذکرہ

اون کی اولاد و احفاد کے لئے ذریعۂ انتفاع و اعتبار اور اون کے مراحل زندگی میں مشعل ہدایت ہو سکے۔ وہ لوگ تو جا چکے اور اون کے ساتھ اون کا تمدن اور طرز معشرت اون کی تہذیب اور اون کے اخلاق سب رخصت ہو گئے۔ ممکن ہے کہ اس مختصر مقالہ کے آئینہ میں اون بزرگوں کی تہذیب اون کے اخلاق اون کی خالص اسلامی طرز معشرت اور مخلوق کے ساتھ اون کی ہمدردی اور یاد الٰہی اور اتباع سنّت نبوی میں اون کے انہماک کی جھلک نظر آئے اور اون کی اولاد و احفاد میں جو لوگ جوہر قابل رکھتے ہوں عکس پذیر ہو کر منتفع ہوں اور فلاح دارین حاصل کر سکیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ۔

موضع بیر بگہہ کا جغرافیہ اور حضرت باقر کا نسب پدری و مادری

صوبہ بہار میں گیا پٹنہ ریلوے لائین پر گیا سے چھ میل پٹنہ کی جانب چاکند نام کا ایک اسٹیشن ہے اس سے ڈیڑہ میل جانب مغرب و شمال مشایخین کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو بیر بگہہ کے نام سے مشہور ہے حضرت باقر کا اور ان کی اجداد میں پانچ پشت اوپر تک بزرگوں کا مولد و مسکن یہی قریہ رہا ہے۔ ان کا نسب پدری حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گازرونی پانی پتی سے اور نسب مادری حضرت سیدنا عبد الوہاب بن حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم غوث الثقلین سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان بزرگوں تک دونوں نسب نامے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

نسب پدری

حضرت سید شاہ باقر علی بن حضرت شاہ وارث علی[۱] بن حضرت مخدوم شاہ محب اللہ[۲] بن مخدوم شاہ ہدایت اللہ[۳] بن مخدوم شاہ رحمت اللہ[۴] بن مخدوم شاہ ماہرو[۵] (جنھوں نے پیر بگہہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ محمد[۶] بن مخدوم شاہ معروف[۷] بن مخدوم شاہ منصور[۸]

بن مخدوم برہان[9] الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں (انھوں نے قصبہ بہار سے منتقل ہو کر موضع دیورہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ برخوردار[10] بن مخدوم شاہ اسحٰق[11] بن مخدوم شاہ سلیمان[12] بن مخدوم شاہ داود[13] (پانی پت سے آکر قصبہ بہار میں سکونت پذیر ہوے)۔ بن مخدوم شاہ عبدالقدوس[14] بن مخدوم شبلی[15] بن حضرت مخدوم العارفین جلال[16] الدین محمد کبیرالاولیا گازرونی پانی پتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

نسب مادری

والدہ[1] حضرت سید شاہ باقر علی بنت حضرت میر سید عبدالقادر[2] بن میر سید عباد اللہ[3] بن میر سید نعمت اللہ[4] بن میر سید محمد باقر[5] بن میر سید محمود[6] عرف مودن بن میر سید علی[7] بن میر سید جلال[8] بن میر سید فیروز[9] بن میر سید عثمان[10] بن میر سید شمس[11] الدین عرف سید حسین جونقی بن میر سید نور الدین[12] بن میر سید ضیاء الدین[13] بن میر سید ذکی الدین[14] بن میر سید احمد[15] بن میر سید صوفی[16] بن حضرت سید عبدالوہاب[17] بن حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیرالاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ رکن الدین عبدالرحمان الکبیر علیہ الرحمہ ابو جعفر عبداللہ المنصور عباسی کے ظلم وستم کے بدولت مدینۂ منورہ میں نہ رہ سکے اور گازرون میں آکر سکونت اختیار کی۔ (ابو جعفر عبداللہ المنصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سلاطین عباسیہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ تاریخ الخلفا میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کارناموں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس یہ ہے قتل خلقا کثیرا حتی استقام ملکہ وھو الذی ضرب ابا حنیفہ رح علی القضاء ثم سجنہ فمات بعد ایام و قیل انہ قتلہ بالسم... فقتلھما (یعنی محمد و ابراہیم ابنے عبداللہ بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب)

وجماعة كثيرة من آل البيت فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ..... واذى المنصور خلقاً من العلما ممن خرج معهما او امر بالخروج قتلا وضربا وغير ذٰلك منهم ابو حنيفه وعبد الحميد بن جعفر وابن عجلان ... . وفى سنة (مائة و) ثمان وخمسين امر المنصور نائب مكه بحبس سفيان الثورى وعباد بن كثير فحبسا وتخوف الناس ان يقتلهما المنصور اذا ورد الحج فلم يوصله الله مكة سالماً بل قدم مريضا ومات وكفاهم الله شره -

ترجمہ (منصور نے) مخلوق کثیر کو قتل کیا یہاں تک کہ اُس کے ملک کو استقامت ہوئی اور اس نے قضا کے عہدہ کو قبول نہ کرنے کے سبب حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مارا اور قید کیا اور اسی قید میں انھوں نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ان کو زہر دیکر مار ڈالا ..... حضرت محمدؒ و حضرت ابراہیمؒ کو (جو حضرت عبد اللہ بن حسن بن الحسن المجتبی بن علیؑ بن ابی طالب کے بیٹے تھے) اور ان کے ساتھ اہل بیت کی جماعت کثیر کو بھی قتل کیا پس اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ .... اور ان علماء میں سے جماعت کثیر کو منصور نے قتل اور ضرب وغیرہ سے ایذا پہنچائی جنھوں نے ان دونوں (محمدؒ اور ابراہیمؒ) کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج کا فتوی دیا تھا ان میں حضرت ابو حنیفہ اور عبد الحمید بن جعفر اور ابن عجلان تھے .... اور ۱۵۸ھ میں نایب مکہ کو منصور نے حضرت سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو خوف ہوا کہ جب وہ حج کے لئے مکہ آئیگا تو ان بزرگوں کو قتل کر دیگا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ صحیح

وسلامت نہیں پہنچایا بلکہ وہ بیمار آیا اور مرگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے ان کو بچایا۔

اون کی اولاد میں پانچویں پشت میں **حضرت خواجہ قطب الدین عبد العزیز** گازرون میں بھی نہ رہ سکے اور سرخس چلے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عباسیہ کے اوائل زمانہ میں ان بزرگوں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی غالباً اسی وجہ سے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے خاندان میں اباً عن جدٍ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ حضرت عبد العزیز سرخسی کی اولاد میں کوئی شخص :-

(۱) عباسیوں میں شادی بیاہ نکرے۔

(۲) سیاہ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔

(۳) سیاہ (مشکی) رنگ کا گھوڑا سواری میں نہ رکھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین عبد العزیز سرخسی کے فرزند **حضرت خواجہ شہاب الدین عبد الرحمٰن ثانی** کو سلطان محمود غزنوی نور اللہ مضجعہ اپنے ہمراہ ہندوستان لائے اور ۴۳۰ھ میں تھانیسر فتح کرکے اون کو پانی پت کی حکومت اور قضاءت دی۔ انھوں نے پانی پت میں سکونت اختیار کی اور نواح کے ممالک کو فتح کرکے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے حالات کے ذیل میں حضرت عبد الرحمٰن[1] چشتی مرات الاسرار میں لکھتے ہیں :-

"در ملفوظات شیخ جلال دیدہ ام کہ نوشتہ اند کہ قبل از آمدن بزرگان مخدوم بولایت ہندوستان یکے از اسلاف او کہ قاضی محمد یوسف نام داشت

---

[1] حضرت عبد الرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور درویش کامل تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے استاد تھے۔ اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں ۱۰۴۵ھ میں انھوں نے اولیاء کے حالات میں ایک مبسوط کتاب مسمی بہ مرات الاسرار تصنیف کی۔

وبفضائل صوری ومعنوی در سرزمین فارس کہ عبارت از گازرون است مشہور ومعروف بود وبسیارے از مشایخ آں دیار تولا بوے داشتند وخاک آستانہ اورا سرمۂ دیدۂ خود ہا میساختند سلطان محمود بغایت اعزاز واکرام آنحضرت را ہمراہ خود آوردہ بحکومت وریاست پرگنات نواحی قنوج مامور ساختہ والآن برہماں ریاست اولاد کثیر او قیام دارند واکثرے از آں خاندان بموجب دعائے خواجہ عبداللہ خفیف رح کہ شیخ الاسلام بود بجاہ وحشمت دینی ودنیوی وبفضائل علوم صوری ومعنوی بوجود می آیند چنانچہ مشہور اند بشجاعت وسخاوت وعلوم ظاہری وباطنی۔ واز بزرگان شیخ جلال قاضی شہاب الدین (عبدالرحمٰن) نام در وقت سلطنت غوریان از گازرون آمدہ در قصبہ پانی پت سکونت اختیار نمودہ وقاضی محمد یوسف بالگرامی دوصد سال پیش از قاضی شہاب الدین مذکور بہمراہی سلطان محمود بقنوج آمدہ بحکومت قصبۂ بالگرام مامور شدہ کافران را علف تیغ بیدریغ ساختہ چراغ اسلام روشن ساختہ بود.......''

حضرت عبد الرحمٰن چشتی کی یہ روایت کہ قاضی شہاب الدین عبد الرحمٰن قاضی محمد یوسف سے دو سو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے غلط اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شہاب الدین غوری نے ۵۸۸ھ میں پرتھوی راج پر فتح پاکر ہندوستان میں سلطنت قایم کی۔ حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی ولادت ۶۴۵ھ سے دو چار سال قبل واقع ہوی اور حضرت شہاب الدین عبد الرحمٰن اون سے دسویں پشت اوپر ہیں۔ صرف پچپن یا ساٹھ سال میں دس پشتوں کا گزرنا محال ہے اس کے

علاوہ ان قدیم نسب ناموں میں جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی اولاد میں چند جگہ محفوظ ہیں بصراحت لکھا ہوا ہے کہ حضرت شہاب الدین عبد الرحمٰن کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے تھے اور نیز یہی روایت حضرت باقر کے خاندان میں اباً عن جدٍ چلی آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں بزرگوں یعنی مخدوم شہاب الدین عبد الرحمٰن اور قاضی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے۔ تھانیسر کی فتح (۴۰۲ھ) کے بعد حضرت عبد الرحمٰن کو پانی پت کی حکومت اور قضاءت دی گئی اور قنوج کی فتح (۴۰۹ھ) کے بعد قاضی محمد یوسف کو بنگر (جو قنوج کے قریب ایک شہر تھا) اور بلگرام کی قضاءت وحکومت دی گئی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین عبد الرحمٰن کا مزار مبارک پانی پت میں ہے اور معتقدوں کا زیارت گاہ ہے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا حضرت قاضی شہاب الدین عبد الرحمٰن کے بعد ان کی دسویں پشت میں ہیں۔ حضرت مخدوم طریقہ علیہ چشتیہ صابریہ کے پیشوا ہیں اور اپنے وقت کے کامل مکمل اولیا میں بہت ہی بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مخدوم اللہ دیہ[1] سیر الاقطاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم "صاحب کشف و کرامات عالیہ وصاحب مقامات جلیلہ و رفیع الشان بود و در علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت عدیم العدیل بود" انکی ولادت پانی پت میں ہوئی۔ سنہ ولادت صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکا لیکن واقعات کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۶۵۰ھ سے دو چار سال قبل ہوئی والد ماجد خواجہ محمود نے محمد نام رکھا۔ پانچ سال

[1] حضرت اللہ دیہ حضرت مخدوم کے اولاد میں تھے۔ بزرگان سلسلہ چشتیہ صابریہ کے حالات میں سیر الاقطاب نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ۱۰۳۶ھ میں اسکی تالیف شروع کی اور اوسی بادشاہ کے عہد میں ۱۰۵۶ھ میں ختم کی۔

کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور اون کے عم بزرگوار نے انہیں آغوش تربیت میں لیا۔ اوائل عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ کیا اس کے بعد بہت جلد تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ایام طفلی ہی میں محبت الٰہی کا ان پر غلبہ شروع ہوا بعض وقت بے اختیار ہو جاتے اور گھر چھوڑ کر جنگل میں چلے جاتے اور وہاں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت ان پر بہت مبذول رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ خود حضرت مخدوم کے مکان پر آکر ان سے ملا کرتے حضرت مخدوم نے دو ایک بار ان سے بیعت کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت قلندر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وقت آئیگا کہ تمہارے پیر یہاں پانی پت میں تشریف لائینگے اور تم کو مرید کرینگے اور تمہاری تکمیل انہیں سے ہوگی۔ علوم متداولہ کی تحصیل سے حضرت مخدوم کو فراغت ہو چکی تھی۔ اور جذبہ الٰہی جلد جلد بڑھتا جاتا تھا۔ آخر بیتاب ہو کر یکایک وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر انہوں نے سفر اختیار کیا۔ تقریباً تیس[۳۰] سال تک سفر میں رہے۔ اوس زمانہ کے بہت سے اولیا سے ملے اور حجاز و شام میں برسوں سفر کرتے رہے ہر سال حج کے زمانہ میں مکہ معظمہ آتے اور مناسک حج ادا کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوتے پھر شام چلے جاتے۔ حجاز و شام کے اکابر محدثین کی صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے اور علم حدیث و رجال میں تبحر حاصل کیا طویل سیاحت کے بعد پانی پت واپس تشریف لائے۔

حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے پانی پت واپس آنے سے تین چار سال پہلے حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک علیہ الرحمہ یہاں تشریف لا چکے تھے۔ یہ بزرگ سیّد تھے اور ترکستان کے رہنے والے تھے تحصیل علوم کے بعد طلب حق میں تلاش پیر وطن سے نکلے اور جا بجا سفر کرتے ہوئے ہندوستان آئے۔ اس ملک میں بھی جا بجا

پھرتے ہوئے پاک پٹن شریف آئے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کچھ مدت تک قیام کے بعد ان کو ارشاد ہوا کہ کلیر جاؤ۔ اس ارشاد کی بنا پر پاک پٹن شریف سے روانہ ہو کر پیران کلیر شریف آئے اور حضرت مخدوم جہاں علاؤالدین علی احمد صابر چشتی کلیری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے اور چند سال تک پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے حضرت مخدوم پاک نے بھی بہت ہی محبت اور شفقت سے ان کی تعلیم و تربیت کی یہاں تک کہ درجۂ کمال تک پہنچایا۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم پاک علاؤالدین علی احمدؒ صابر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

”شمس الدین تو مرا فرزندی از حق سبحانہٗ تعالیٰ خواستہ ام کہ ایں سلسلہ ما از تو جاری باشد و تا قیامت برپا ماند“۔

وفات سے کچھ پہلے حضرت مخدوم پاک نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ میرے انتقال کے بعد پانی پت جا کر قیام کرو۔ چنانچہ ان کی رحلت (۱۳ ربیع الاول ۶۹۱ھ) کے تین روز کے بعد وہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور پانی پت تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے وطن واپس آکر حضرت شاہ ولایت مخدوم خواجہ شمس الدین ترک کے تشریف آوری اور قیام پانی پت کا حال سنا اور باشتیاق تمام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے او بیعت کی اور شدید مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہو گئے صاحب مرات الاسرار لکھتے ہیں:۔

”الغرض شے از ممتازان دمحبوبان ایں طائفہ بود شانے عظیم و طبعے کریم و حالے مستقیم

داشت و آنقدر ریاضات و مجاہدات بر خود نہادہ بود کہ از غایت شدت
جوع نفس امارۂ او بصورتے مجسم شدہ از بدن مبارکش جدا افتاد اما در استقامت
او ہیچ فتورے راہ نیافت۔"

تکمیل کے بعد ۶۷۰ھ میں حضرت شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم کو خلافت دیکر مجاز مطلق کیا اور اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت بھی انہیں سے متعلق کردی اور آٹھ سال کے بعد ۶۷۸ھ میں پانی پت میں متوجہ عالم بالا ہوئے قدس اللہ سرہ العزیز۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے پیر کے حکم سے اور ان کے سامنے اپنے فیضان کو جاری کر دیا تھا۔ پیر کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور طلبہ اور مریدوں کو علوم ظاہر و باطن سے مستفید فرماتے رہے۔ آخر عمر میں شدید استغراق کی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ جب نماز کا وقت آتا تو حاضرین و خدام میں سے کوئی شخص بآواز بلند اون کے کان کے قریب حق حق حق کہتا۔ اس نام پاک کے سننے سے وہ ہوش میں آجاتے وضو کرتے اور نماز پڑھتے نماز کے بعد پھر استغراق کی حالت پیدا ہو جاتی۔ ان کا فیض بہت پھیلا اور سلسلہ علیہ چشتیہ صابریہ انہیں کے واسطہ سے ابھی تک جاری ہے۔ مریدوں میں سے چالیس بزرگوں کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ ان کی رحلت ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ میں ہوی۔ مزار مبارک پانی پت میں ہے پیر نے خلافت صرف انہیں کو دی۔ ان کا نام محمد تھا۔ خلافت دیتے وقت پیر نے ان کو جلال الدین لقب دیا اور اسی لقب سے وہ مشہور ہوے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی۔ بقول صاحب سیر الاقطاب "عمر شریفش از یک صد و ہفتاد سال زیادہ بود" ممکن ہے کہ مؤلف سیر الاقطاب نے اس روایت کی تنقید نہ کی ہو لیکن روایتوں اور واقعات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ اون کا سن شریف ایکسو تیس سال[۱۳] سے ضرور زیادہ تھا۔ اوس وقت کے اولیا کی عمریں بہت ہوی ہیں چنانچہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری[۵۳] کا (جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے ہمعصر تھے) سن شریف ایکسو اکیس سال تک پہنچا تھا (ولادت ۶۶۱ھ وفات ۷۸۲ھ) اور دوسرے بزرگوں نے بھی بہت طویل عمریں پائی ہیں۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے حالات کم و بیش متعدد کتابوں میں منقول ہیں اور مرات الاسرار اور سیر الاقطاب میں کسیقدر تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ چونکہ ان کے مفصل سوانح حیات کا لکھنا یہاں پیش نظر نہیں ہے اس لئے جو کچھ لکھا گیا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ جو خلافت نامہ حضرت شاہ ولایت شمس الدین ترک نے ان کو لکھکر دیا تھا اس کو نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں شاید ناظرین کرام کی دلچسپی کا باعث ہو اس سے ایسی باتیں معلوم ہوسکینگی جو کسی تذکرہ اور کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ پیر کی خاص عنایت اور توجہ اور محبت کے جو حضرت مخدوم پر مبذول تھی اون خلافت مطلقہ اور اجازت نامہ کی وسعت کا بھی اندازہ ہوسکیگا جس سے حضرت مخدوم ممتاز ہوے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سب تعریفیں اللہ کیلئے جو
رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ	پروردگار عالمیان ہے اور عاقبت متقیوں کیلئے اور درود
والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ	وسلام ہو اوس کے رسول سید نا محمد پر اور اون کے آل اور اونکے اصحاب پر
الرسول اعطی لاسد اللہ تعالیٰ وھو علی[رض]	رسول نے عطا کیا اللہ تعالیٰ کے شیر کو اور وہ علی ہیں ان سے اللہ راضی ہو
وھو اعطی لخواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز	اور انھوں نے عطا کیا خواجہ حسن بصری کو قدس اللہ سرہ العزیز۔

---

[۵۳] منیر (بفتح میم وکسر نون بایائے مجہول) پٹنہ سے سترہ میل مغرب جانب ایک نہایت قدیم قصبہ ہے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ قدس سرہ کا یہاں مسکن تھا اور یہاں اون کا مزار ہے حضرت شیخ شرف الدین احمد قدس سرہ اون کے فرزند تھے انہوں نے قصبہ بہار شریف میں سکونت اختیار فرمائی اور اسی قصبہ میں ان کا مزار مبارک ہے۔

وھو اعطی لخواجہ عبد الواحد زید نور اللہ تعالیٰ روضتہ

وھو اعطی لخواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وھو اعطی لخواجہ ابراھیم ادھم نور اللہ تعالیٰ مرقدہ

وھو اعطی لخواجہ حذیفۃ المرعشی طاب اللہ تعالیٰ ثراہ

وھو اعطی لخواجہ ھبیرۃ البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وھو اعطی لخواجہ علو ممشاد دینوری مع ولایت

دینور قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

وھو اعطی لخواجہ قطب الدین ابو اسحق مع

ولایت شام نور اللہ تعالیٰ روضتہ۔

وھو اعطی لخواجہ قدوۃ الدین ابو احمد مع

ولایت چشت طاب اللہ تعالیٰ ثراہ۔

وھو اعطی لخواجہ ابو محمد معہا نور اللہ

تعالیٰ مرقدہ۔

وھو اعطی لخواجہ ناصر الدین ابی یوسف

معہا قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ۔

وھو اعطی لخواجہ مودود معہا نور اللہ

تعالیٰ قبرہ۔

وھو اعطی لخواجہ حاجی شریف زندنی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ عبد الواحد زید کو اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے

اور انھوں نے دیا خواجہ فضیل بن عیاض کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

اور انھوں نے دیا خواجہ ابراہیم ادہم کو اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو روشن کرے

اور انھوں نے دیا خواجہ حذیفہ مرعشی کو اللہ تعالیٰ انکی مٹی کو خوشبو کرے

اور انھوں نے دیا خواجہ ہبیرۃ البصری کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

اور انھوں نے دیا خواجہ علو ممشاد دینوری کو مع ولایت

دینور کے قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قطب الدین ابو اسحق کو مع

ولایت شام کے اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد کو مع

ولایت چشت کے اللہ تعالیٰ اونکی مٹی کو خوشبو کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ ابو محمد کو مع اس کے (یعنی ولایت چشت کے)

اللہ تعالیٰ اون کے قبر کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا ناصر الدین ابو یوسف کو مع اس کے

قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ مودود کو مع اس کے اللہ تعالیٰ

انکی قبر کو روشن کرے۔

اور انھوں نے دیا خواجہ حاجی شریف زندنی کو اللہ تعالیٰ

کی رحمت ان پر ہو۔

وهو اعطى لخواجه عثمان هارونى طاب الله تعالى ثراه
اور انھوں نے دیا خواجہ عثمان ہارونی کو اللہ تعالیٰ انکی مٹی کو خوشبو کرے

وهو اعطى لخواجه معين الدين حسن السجزى مع
اور انھوں نے دیا خواجہ معین الدین حسن السجزی کو مع

ولايت اجمير رحمة الله تعالىٰ عليه
ولایت اجمیر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو۔

وهو اعطى لخواجه قطب الدين بختيار اوشى
اور انہوں نے دیا خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو

مع ولايت دهلى نور الله تعالىٰ روضته
مع ولایت دہلی کے اللہ تعالیٰ انکے روضہ کو روشن کرے

وهو اعطى لخواجه فريد الدين مسعود گنج شكر
اور انھوں نے دیا خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کو

مع ولايت اجودهن قدس الله تعالىٰ سره
مع ولایت اجودھن کے قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

وهو اعطى لخواجه علاء الدين على احمد الصابر
اور انھوں نے دیا خواجہ علاء الدین علی احمد الصابر کو

مع ولايت كلير
مع ولایت کلیر کے

وهو اعطى للفقير مع ولايت پانى پت وانا
اور انھوں نے دیا اس فقیر کو مع ولایت پانی پت کے

فى الخطة المذكورة وا قيمها وانا اعطيت
اور میں اس خطہ مذکورہ میں ہوں اور اسکو قایم رکھتا ہوں اور میں نے عطا کیا

خرقةً وعصًا ومقراضًا وكاسًا وسلّمت
خرقہ اور عصا اور مقراض اور پیالہ اور حوالہ کیا

ما فى قلبى وروحى وجسمى وعينى وبدنى
جو کچھ کہ ہے میرے قلب میں اور میرے روح میں اور میرے جسم میں

ورحلى ومكانى واسرارى واعلانى ظاهرًا
اور میری آنکھ میں اور میرے بدن میں اور میرے محل میں اور میرے مکان میں اور میرے اسرار میں

وباطنًا لابنى القلبى وخليفة اسرارى محمد ابن محمود
اور میرے اعلان میں ظاہر اور باطن میرے قلبی فرزند اور میرے خلیفہ اسرار محمد بن محمود

ابن يعقوب وخطبته خطابًا باسم من اسماء
ابن یعقوب کو اور مخاطب کیا میں نے انکو اسماء حسنے کے ایک اسم

الحسنى وهو جلال الدين وانا اقيمه فى مقا
کے خطاب سے اور وہ (خطاب) جلال الدین ہے اور میں

بهذه الخطة مع سوادها وانا لا آخذ بيد
ان کو اس خطہ میں اپنے مقام پر قایم کرتا ہوں مع اس کے سواد کے

رجل من الرجال من بعد هذا التاريخ لاجل
اور میں آج کی تاریخ سے کلاہ اور ارادت کے لئے

القلنسوة والارادة ولكل من هو شاء ارادة
وخرقة وقلنسوة علىّ ولكني سلّمته صحيحا
واجزت اجازةً الى شيخ المشائخ قطب الاقطاب
بدر الزهاد شيخ جلال المذكور وهو
اعلم بطريق الله تعالىٰ وانا اعلمه في
ما بقي وهو اسبق من هولاء الدرجة فسلمتم
به واجزته۔

مردوں میں سے کسی مرد کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا اور ان سب کو جو مجھ سے ارادت اور خرقہ اور کلاہ کی خواہش رکھتے ہیں
میں نے ان کو صحیح طور پر تفویض کیا اور از روئے اجازت کے
اجازت دی (کہ رجوع ہوں) بجانب شیخ المشائخ قطب الاقطاب بدر الزہاد
شیخ جلال مذکور کے اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے خوب واقف
ہیں اور جو باقی رہا ہے اسکی میں ان کو تعلیم دونگا اور وہ اس درجہ
سے اسبق ہیں پس میں نے تم لوگوں کو ان کے تفویض کیا اور
ان کو اجازت دی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے فرزندان

خلافت سے مشرف کرنے کے بعد باصرار تمام حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کو نکاح کرنے پر مجبور کیا چنانچہ کرنال کے ایک بزرگ خاندان میں انہوں نے نکاح کیا۔ دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے (حضرت عبد القادر، حضرت ابراہیم حضرت مخدوم شبلی۔ حضرت کریم الدین اور حضرت عبد الاحد) پیدا ہوئے۔ حضرت عبد القادر کا والد کی موجودگی میں انتقال ہوا اس لئے حضرت مخدوم کی وفات کے بعد ان کے دوسرے فرزند سجادہ نشین ہوئے لیکن کسی وجہ سے بہت جلد وہ سجادہ نشینی سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور حضرت مخدوم شبلی جو بقول صاحب مرات الاسرار "از اعظم خلفائے والد بزرگوار خود است" سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت مخدوم عبد القدوس سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔ انہوں نے دو فرزند چھوڑے۔ بڑے حضرت عبد الکبیر الاولیائ تھے جو والد کی جگہ سجادہ نشین ہوئے دوسرے حضرت مخدوم شاہ داؤد قدس سرہ (حضرت باقر کے جد اعلیٰ) جن کا اس وقت شباب کا زمانہ تھا اور اس وقت سلوک باطنی کے ساتھ علوم ظاہر کی تحصیل میں بھی مشغول تھے۔

سنہ۸۰۰ھ میں امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اور اس کو بالکل برباد کر دیا۔ حملہ کی خبر پاکر بہت سے شرفا، علما، سادات اور اکابر صوفیہ دہلی چھوڑ کر دور دراز مقامات پر چلے گئے اور حملہ کے بعد قتل اور اسیری سے جو بچ گئے انھوں نے بھی دہلی کو خیرباد کہا۔ دہلی جو علم و فضل کا مرکز تھا بالکل اجڑ گیا اور علما اور فضلا میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ برسوں کے بعد سلطان سکندر لودی نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے قیام تک علمی حیثیت سے اس شہر کو فروغ نہ ہو سکا۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے جونپور میں ایک نئی سلطنت موسوم بہ سلطنت شرقیہ قایم ہو چکی تھی۔ سلطان ابراہیم شرقی نے اپنے زمانہ سلطنت (۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) میں اس کو بہت فروغ دیا۔ علما، و فضلا، کو دور دور سے طلب کر کے جمع کیا اور جونپور کو علم و فضل کا مرکز کر دیا۔ لیکن اون کے انتقال کے بعد ہی اس سلطنت کا زوال شروع ہوا اور جونپور بھی علما و فضلا سے خالی ہو گیا۔ اوس وقت تمام ہندوستان میں صرف بہار کا ایک خطہ محفوظ رہ گیا تھا۔ جہاں علم کا فیضان جاری تھا اور جابجا اچھے اچھے علما موجود تھے۔ زمانۂ قدیم سے خطۂ بہار علم کا مرکز رہا ہے۔ بودھ اور ہندوؤں کے زمانہ میں قصبۂ بہار کے قریب جو اودین بڑی بڑی درسگاہیں تھیں زمانۂ دراز تک قایم رہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا علما و فضلا سادات و مشایخ دور دور سے آکر اس خطہ میں جابجا سکونت پذیر ہوے چنانچہ اوس وقت سے تیرھویں صدی کے آخر تک علم و فضل کے اعتبار سے خطۂ بہار بہت ممتاز رہا اور اس کے قریہ قریہ سے علم و فضل کا فوارہ جوش مارتا رہا۔

طریقت کا دارومدار سنت نبویؐ کے علم و عمل پر ہے۔ اکابر طریقت خود بلند پایہ عالم ہوے ہیں اور ہمیشہ مریدوں کو تحصیل علم کے لئے تاکید کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام شیخ کبیر بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اندریں راہ علم درجہ

اولیس وارد"۔ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز سترہ سال کی عمر میں حضرت ختم المشائخ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ سلوک باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد غلبۂ حال سے مجبور ہوکر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو پڑھنا چھوڑ دوں تاکہ ہمہ تن یکسو ہوکر مشاغل باطنی میں مصروف ہو جاؤں انہوں نے منع کیا اور فرمایا کہ میں کسی مرید کو تحصیل علم سے دست بردار ہونے کا حکم نہیں دیا کرتا۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیل علم کے لئے پانی پت سے باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوی۔ دہلی اور جونپور علم سے خالی ہو چکے تھے اس لئے لامحالہ بہار کی جانب انکی توجہ منعطف ہوی۔ وطن اور اہل وطن کو چھوڑا اور بہار کی جانب روانہ ہو گئے باوجودیکہ خطۂ بہار علم کا مرکز رہا ہے مگر کسی بادشاہ کے عہد میں کوئی درسگاہ اور طلبہ کی اقامت کے لئے دارالاقامت تعمیر نہیں کیا گیا۔ علما اپنے اپنے گھروں یا قریہ کی مسجد میں خالصاً لوجہ اللہ درس دیا کرتے تھے۔ نزدیک و دور سے طلبہ کسی بزرگ کے علم وفضل کی شہرت سنکر بے سروسامانی کے ساتھ آتے اور اوس قریہ کے اہل مقدرت واہل خیر حضرات حسب موقع وحسب حیثیت دو دو چار چار طالب علموں کے خورونوش اور جملہ مایحتاج کے کفیل ہو جاتے اور اگر گنجایش ہوتی تو اپنے گھروں میں ورنہ محلہ یا قریہ کے مسجدوں میں اُن کے قیام کا انتظام کردیتے۔ مایحتاج سے بے فکر ہوکر طلبہ ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول رہا کرتے۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد جب قصبہ بہار میں پہنچے ایک سید صاحب ان کے ضروریات کے کفیل ہوئے اور اپنے مکان کا ایک بیرونی حجرہ ان کو سکونت کے لیئے دیا وہ اطمینان کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

سید صاحب کو صرف ایک صاحبزادی تھیں جو سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں لیکن کفو کے نہ ملنے کے باعث اُن کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکے تھے اور اسی سبب سے اُن کو اور اُن کے حرم کو بہت فکر دامن گیر رہا کرتی تھی۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد کو سید صاحب کے مکان میں رہتے دو ڈیڑھ سال ہو چکے تھے کہ سید صاحب کو کسی طرح حضرت مخدوم کی نہ صرف خاندانی شرافت کا بلکہ خود اُونکی بزرگی اور تقدس اور واصل الی اللہ ہونے کا حال یکایک منکشف ہو گیا۔ اونہوں نے اپنی حرم کو مطلع کیا اور باہم یہ رائے قرار پائی کہ لڑکی حضرت مخدوم شاہ داؤد سے منسوب کر دی جائے۔ دو تین روز کے بعد سید صاحب نے حضرت مخدوم سے گفتگو کی وہ سنکر بے حد متفکر اور پریشان ہو گئے اور اقرار یا انکار کچھ نہ کر سکے اقرار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب گو یہاں ریس سید مشہور تھے لیکن حضرت مخدوم کو اون کے حسب ونسب کے متعلق مطلق واقفیت نہ تھی اور جب تک اُس کے جانب سے کامل اطمینان نہ ہو لیتا اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ انکار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب نے اون کو مثل اپنے فرزند کے آرام سے رکھا تھا اور ہر طرح اون کے خبر گیراں رہے تھے انکار کرنا سراسر احسان مندی کے خلاف تھا۔ ان وجوہ سے حضرت مخدوم نے اول اپنی غریب الوطنی اور طالب علمی کا عذر پیش کیا لیکن جب سید صاحب نے اِن عذرات کو قبول نہیں کیا تو مجبور ہو کر غور کرنے کے لئے دو تین روز کی مہلت طلب کی۔ حضرت باقر کے خاندان میں یہ روایت ابًا عن جدٍ مسلسل چلی آرہی ہے کہ حضرت مخدوم شاہ داؤد علیہ الرحمۃ اوس روز اس قدر پریشان ہوئے کہ نہ کھانا کھا سکے نہ سبق پڑھ سکے اور رات کو عشا کے بعد ہی بستر پر لیٹ گئے۔ خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کو مشرف کیا اور فرمایا" فرزند تم فکرمند اور پریشان نہ ہو۔ سید صاحب واقعی سید

ہیں اور میری اولاد میں ہیں تم اون کا پیام قبول کر لو" حضرت مخدوم کو اس ارشاد نے بالکل مطمئن کر دیا اور صبح ہوتے ہی سید صاحب پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اونہوں نے متبسم ہو کر کہا "صاحبزادے میرے کہنے سے تم کو اطمینان نہیں ہوا جب وہاں سے ارشاد ہوا تو تم مطمئن ہوئے"۔ چند روز کے بعد سید صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حضرت مخدوم سے کر دیا گیا اور اسی پابندی کی وجہ سے وہ پھر پانی پت نہ جاسکے اور قصبۂ بہار میں ایک محلہ بیگن آباد تھا وہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت مخدوم شاہ اسحٰق

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے والد حضرت مخدوم شاہ عبد القدوس قدس سرہٗ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت ملی تھی۔ اون کے پوتے حضرت مخدوم شاہ اسحٰق کو (جو کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے) حضرت مخدوم شیخ شعیب قدس سرہٗ العزیز نے آغوش تربیت میں لیا یہ بزرگ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین قدس سرہٗ کے فرزند تھے۔ شباب کے زمانہ میں عم بزرگوار سے مرید ہو کر ریاضت میں مشغول ہوئے اور بہت جلد اون پر جذب کا غلبہ ہوا اور سالہا سال تک قایم رہا۔ مخدوم الملک کی رحلت (۷۸۲ھ) کے بعد اون کے خلیفہ راستین حضرت مخدوم مظفر شمس بلخی مکہ معظمہ چلے گئے۔ چند سال کے بعد واپسی میں عدن میں ٹھہرے۔ وہاں بیمار ہوئے اور اپنے برادر زادہ حضرت مخدوم حسین بن شیخ معز الدین شمس بلخی کو خلافت دے کر ۲۷ رجمادی الاول ۷۸۸ھ کو عدن میں انتقال کیا۔ حضرت مخدوم حسین بہار آئے اور سجادہ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اون کے انتقال (۸۴۲ھ) کے بعد اون کے فرزند و خلیفہ حضرت شیخ حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ شعیب کو ان کی سجادہ نشینی کے زمانہ میں جذب سے افاقہ ہوا اور تکمیل کے لئے اون کی

جانب متوجہ ہوئے اور اُن سے خلافت حاصل کی۔ اون کا آخر زمانہ تھا کہ حضرت مخدوم شاہ اسحٰق اون کے آغوش تربیت میں آئے اور تعلیم و تربیت کے بعد سلسلہ علیہ فردوسیہ میں خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت باقر کے خاندان میں حضرت شاہ اسحٰق قدس سرہٗ سے اب تک اس سلسلہ میں اَبًا عن جدٍّ خلافت چلی آرہی ہے۔

گیا سے تین میل شمال کے جانب بیتھو نامی ایک موضع ہے حضرت سیدالسادات سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار قصبہ کچھوچھہ ضلع جونپور میں ہے) کے ہمشیر زادہ کے اولاد میں ایک بزرگ یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ان بزرگ کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہ بیتھو میں صاحب سجادہ تھے۔ حضرت مخدوم شاہ اسحٰق قدس سرہ کے پوتے حضرت برُہان الدین عرف بندگی شاہ اخوندمیاں کی شادی اُن کی صاحبزادی سے ہوی اور وہ بہار سے تشریف لاکر بیتھو میں سکونت پذیر ہوئے لیکن اہل خانہ کے انتقال کے بعد اس موضع میں قیام نہ کر سکے اور اپنے دونوں فرزند حضرت شاہ نور اور شاہ منصور (جو حضرت باقر کے اجداد میں ہیں) کو ہمراہ لے کر دیورہ[1] چلے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اسی موضع میں ۱۰ صفر ۹۸۰ھ کو رہگرائے عالم آخرت ہوئے

حضرت برُہان الدین

اون کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ ماہرو (بن مخدوم شاہ محمدؐ بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور بن مخدوم برُہان الدین الدین عرف بندگی اخوندمیاں) دیورہ سے پیربیگہہ آئے۔ اوس وقت یہ جگہ صرف چند جھوپڑیوں کی بستی تھی اور اوس کا نام بھی کچھ دوسرا تھا چونکہ یہ جگہ تنہائی کی تھی اور دیورہ سے قریب بھی تھی اون کو پسند آئی تاکہ اپنے عزیزوں سے قریب رہکر تنہائی میں فارغ البالی سے مجاہدہ اور عبادت الٰہی میں مصروف

حضرت شاہ ماہرو

---

[1] موضع دیورہ پیربیگہ سے جانب غرب مایل بہ شمال نو کوس پر واقع ہے۔

رہ سکیں۔ بعد میں مستقل طور پر وہ یہاں سکونت پذیر ہو گئے اور اون کے قیام کے باعث اس بستی کا نام پیر نگر مشہور رہا۔

حضرت باقر کے والد ماجد حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمۃ (ابن شاہ محب اللہ بن شاہ ہدایت اللہ بن شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہرو) نے ابتدائی تعلیم پیر نگر میں حاصل کی اوس کے بعد طلب علم کی غرض سے لکھنؤ چلے گئے۔ اودھ میں نواب سعادت علی خاں کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا اور لکھنؤ میں حضرت ملا مبین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ) کے درس کا دریائے فیض جاری تھا۔ حضرت شاہ وارث علیؒ اون کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے۔ شاگرد کی ذہانت اور شوق تحصیل علم اور ان کی صفات برگزیدہ کو دیکھکر استاد اُن پر بہت مہربان ہوئے اور نہایت توجہ اور محبت سے تعلیم دی۔ چند سال میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور سند فضیلت لیکر وطن واپس تشریف لائے۔ اون کے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ کا انتقال ہو چکا تھا اور بڑے چچا حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سجادۂ ارشاد پر تھے اور اون کا فیض ظاہری و باطنی جاری تھا۔ تحریر مرقومہ بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ اسحٰق قدس سرہٗ کو حضرت مخدوم شیخ شعیب علیہ الرحمہ نے سلسلۂ فردوسیہ میں خلافت دی تھی اور اون سے یہ سلسلہ اون کے خاندان میں جاری ہوا۔ حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ کو اس سلسلہ میں خلافت اون کے والد ماجد حضرت شاہ ہدایت اللہ سے ملی تھی لیکن اُن کی طلب باقی رہی اور پٹنہ جاکر حضرت مولانا محمد منعم پاک ابوالعلائی نقشبندی قدس اللہ سرہ العزیز (متوفی ۱۳ رجب ۱۱۸۵ھ بعمر ۱۰۳ سال) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہکر سلسلہ ابوالعلائیہ

حضرت شاہ اہل اللہ رح کا حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت حاصل کرنا

نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں اون سے خلافت حاصل کی اور اون کی رحلت کے بعد پیرنگیہ واپس تشریف لائے۔ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ لکھنؤ سے پیرنگیہ واپس آکر عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور تحصیل کمالات باطنی میں بہت محنت و مجاہدہ کیا۔ تکمیل کے بعد حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ نے اون کو سلسلۂ فردوسیہ اور سلاسل ابو العلائیہ نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں خلافت دی اور چند ماہ بعد ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ کو بعمر چھپتر سال متوجہ مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ محب اللہ کی طرز

حضرت باقر کے اجداد میں ہر بزرگ حضرت شاہ اہل اللہ اور حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ سرہما تک دنیا سے بالکل کنارہ کش رہے اور شرف ولایت سے ممتاز رہے ان بزرگوں کے عمر کا ابتدائی حصہ تحصیل علم میں صرف ہوا اوس کے بعد ریاضت اور مجاہدہ کے جانب متوجہ ہوئے باطنی تکمیل کے بعد خلافت حاصل کی اور بقیہ تمام عمر طلبا اور مریدین کی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی میں صرف کر دی۔ یہ لوگ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہے اور عمر کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ اون کا ذریعۂ معاش محض بقدر مایحتاج زراعت اور کاشتکاری رہا۔

حضرت شاہ وارث علی رح کا ملازمت قبول کرنا

حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمہ کی ولادت کے پہلے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط بنگال اور بہار پر ہو چکا تھا اور منظم انگریزی حکومت قایم ہو چکی تھی۔ اوس زمانہ میں اور اوس کے بہت برسوں بعد تک اضلاع کی اعلی خدمتوں پر تو صرف انگریز ہی مامور ہوا کرتے تھے لیکن اون کی ماتحتی میں ذیلی خدمتوں کے لئے (جیسے سب ججی اور ڈپٹی کلکٹری وغیرہ) اعلی اور ذی اثر خاندان کے ذی علم اور ذی وجاہت مسلمانوں کی تلاش رہا کرتی تھی اور جس طرح

ہوسکتا گورنمنٹ اکثر ایسے ہی لوگوں کو راضی کر کے ان خدمتوں پر مامور کرتی تھی ۔ حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے خاندان کی بزرگی اور برگزیدگی سے گورنمنٹ کے حکام پہلے ہی سے واقف تھے ۔ تکمیل علوم کے بعد لکھنؤ سے جب وطن واپس آئے تو اون کے علم و فضل کی کیفیت بھی حکام مقامی تک پہنچی اور اون کی جانب سے اُن پر سرکاری ملازمت کے قبول کرنے کا تقاضا شروع ہوا ۔ خاندانی قدیم طریقہ کے خلاف اونہوں نے خود کو دنیا کے کاروبار میں پھنسانا نہیں چاہا اور چند سال تک برابر انکار کرتے رہے آخر اون پر اس قسم کی مجبوریاں عاید کی گئیں کہ اونہیں ملازمت قبول کرنی ہی پڑی اور گورنمنٹ نے سررشتہ عدالت میں خدمت دے کر اون کا تقرر ضلع شاہ آباد کے مستقر آرہ پر کیا ۔ ضلع شاہ آباد میں اوس وقت بہت بڑے زمیندار بابو کنور سنگھ[ش] کے والد تھے ۔ وہ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ سے ملکر اون کی بزرگی و برگزیدگی اور اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی زمینداری کی زمین میں سے ایک قطعہ شہر آرہ کے باہر شرقی جانب بطور نذر کے عقیدتاً پیش کیا اور قبول کرنے پر مصر ہوئے ۔ اونہوں نے قبول کیا اور اوس کے ایک مختصر حصہ پر اپنی سکونت کے لئے سفال پوش خام مکان تعمیر کیا اور بقیہ حصہ کو قطعہ قطعہ کر کے لوگوں کو دے کر ایک محلہ بنام ناظر گنج آباد کیا جو اب بھی موجود ہے ۔ تقریباً بیس سال تک ملازمت کی اور تمام مدت ملازمت آرہ ہی میں رہے ۔ اکیاون یا باون سال کی عمر میں

ش ۔ کنور سنگھ اور اُن کے آبا و اجداد ضلع شاہ آباد آرہ کے موضع جگدیس پور کے رہنے والے تھے اور بہت بڑے زمیندار تھے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزی دیسی فوج باغی ہو کر آرہ آئی اور ان فوجیوں نے بابو کنور سنگھ کو زبردستی اپنے ساتھ شریک کر لیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ باغی فوج خود بھی [illegible] اور کنور سنگھ نے بھی زخمی ہو کر دنیا کو خیر باد کہا ۔

کہ اسہال کبدی میں مبتلا ہوئے۔ جب علالت زیادہ ہوی تو پیر نگہ تشریف لے گئے اور وہاں

حضرت شاہ وارث علی رح کی رحلت۔

۹ ماہ رجب المرجب ۱۲۴۹ھ کو جمعہ کے دن نماز صبح کے وقت رہگرائے عالم جاودانی ہوئے
نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز پڑہی گئی اور پیر نگہ کی آبادی کے باہر جانب جنوب اپنے والد
ماجد حضرت شاہ محب اللہ اور عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہما کے جوار میں دفن
کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ وارث علی رح اخلاق اور ان کا طرز معشرت۔

حضرت شاہ وارث علی نے گو سرکاری ملازمت قبول کرلی تھی لیکن تمام عمر اونہوں نے
اپنی قدیم خاندانی روش ہی کو قایم رکہا۔ آرہ میں سکونت کے لئے جو مکان تعمیر کیا تھا وہ
مٹی کی دیواروں کا سفال پوش مکان تھا۔ اوسی میں مقیم رہے اور پختہ مکان کی تعمیر کا کبھی
خیال نہیں کیا۔ پیر نگہ میں اون کو موروثی مکان کا جو حصہ ملا تھا وہ مختصر سا تھا جب اولاد
ہوی اور مکان کی تنگی زیادہ تکلیف دینے لگی تو ارادہ کیا کہ اوس قدیم مکان پر مٹی کی
دیواروں کی ایک بالائی منزل تعمیر کرلیں تاکہ تنگی رفع ہوجائے۔ اون کے بڑے بھائی
حضرت شاہ بندہ علی صاحب قدس سرہٗ نے منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر بالاخانہ تعمیر کروگے
تو نفس اور شیطان چونکہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے ممکن ہے کہ کسی وقت تم اون سے
دہوکا کھاؤ اور تمھارے دل میں برادری کے غریب لوگوں پر ایک گونہ تفوق کا خیال
گزرے۔ بھائی کے فرماتے ہی اس ارادے سے باز آئے اور پھر کبھی اونہوں نے اوس
مکان میں اضافہ یا اس کے علاوہ دوسرے مکان کے تعمیر کا ارادہ نہیں کیا۔ ملازمت کے
زمانہ میں دوستوں کے مجبور کرنے سے چند گاؤں خرید لئے تھے مگر جب تک زندہ رہے
اون کی آمدنی میں سے ایک پیسہ اپنی ذات میں یا اپنی اولاد میں صرف نہیں کیا۔ جو
کچھ وصول ہوتا اپنی برادری کے لوگوں اور دوسرے اہل حاجات کی ضرورتوں میں صرف

کر دیتے اون کا دسترخوان ہمیشہ بہت وسیع رہا اور کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔
کسی وقت اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو اپنے پہننے کا کپڑا سایل کو دیدیتے اور خود تکلیف اوٹھاتے
طلبہ اور مریدین کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ اونھوں نے ہمیشہ جاری رکھا جو طلبہ اون سے
پڑہتے اُن کے تمام ضروریات کے وہ کفیل ہوتے ۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے نیم شب کے
بعد سے اشراق تک نماز ذکر شغل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے اور ایک لمحہ بھی
یاد الٰہی اور مشغولی باطن سے خالی نہیں جاتا ۔ لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی اخلاق
اور خلوص کے ساتھ ملتے ۔ وہ نہایت با مذاق حاضر جواب اور زندہ دل تھے اون کی
حاضر جوابی کی نہایت لطیف لطیف باتیں میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں لیکن اُن کو یہاں
قلمبند کرنے کی گنجایش نہیں ہے ۔ جن لوگوں نے اُن کی تھوڑی صحبت بھی اوٹھائی تھی وہ
اس قدر متاثر ہوئے کہ اون کے اخلاق و خلوص و محبت اور برگزیدگی کو تمام عمر نہیں بھولے
راقم کی سترہ اٹھارہ سال کی عمر تک چند اشخاص جو اُن کی صحبت میں رہے تھے زندہ تھے
ان کے سامنے جب کبھی اون کا ذکر آتا وہ بے حد متاثر ہو جاتے اور دیر تک نہایت
محبت اور عقیدت کے ساتھ اون کے اخلاق اور اون کے محاسن کا ذکر کرتے رہتے ۔
اِن میں دو شخص وہ تھے جنھوں نے اون کی خدمت گاری کی تھی اون کا ذکر جب اُن کے
سامنے ہوتا تو ان کی آنکھوں سے بعض وقت بے اختیار آنسو جاری ہو جاتا ۔ اللہ اللہ
وہ کیسے مخلصانہ اخلاق ہوں گے جن کا اثر اُن کے ملنے والوں کے قلوب میں دایماً
قایم رہا اِس میں شک نہیں کہ وہ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے مظہر تھے بلا زمت قبول
کرنے کی وجہ سے اپنے ہمعصر بزرگوں میں حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ دنیا دار خیال
کئے جاتے تھے مگر اون دنیا دار جیسے اِس زمانے کے بڑے بڑے دین دار بھی نظر نہیں آتے ۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کی اولاد۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کی والدہ ماجدہ حضرت شاہ یار اللہ بن مولانا محمد اعظم بن مولانا احمد کبیر بن حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور کی صاحبزادی تھیں اور اون کی ہم جد تھیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی شادی حضرت مولانا میر سید عبدالقادر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ بزرگ موضع میراںؔ بیگہ لکھاور کے رہنے والے اور حضرت سیدنا سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں تھے۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال ہوئے کہ اون کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت سید فیروز یہاں تشریف لائے اور سکونت پذیر ہوئے اون کی اولاد اس موضع میں آباد ہے۔ حضرت شاہ وارث علی کے انتقال کے بعد اون کی اہل خانہ تقریباً چالیس سال بقید حیات رہیں اور ۱۲۸۹ھ میں پیربگہ میں انتقال کیا اور اُن کے قبر کے متصل دفن ہوئیں۔ حضرت شاہ وارث علی نے دو بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔ بڑی صاحبزادی کی شادی پیربگہ میں خاندان ہی کے ایک صاحب حضرت شاہ منور علی سے ہوی اون کے صرف ایک ہی فرزند شاہ محمد اکرم صاحب علیہ الرحمہ زندہ رہے انہوں نے پٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں مکان تعمیر کر کے سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں ۱۳۱۶ھ میں اکہتر سال کی عمر میں انتقال کیا اون کے فرزند مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم اُن کا جنازہ پیربگہ لائے اور آبائی قبرستان میں دفن کیا۔ دوسرے فرزند حضرت سید شاہ حسین علی خاں بہادرؔ تھے۔ اون کے بعد ایک صاحبزادی تھیں جنکی شادی موضع مکارم چک میں شاہ رمضان علی صاحب سے ہوی اونکی اولاد اسی موضع میں سکونت پذیر ہیں

---

[۱] موضع میران بیگہ لکھاور سادات کی بستی ہے۔ پیربگہ سے بیس میل جانب شمال مائل بمشرق اور گیا پٹنہ ریلوے لائن کے اسٹیشن جہان آباد سے چار میل پر واقع ہے۔

چوتھے فرزند حضرت سید شاہ باقر علی باقرؔ تھے۔

سید شاہ حسین علی رح کی ولادت اور تعلیم اور قبول ملازمت

حضرت شاہ وارث علی قدس سرہٗ کے بڑے فرزند سید شاہ حسین علی خاں بہادر ۹ ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۶ء شب یکشنبہ طلوع صبح سے ایک گھنٹہ پیشتر موضع کھُرہ[1] میں پیدا ہوئے۔ اوایل عمر میں تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور طلب علم ہی کے زمانہ میں والد سے مرید ہوئے اور سلاسل فردوسیہ اور ابو العلایہ نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں خلافت لی۔ والد کی رحلت کے بعد وہ پیر بگہ میں مقیم رہے لیکن بہت جلد اون پر نوکری کے لئے تقاضہ شروع ہوا اور ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں ملازم ہوگئے ۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ھ) میں جب غدر ہوا وہ ضلع سارن چھپرہ کے سب ڈویزن سیوان پر متعین تھے اون کے حسن انتظام کے باعث وہاں کا خزانہ اور کچھری بلکہ سارا سب ڈویزن غدر کے آفات سے محفوظ رہا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ نے اون کی کارگزاریوں کا بہت کچھ اعتراف کیا اور خان بہادری کا خطاب دے کر بعہدہٗ ڈپٹی کلکٹری اون کو آرہ کے صدر سب ڈویزن پر متعین کیا۔ جب تک وہ ملازم رہے اپنے فرایض کو نہایت احتیاط سے انجام دیتے رہے لیکن نوکری سے وہ ہمیشہ کارہ رہے چنانچہ ۱۸۵۸ء (۱۲۷۴ھ) میں اوہنوں نے استعفاء دے دیا لیکن گورنمنٹ نے منظور نہیں کیا۔ چند سال کے بعد کچھ خانگی ضروریات کا عذر پیش کر کے ۱۸۶۴ء (۱۲۸۰ھ) میں جب وہ بھاگل پور میں اسسٹنٹ کمشنر تھے پھر استعفا دیا لیکن اب بھی منظور نہیں کیا گیا اور ایک سال کی رخصت پوری تنخواہ پر دی گئی آخر کار پینتیس (۳۵) سال کی ملازمت کے بعد ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) میں پنشن لے کر خدمت سے سبکدوش ہوئے پانچ چھ سال کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

---

[1] موضع کھُرہ گیا پٹنہ ریلوے لاین کے اسٹیشن بیلا کے قریب سادات کی بستی ہے۔

حضرت شاہ حسین علی کا حلیہ

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کشیدہ قامت متناسب الاعضا اور صبیح اللون تھے اُن کا سینہ چوڑا چہرہ کتابی آنکھیں بڑی اور خوبصورت اور داڑھی گھنی اور لمبی تھا چہرہ سے نہایت درجہ بزرگی اور برگزیدگی ظاہر ہوتی تھی۔ اوس زمانہ کے تمام اقسام کے کے فنون سپہ گری میں کامل تھے۔ گھوڑے کی سواری میں میر کریم اللہ صاحب مرحوم (جن کا حال بعد میں بیان کیا جائے گا) کے شاگرد رشید تھے اور صاحب کمال تھے۔ انتقال سے چند سال پہلے اون کے دونوں ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ کی بیماری پیدا ہوگئی تھی جس سے وہ چلنے پھرنے بلکہ نشست و برخاست سے بھی بالکل معذور ہوگئے تھے لیکن دماغ کی قوت اور سماعت اور بصارت رحلت کے وقت تک ویسی ہی قایم رہی جیسی کہ جوانی میں تھی۔

حضرت شاہ حسین علی کے اخلاق و عادات

وہ بڑوں کا بہت احترام کرتے اور چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے اپنے برابر کے لوگوں سے نہایت گرمجوشی اور محبت سے ملا کرتے اور اُن کی صحبتوں میں بہت زندہ دلی کا اظہار کرتے۔ عزیزوں اور قرابت داروں کی ہر طرح خبر لیتے رہتے اور اُن کی ہر ضرورت کے وقت امداد کرتے اہل برادری کے نادار لوگوں کی پوشیدہ طور پر امداد کرکے اون کی لڑکیوں کی شادی کرا دیتے۔ جب تک رعشہ کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے معذور نہیں ہوئے اُون کا ہمیشہ معمول رہا کہ اشراق کے بعد ایک پیالی چاء پی کر ہاتھ میں لکڑی لے کر گھر سے نکلتے اور تمام بستی میں پھر کر پہلے ہر عزیز و قرابت دار کے گھر جاتے اور سب کی خیریت اور ضرورت دریافت کرتے اوس کے بعد دوسرے اہل بستی کے گھروں پر جا کر اون کی خیریت دریافت کرتے نو بجے تک گھر واپس آتے اور چاشت کی نماز کے بعد پھر چاء پیتے اور باہر کے برآمدہ میں آکر بیٹھ جاتے اس وقت جو لوگ آتے اون سے ملتے چونکہ طبیب بھی تھے اس لئے اہل بستی کا

علاج بھی کر لیتے تھے اور اُن کو اپنے پاس سے دوائیں دیتے تھے جو بیمار اون کے پاس نہیں آسکتا تھا خود اوس کے گھر جا کر اوس کو دیکھ لیتے تھے۔ چونکہ صائب الرائے تھے اس لئے لوگ ان کے پاس آتے اور اپنے معاملات میں رائے لیتے اور اون کو نہایت صایب رائے پایا کرتی۔ ملازمت کے حالت میں بھی وہ طلبا کو درس دیتے اور اہل طلب کو مرید کرتے تھے۔ بیر بگہ اور اطراف کے بستیوں کے بہت لوگ اون سے مرید تھے اون کا وقت ضائع نہیں ہوتا تھا اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے پنشن کے بعد اُن کا معمول رہا کہ رات کو کھانا کر ساڑھے نو بجے استراحت فرماتے۔ دو بجے بیدار ہو جاتے اور اشراق کے وقت تک نماز و وظایف اور اشغال و اذکار میں مصروف رہتے۔ اشراق کے بعد بستی میں گشت کرتے چاشت کے وقت واپس آکر چاشت کی نماز پڑھتے اور چاء پی کر برآمدہ میں بیٹھتے۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر قیلولہ کرتے دو بجے بیدار ہو کر ظہر کی نماز ادا کرتے اور عصر تک تلاوت کلام اللہ شریف میں مصروف رہتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر برآمدہ میں تشریف لاتے اور مغرب تک لوگوں سے ملتے رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سے عشا تک وہ ذکر مراقبہ اور اشغال میں مصروف رہتے۔ سخاوت اور شجاعت صبر اور تحمل، رضا اور تسلیم میں وہ اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے۔

حضرت شاہ حسین علیؒ کی اولاد اور اولاد کے فوت ہونے پر اُن کا صبر و تحمل۔

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کو اللہ تعالٰی نے ایک بیٹی اور پانچ بیٹے دئے بیٹی سب اولاد میں بڑی تھیں اون کی شادی قصبہ[ف] ارول میں شاہ شجاعت حسین صاحب مرحوم سے ہوی اون کے اکلوتے فرزند سید شاہ محمد قاسم صاحب اپنے والد کی جگہ ارول میں سجادہ نشین ہیں۔ بیٹوں میں سب میں بڑے شاہ عبد الغنی صاحب تھے اون کے بعد مولوی

ف گیا سے آرہ کے راستہ میں اور گیا سے ۴۴ میل پر یہ قصبہ سون ندی کے کنارے واقع ہے سادات اور مشایخین کی بستی ہے۔

محمد رشید پھر مولوی محمد نقی پھر مولوی شاہ محمد تقی اور سب میں چھوٹے مولوی محمد ذکی تھے
جن کی شادی حضرت باقر کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ پنشن لینے کے بعد حضرت
سید شاہ حسین علی قدس سرہ کے صبر و تحمل رضا و تسلیم کا امتحان شروع ہوا۔ وہ رعشہ کے
مرض میں مبتلا ہوئے اور ہاتھ پاؤں سے بالکل معذور ہو گئے اور اس کی وجہ سے آخر
عمر تک سخت تکلیف اوٹھاتے رہے باوجود اس کے اون کے معمولات نماز روزہ ورد و
وظایف اور اشتغال ظاہری و باطنی میں مطلق کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور رحلت کے وقت
تک اس حالت پر استقامت کے ساتھ قایم رہے جسمانی تکلیف کے علاوہ وہ اُن مصایب
میں مبتلا ہوئے جو انسان کے لئے سخت ترین ابتلا ہے ۔ سنہ ۱۲۹۸ھ میں اون کے چھوٹے
فرزند مولوی محمد ذکی دق میں مبتلا ہوئے اور انتقال کر گئے۔ اون کے بعد ان کے
بڑے فرزند مولوی عبدالغنی (جو سررشتہ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے)
انتقال کر گئے۔ پھر بیٹی اور بیوی کا انتقال ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اون کے نہایت
محبوب فرزند مولوی محمد نقی (جو سررشتۂ عدالت میں مامور ہو کر گیا کے سب ڈیویزن اورنگ آباد
پر متعین ہوئے تھے) ایک روز کچہری سے آکر عصر کی نماز کے لئے وضو کرتے کرتے بیمار
ہوئے اور چند گھنٹوں میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس پیرانہ سالی اور جسمانی معذوری
کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین بیٹوں کا پے در پے انتقال ہوا مگر
اون کو ذرا لغزش نہیں ہوی اور صبر و استقامت رضا او تسلیم کا دامن اُن کے ہاتھ سے
نہیں چھوٹا۔ مولوی محمد نقی کا جس وقت انتقال ہوا اون کے چچا حضرت باقر قدس سرہ
پٹنہ میں تھے۔ بڑے بھائی نے اس حادثہ کی اطلاع اُن کو تار دے کر کی۔ اِن بھتیجے کو
وہ بھی بہت عزیز رکھتے تھے خبر کے سُنتے ہی بیتاب ہو کر بیربگہ روانہ ہو گئے۔ عصر کے

وقت بھائی کے پاس پہنچے وہ حسب معمول برآمدہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت باقر نے بھائی کو سلام کیا اور اُن کی بوڑھی معصوم صورت دیکھ کر بے اختیار ہوگئے اور جس وقت قدمبوسی کو جھکے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا۔حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ نے فرمایا" ہاں ہاں باقر صبر صبر۔جناب باری کا ارشاد یاد کرو فرماتا ہے :۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ یہ وقت صبر اور استقامت کا ہے اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی التجا کرو اور ثابت قدم رہو"۔ اللہ اللہ۔پیری اور معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین جوان نہایت صالح اور سعادت مند بیٹے داغ مفارقت دیتے ہیں اور باپ اپنے چھوٹے بھائی کو رضا و تسلیم کی ہدایت کرتا ہے !۔ رضا اور تسلیم صبر و استقامت کی یہ حالت صرف اولیاء اللہ ہی میں پائی جاسکتی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اس بشارت کے مصداق ہیں۔ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝

حضرت شاہ حسین علیؒ کی رحلت

حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کی رحلت پیر نگہ میں ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۸۸۹ء یکشنبہ کو صبح کے چار بجے نماز صبح کے آغاز وقت سے ایک گھنٹہ پہلے واقع ہوئی

نماز ظہر کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اُس کے بعد بیر بگہہ کی مسجد کے متصل دفن کئے گئے۔

اون کی رحلت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اون کی عادت تھی کہ عشا کی نماز کے بعد وہ کھانا کھاکر سوجاتے تھے۔ جس صبح کو اون کا انتقال ہوا اوس شب کو کھانا نہیں کھایا اور نماز عشا کے بعد خدمتگاروں کو جو رات کی خدمت پر متعین تھے فرمایا کہ تم لوگ حسب معمول حجرہ کے باہر بیٹھو اور مجھے جائے نماز پر بیٹھا رہنے دو۔ آدہی رات کے کچھ بعد خدمتگار کو بلایا اور استنجا کر کے وضو کیا اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ تین بجے شب کو خدمتگار کو کہا کہ "تقی کو بلالاؤ"۔ خلاف معمول طلبی پر مولوی محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور فوراً حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اُس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے اب میرا بھی وقت آچکا ہے اور جانے والا ہوں۔ شاہ محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور رونے لگے۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہنے دو اوس کے بعد چند منٹ تک اون سے گفتگو کر کے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "تقی کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا" اونھوں نے عرض کیا کہ ابھی تو دیر ہے۔ اس کے بعد آدھے گھنٹہ تک پھر مراقب بیٹھے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا شاہ محمد تقی صاحب نے کہا کہ نہیں۔ اونہوں نے حکم دیا کہ جاؤ باہر آسمان کو دیکھو وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ ابھی تو ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ یہ سنکر حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمام عمر نماز وقت پر پڑھی ہے آج جب مہلت نہیں ہے تو قبل از وقت ہی سہی یہ کہکر اونہوں نے صبح کی سنت اور فرض نمازیں ادا کیں اور مراقب بیٹھ گئے اور رگرہ آئے عالم جاودانی ہوئے۔

فرزندان حضرت شاہ حسین علی رح

حضرت شاہ حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اون کے دو فرزند باقی رہے۔ ایک مولوی

محمد رشید صاحب جو سررشتۂ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے اور ملازمت ہی کے
زمانہ میں ۹ر شوال ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۸۹۹ء کو دوشنبہ کے روز بیر نگر میں
انتقال کیا اور والد کے قریب دفن ہوئے۔ دوسرے مولوی شاہ محمدؐ تقی صاحب تھے
اونھوں نے تکمیل علوم اور سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد پیر نگر میں قیام رکھا اور کسی ملازمت
کی جانب توجہ نہیں کی۔ اُن کی رحلت ۸ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۰ر فروری ۱۹۰۰ء
چہارشنبہ کے روز پیر نگر میں واقع ہوی اور یہ بھی اپنے والد ماجد کے قبر کے نزدیک دفن
کیئے گئے۔ مولوی محمدؐ رشید صاحب لاولد رہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کے اکلوتے
فرزند حکیم افتخار حسین صاحب گیا میں مطب کرتے ہیں۔ مولوی محمدؐ النقی صاحب کے فرزندان
پیر نگر میں ہیں۔ مولوی محمدؐ النقی صاحب مرحوم کے بڑے فرزند شاہ واعظ الدین محمدؐ رضی مرحوم
شب ۱۹ر جمادی الاول ۱۲۹۴ھ مطابق یکم جون ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ تجارت کی غرض
سے امریکہ گئے تھے وہاں صوبہ میچگین کے شہر ڈی ٹرایٹ میں بتاریخ ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ
مطابق ۲۸ر سپٹمبر ۱۹۲۸ء کو جمعہ کے دن انتقال کیا اُن کے سب میں چھوٹے بھائی مولوی
سید شاہ زین العابدین ندوی اتفاقاً وہاں اُن کے پاس موجود تھے اونھوں نے
تجہیز و تکفین کی اور جنازہ میں اوس شہر اور قرب وجوار کے شہروں کے رہنے والے ممالک
غیر کے جس قدر مسلمان تھے شریک ہوئے۔ مولوی شاہ زین العابدین سے بڑے دو بھائی
اور ہیں جن میں ایک مولوی شاہ خیر الدین مطلب کرتے ہیں اور دوسرے ملازم
ہیں۔ مولوی محمدؐ ذکی صاحب مرحوم نے دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے۔ اون
میں سے ایک تو والد کی رحلت سے تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گیا اور دوسرا
جس کا نام محمود بختیار تھا چودہ سال کی عمر میں بیمار رہا۔ اثنائے علالت میں بیان کیا جاتا ہے

کہ دوا میں کسی طرح زہر مل گیا جس کے پینے سے اوس کی ہلاکت واقع ہوی۔ یہ بچہ حضرت باقؔر کا نواسہ تھا اُس کے انتقال سے اون کو بہت رنج ہوا۔ دیوان باقر کے قطعات میں قطعہ (۲۷) اِسی بچے کے انتقال کے متعلق ہے۔

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے مولوی شاہ محمد تقی مرحوم کو سلسلۂ قادریہ میں مرید کرکے قادریہ و چشتیہ و فردوسیہ طریقوں میں خلافت دی۔ اُون کے فرزند مولوی شاہ واعظ الدین محمد رضی دادا سے مرید ہوئے اور اپنے والد سے ان تینوں طریقوں میں خلافت حاصل کی انتقال کے چند روز پیشتر اونہوں نے چھوٹے بھائی مولوی شاہ زین العابدین ندوی کو سلسلۂ فردوسیہ میں مرید کیا اور تینوں سلسلوں میں خلافت دی۔ مولوی زین العابدین ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے اور ابھی نوجوان ہیں مدرسۂ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی ہے اور فارغ التحصیل عالم ہیں۔ امریکہ کے قیام کے زمانہ میں چند مختلف فنون کو سیکھا اعلیٰ سندیں حاصل کی ہیں۔ طول اللہ عمرہ

حضرت باقر کی ولادت اور ابتدائی تعلیم

ملک الشعراء شہید محبت الٰہی حضرت سید شاہ باقر علی المتخلص بہ باقؔر علیہ الرحمۃ ہشتم ماہ محرم الحرام ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۹ جون ۱۸۳۱ء کو یکشنبہ کے روز طلوع صبح صادق کے وقت برگہ میں پیدا ہوئے ڈھائی سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ اُون کے سر سے اُٹھ گیا۔ والدین کے سب میں چھوٹے فرزند تھے اور اِس قدر کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے اِس لئے والدہ ماجدہ نے غیر معمولی شفقت مادری کے ساتھ اُون کی پرورش کی۔ پانچویں سال کی عمر میں اُون کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور قرآن پاک اُون کو والدہ ماجدہ نے خود پڑھایا اُوس کے بعد ایک استاد ملازم رکھے گئے جنھوں نے گلستان تک فارسی پڑھائی

اوس کے بعد عربی شروع کرائی گئی تیرہ چودہ سال کی عمر میں اونھوں نے صرف و نحو میں شرح جامی اور منطق میں شرح تہذیب اور فقہ میں قدوری اور شرح وقایہ تک نصاب کو ختم کیا۔

اوس کے بعد عربی کے درس کا سلسلہ رک گیا اور حضرت باقر نے فطری رجحان او رمناسبت کے باعث فارسی کی جانب بطور خود توجہ کی اور اِس زبان کی متداول کتابوں اور کتب لغت اور شعراء کے دواوین کا مطالعہ شروع کیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں زبان فارسی کی لغات اور ادب اور شعراء کے کلام پر کامل تحقیق کے ساتھ حاوی ہوگئے اور شعر بھی کہنے لگے۔

فنون سپہ گری کی تعلیم

اُس زمانہ میں شرفا کی اولاد کو جس طرح علم کا حاصل کرنا ضروری تھا اوسی طرح فنون سپہ گری کو بھی سیکھنا کم و بیش لازمی خیال کیا جاتا تھا۔ گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں لکڑی اور گتکہ پٹا اور بانا کا بہت رواج تھا اور شریفوں کی ہر بستی میں اس فن کے ایک دو استاد (جو خلیفہ کہے جاتے تھے) ضرور موجود رہتے تھے جو لڑکوں کو اِن فنون کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ پیر بگہہ میں بھی اوس وقت اِس فن کے ایک اُستاد مداری خلیفہ نامی تھے۔ نو دس سال کی عمر میں حضرت باقر گتکہ وغیرہ کے فنون میں اون کے شاگرد ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اون کے عزیزوں میں ایک بزرگ میر یار محمد صاحب پیر بگھوی نے جو اس فن میں نہایت کامل تھے اون کی تعلیم شروع کی اور بہت جلد اون کو کامل کر دیا۔

میر کریم اللہ صاحب سے حضرت باقر کا فنون سپہ گری حاصل کرنا

حضرت باقر کے دور کے رشتہ داروں میں میر کریم اللہ صاحب نامی ایک بزرگ تھے اون کا مکان گیا میں حضرت باقر کے مکان کے متصل تھا۔ پیر بگہہ کے قریب ایک موضع بڑہیگہ میں اون کی زمینداری تھی جس کی آمدنی پر اون کی گذر تھی۔ یہ بزرگ فنون سپہ گری کے جملہ اقسام میں اور گھوڑے کی سواری اور کوڑا مارنے کے فن میں یکتائے روزگار تھے۔ تمام صوبہ بہار میں اون کے پاسنگ کا ایک شخص بھی نہیں تھا۔ اون کو افیون کھانے کا شوق تھا اور

افیونیوں کا اون کے گھر پر مجمع رہا کرتا تھا لیکن افیونی ہونے کے باوجود اون کی تہجد اور صبح کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ دبلے پتلے آدمی تھے لیکن قوت بہت رکھتے تھے اسّی سال کی عمر میں ۱۲۹۱ھ میں اونکا انتقال ہوا۔ اس عمر میں بھی اون کے قوی ایسے تھے کہ انتقال سے کچھ پہلے تک روزانہ تین چار شاگردوں کو لکڑی اور تلوار کی مشق کرا کر تھکا دیتے تھے اون کی بہادری اور مختلف فنون سپہ گری میں اون کے کمال کے عجیب عجیب قصے میں نے والدی حضرت باقر علیہ الرحمۃ سے سنے ہیں لیکن اون کو قلمبند کرنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے

لکڑی اور گتکہ وغیرہ کے فنون کی تکمیل کے بعد حضرت باقر علیہ الرحمۃ میر کریم اللہ صاحب مرحوم مغفور کے شاگرد ہوئے اور نو دس سال تک بہت محنت کرکے تیر اندازی شمشیر زنی پھیکی بانک بنوٹ، گھوڑے کی سواری، نیزہ بازی اور کوڑا مارنے کے فن میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ استاد فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے جو کچھ آتا تھا میں نے باقر کو سب کچھ سکھا دیا اور وہ میرے برابر ہو گئے"۔ ان فنون کے ساتھ ساتھ حضرت باقر نے کشتی کا فن بھی سیکھا تھا لیکن اس فن میں اون کے استاد کا حال راقم کو معلوم نہیں ہوا۔ بانک اور بنوٹ کے جاننے والے اوس وقت بھی کم تھے اور اب شمالی ہند میں ان دونوں فنون کا جاننے والا شاید ہی کوئی باقی رہا ہو۔ حیدر آباد دکن میں تیس چالیس سال قبل تک اون کے جاننے والے متعدد آدمی موجود تھے اب یہاں بھی شاذ و نادر باقی رہ گئے ہیں۔ یہہ دو فن تھے جو صرف شریفوں ہی کی اولاد کو سکھائے جاتے تھے اور ان میں بھی صرف اون لوگوں کو جن کے حلم اور ضبط نفس کی قوت کی جانب سے استاد کو اطمینان ہو لیتا تھا۔ کوڑا مارنے کا ایک خاص فن تھا جس کا مہارت رکھنے والا کوڑے سے قریب قریب تلوار کا کام لے سکتا تھا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم کے زمانہ میں اس فن کا جاننے والا صوبہ بہار میں بجز اون کے دوسرا کوئی نہیں تھا اور

اونھوں نے بجز حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے یہ فن پوری طرح کسی کو نہیں سکھایا۔ گھوڑے کی سواری میں اب چابک یا پتلی بیت ہاتھ میں رکھنے کا رواج ہوگیا ہے۔ چالیس سال قبل تک چابک سوار سواری کے وقت ہاتھ میں کوڑا رکھا کرتے تھے۔ سوت کے نہایت مضبوط تاگوں کی باریک باریک ڈوریاں بٹ لی جاتی تھیں ان ڈوریوں کو باہم بٹ کر تقریباً تین فٹ لمبی گاؤ دم چابک بنائی جاتی تھی جو ایک جانب نر انگشت کے برابر موٹی اور دوسری جانب باریک ہوتی تھی۔ اِس چابک کو موٹی بیت کے دو فیٹ کے ٹکڑے میں اس مضبوطی سے باندھ دیتے تھے کہ کبھی نکل نہیں سکتی تھی۔ صوبہ بہار کی اصطلاح میں اسے کوڑا کہتے تھے۔

کوڑے سے مارنے کا ایک ناگوار واقعہ

ایک ناگوار واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے حضرت باقر کے کوڑے زنی کے کمال کی صوبہ بہار میں شہرت ہوگئی۔ گیا میں جس جگہ اون کا مکان تھا اوس سے تھوڑے فاصلہ پر لب سڑک ضلع کا محبس واقع تھا اِسی لئے اِس محلہ کا نام ابھی تک محلہ پرانا جیل خانہ ہے۔ دسمبر ۱۸۵۵ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت باقر محبس کے سامنے سڑک پر گھوڑا پھیر رہے تھے جیل کے دروازہ کے سامنے پولیس کا ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ انکو گھوڑا پھیرتے دیکھ کر قریب آیا اور نہایت تحکمانہ لہجے میں گھوڑا پھیرنے سے منع کیا اونھوں نے کہا کہ ہم تو سڑک پر گھوڑا پھیر رہے ہیں اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔ وہ اوس زمانے کے پولیس کے سپاہی تھے اپنے حکم کے خلاف ایسا جواب سننے کی تاب اونہیں کہاں ہوسکتی تھی بے تکلف گالی دے بیٹھے۔ حضرت باقر سنتے ہی بے اختیار ہوگئے اور ایک کوڑا اوس کے کمر پر مارا وہ گر گیا اور انہوں نے گھوڑے کو گھر کی جانب موڑا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم اپنے گھر میں بیٹھے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے کوڑے کی آواز اون کے کانوں تک پہنچی خیال کیا کہ گھوڑے کو مارا اور بے ساختہ چلا اوٹھے "مار ڈالا اس لڑکے نے گھوڑے کو" اور آواز کی جانب دوڑے

راستہ میں حضرت باقر ملے اور واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے فرمایا" تم نے غضب کر دیا اسی وقت اسی حالت میں آرہ روانہ ہو جاؤ اور جس قدر جلد ہو سکے وہاں پہنچ جاؤ" حضرت باقر نے بھی واقعہ کی سنگینی کا احساس کیا اور اسی گھوڑے پر اوسی وقت آرہ روانہ ہو گئے۔
اوس زمانہ میں ریل نہیں تھی اور گیا سے آرہ تک کوئی پختہ سڑک بھی نہیں تھی۔ خام راستے براہ ٹکاری ارول اور سہار بہتر میل سے کسی قدر زیادہ کا فاصلہ تھا۔ ارول اور سہار کے درمیان سون ندی واقع ہے جس کا عرض تین میل ہے۔ موسم سرما میں بھی پانی بہت رہتا ہے اور پانی کے دونوں جانب دور دور تک نہایت نرم ریت پھیلی رہتی ہے۔ حضرت باقر شبا شب چلے گئے گھوڑا قیمتی اور مضبوط تھا صبح کی نماز کے وقت اوس نے آرہ پہنچا دیا۔ وہاں پہنچکر بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادرؒ (جو آرہ کے صدر ڈیویزن پر ڈپٹی کلکٹر تھے) کے خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اونھوں نے اطمینان دلایا اور اپنے پاس ٹھہرالیا۔ وہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ سپاہی گرم یونیفام پر موٹی بانات کا اوور کوٹ پہن کر پہرہ دے رہا تھا۔ کوڑے کا ضرب اس قدر شدید تھا کہ اوس نے اوور کوٹ اور گرم بانات کے کوٹ کو کاٹ کر سپاہی کے کمر میں گہرا زخم ڈالدیا وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرے سپاہی اوس کو اٹھا لے گئے اور جیلر نے دواخانہ بھیجدیا۔ ڈاکٹر نے تلوار کے زخم کا بعد اقتنامہ دیا اور حضرت باقر پر مقدمہ قایم ہوا اور کچھ دنوں دوران کے بعد خارج ہو گیا اور حضرت باقر کی براءت ہو گئی۔ اوس وقت کے معمولی لوگ بھی اہل کمال کے عجیب قدر شناس ہوا کرتے تھے دوران مقدمہ میں سپاہی کو معلوم ہوا کہ اون کو تلوار کا نہیں بلکہ کوڑے کا زخم لگا تھا تو نہایت متعجب ہوئے اور مقدمہ سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا لیکن قانوناً اس کی اجازت نہیں ملی۔ ختم مقدمہ کے بعد اونھوں نے ایک مہینہ کی رخصت لی اور چلتے ہوئے

آرہ آئے اور حضرت باقر سے ملکر بہت دیر تک اُون کا ہاتھ چومتے رہے اور اونکے کمال کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت باقر نے اون کو اپنے پاس ٹھرایا اور بہت خاطر و مدارات کی وہ سپاہی جب تک زندہ رہے سال میں ایک دو بار آکر اوُن سے مل لیتے تھے اور حضرت باقر اوُن کی انتقال کے بعد اوُن کی اولاد کے برسوں خبر گیراں رہے۔ اِس واقعہ کی شہرت تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں پھیل گئی اور "مولوی باقر صاحب کا کوڑا" جابجا ضرب المثل ہوگیا اوس واقعہ کو جاننے والے ابھی تک کچھ لوگ زندہ اور موجود ہیں۔

حضرت باقر کا فن پنجہ کشی حاصل کرنا اور اون کے استاد کا حال

حضرت باقر نے پنجہ کشی کا فن بھی بہت محنت سے سیکھا تھا اور کمال حاصل کیا تھا۔ اون کے استاد (راقم کو اُن کا نام یاد نہیں رہا) ضلع پٹنہ کے ایک موضع کے رہنے والے تھے آدمی درحقیقت نہایت عابد وزاہد اور بہت ہی بزرگ تھے لیکن وضع عجیب و غریب رکھی تھی۔ نہایت حسین اور خوشرو جوان تھے ہاتھوں میں مہندی لگاتے تھے اور دانتوں میں مسّی ملتے تھے سر کے بال بہت بڑھائے رہتے تھے اور اُسمیں خوشبو تیل خوب لگائے رہتے تھے زر کے کام کی ٹوپی گلبدن اور کامدانی کا کرتہ اور انگرکھا مشروع کا پائجامہ اور زرین جوتا پہنا کرتے تھے۔ ظاہری طریقہ اونہوں نے ایسا رکھا تھا کہ لوگ اون کی جانب اچھا خیال نہیں رکھتے تھے اور عیاش سمجھتے تھے۔ حضرت باقر راقم سے فرماتے تھے کہ میں ایک روز پٹنہ آنے کے لئے مقام اسٹیشن پر کلکتہ سے آنے والی گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ جب گاڑی آئی تو اسُ میں استاد کو بیٹھا ہوا دیکھا اور انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور نہایت کمزور و ناتواں دیکھکر مزاج کی کیفیت پوچھی استاد نے فرمایا کہ برادر میں بنگالہ کے ایک دیہات میں تھا ایک بنگالی عورت مبتلا ہوئی اور اوس نے ناجائز خواہش کا اظہار کیا قطعی انکار کی وجہ سے وہ بیحد ناراض ہوئی اور اِس قدر ایذا اور تکلیف مجھے پہنچائی کہ میں بیمار ہوگیا۔ دو ماہ کی علالت میں جب

حالت خراب ہوی تو بارگاہ الٰہی میں میں نے التجا کی کہ اگر موت آچکی ہے تو اس قدر قوت مرحمت ہو کہ گھر والدہ کے پاس پہنچ جاؤں حق سبحانہ وتعالیٰ نے التجا قبول کی اور میں اس قابل ہوا کہ گھر جا رہا ہوں وہاں پہنچکر دو چار روز میں رخصت ہو جاؤں گا، میں نے کچھ تشفی آمیز باتیں کیں لیکن اونہوں نے فرمایا کہ میری موت آچکی ہے اور چند روز میں تم سن لوگے۔ بختیار پور کے اسٹیشن پر وہ اتر گئے اور میں پٹنہ آیا۔ چند روز کے بعد اون کی رحلت کی خبر سنی اور معلوم ہوا کہ اون کی موت اوس طرح ہوی جیسے اولیا کی موت اکثر ہوا کرتی ہے۔"

حضرت باقر استاد کی اصلی حالت سے واقف تھے اور جب تعزیت کے لئے اون کے گھر گئے تو اون کی والدہ سے اون کے حالات مفصل طور پر معلوم ہوئے۔ اون کی والدہ نے فرمایا کہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں اون کو شب بیداری کی عادت ہو گئی تھی عشا کی نماز کے بعد حجرہ میں بند ہو جاتے تھے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے تھے پچھلی رات کو سجدہ میں جاتے اور صبح تک اس قدر روتے کہ جانماز بھیگ جاتی تھی۔ چھت سے ایک رسّی لٹکا رکھی تھی کبھی جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سر کے بالوں کو (جن کو اسی غرض سے بڑھا رکھا تھا) رسّی سے باندھ دیتے تھے تاکہ تکلیف ہو اور نیند نہ آئے۔ والدہ سے اونھوں نے اقرار لیا تھا کہ اون کا راز کسی پر افشا نہ کریں اور وہ متاہل بھی نہیں ہوے اسلئے کہ اوس سے نہ اونکا راز قایم رہے گا اور نہ یکسوئی باقی رہے گی۔ اون کے انتقال سے ایک سال کے بعد اون کی والدہ نے اپنے دو عزیزوں کو بلا کر کچھ روپیہ دیا کہ اون کے فرزند کی قبر پختہ کر دی جائے۔ اینٹ وغیرہ جمع ہونے کے بعد جب مزدوروں نے کام شروع کیا تو اون کی قبر کھل گئی اور ان کی نعش نہایت محفوظ حالت میں دیکھی گئی اور کفن بھی نہایت سفید اور محفوظ پایا گیا بستی کے لوگوں کو خبر ہوی سب نے آکر دیکھا آخر اون کی والدہ کی اجازت سے

قبر بند کر دی گئی اور پختہ نہ بن سکی

امراؤ خاں صاحب اور حضرت باقر کا ان سے بندوق بازی کا فن حاصل کرنا۔

سنہ ۱۲۹۶ھ (سنہ ۱۸۷۹ع) میں حضرت باقر ضلع موتیہاری میں متعین تھے اور قصبہ بڑہروا[1] اون کا مستقر تھا۔ ایک مرتبہ وہ بتیا گئے وہاں امراؤ خاں صاحب بھوپالی سے ملاقات ہوی۔ یہ بزرگ اوس وقت چالیس سال عمر کے تھے اور بندوق چلانے کے فن میں بہت باکمال تھے اون کا ایک کمال یہ تھا کہ کسی درخت سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر اوس کی جانب پیٹھ کر کے اور گولی بھری ہوی بندوق کندھے پر رکھکر کھڑے ہوجاتے درخت پر کوئی چڑیا جس وقت بولتی اوس کی آواز پر بندوق سر کرتے اور گولی سے اوس کو گرا دیتے پھرتے پھراتے وہ مہاراجہ بتیا کے پاس اِس امید پر آئے تھے کہ اون کے کمال کو دیکھکر وہ ملازم رکھ لیں گے۔ یہ مہاراجہ بہت معمر آدمی تھے، فارسی اور عربی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اہل کمال کے قدر داں تھے اور پرانے اخلاق کے نمونہ تھے امراؤ خاں صاحب کے کمالات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن کسی وجہ سے ملازم نہیں رکھ سکے اور معقول انعام واکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ حضرت باقر اون سے بتیا میں ملے اون کے کمال سے واقف ہوئے اور اون کو اور اون کے سات آٹھ ہمراہیوں اور ملازموں کو ہمراہ لے کر بڑہروا آئے اور چار پانچ ماہ تک اون کو اور اون کے ساتھیوں کو نہایت احترام اور آرام سے اپنے پاس ٹھہرا کر اون سے بندوق کا فن سیکھا۔ حضرت باقر سے رخصت ہو کر امراؤ خاں صاحب آرہ آئے اور آرہ سے ڈمراؤں گئے۔ مہاراجہ ڈمراؤں نے اون کو اپنے پاس رکھ لیا وہاں وہ آخر عمر تک رہے اور سنہ ۱۹۰۱ع یا سنہ ۱۹۰۲ع میں وہاں انتقال کیا۔

بندوق بازی اور دوسرے فنون سپہ گری کے حاصل کرنے سے حضرت باقر کا منشا

حضرت باقر نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں امراؤ خاں صاحب سے بندوق کا فن سیکھا

---

[1] یہہ قصبہ بتیا سے چودہ میل جانب جنوب واقع ہے

تھا اور اُن کی اور اُن کے ہمراہیوں کی مہمانداری اور خاطر و مدارات میں بہت روپیہ صرف کیا تھا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اس عمر میں اور اس قدر روپیہ صرف کرکے اس فن کو سیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ چونکہ اون کو شکار کا مطلق شوق نہیں تھا اس لئے لوگ اور بھی زیادہ متعجب ہوتے تھے لیکن کسی کو اُن سے پوچھنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ بہت دنوں کے بعد ایک روز اُن کے چند دوست اون کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے اثنائے گفتگو میں فنون سپہ گری کا بھی ذکر آیا۔ حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مسلمان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہوسکے فنون سپہ گری کو سیکھے اور اون میں مشق کو قایم رکھے ہمارے اعمال کے بدولت جہاد کے شرف سے ہم بالکل محروم ہوچکے ہیں لیکن حق سبحانہ و تعالی کا فضل منقطع نہیں ہوا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اوس کی عنایت مبذول ہو اور جہاد کا موقع ہاتھ آئے فنون سپہ گری اوس وقت کام آئیں گے ورنہ جو شخص اون سے ناواقف ہے وہ یا تو پست ہمت ہو کر پیچھے رہ جائیگا یا مفت میں جان دے گا۔ حضرت باقر نے جس وقت یہ کہا اوس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان فنون کو اس قدر محنت اور شغف سے حاصل کرنے میں ان کی نیت کیا تھی سچ ہے نیت المومن خیر من عملہ اور انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی

حضرت باقر کے استاد مولانا مہدی حسن رح اور استاد الاستاد قاضی القضات مولانا فضل اللہ

حضرت باقر قدس سرہٗ کی عربی تعلیم ملتوی ہوگئی تھی اوس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ منطق اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کے بعد اون کو پیرگہ میں اون کی مرضی کے مطابق استاد نہیں مل سکے مزید براں فنون سپہ گری اور گھوڑے کی سواری کی مشق میں اون کو انہماک ہو گیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد اونھوں نے عربی کی درسیات کی تکمیل کی جانب پھر توجہ کی اور اون کو استاد بھی اون کی مرضی کے مطابق مل گئے یہ بزرگ موضع بیتھو کے رہنے والے مولانا مہدی حسن صاحب علیہ الرحمۃ تھے اونھوں نے ابتدائی درسی

کتابیں صوبہ بہار کے علما سے پڑھیں اوس کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ اوس زمانہ تک کلکتہ میں بڑے بڑے علما و فضلا موجود تھے اور علوم قدیمہ کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ اوس وقت کے علما میں سب سے زیادہ فاضل متبحر قاضی القضات مولنا فضل الرحمن بن مولانا محمد واجد بردوانی تھے۔ یہ بزرگ علم و فضل میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ حضرت سید عبد الرحمن چشتی صابری لکھنوی کی مشہور کتاب کلمۃ الحق کی نہایت عالمانہ شرح موسوم بالتشیید فی مبانی کلمۃ التوحید ۱۲۶۹ھ میں لکھی اور ۱۲۷۰ھ میں کلکتہ میں طبع کرائی تھی۔ مولانا مہدی حسن علیہ الرحمہ کلکتہ پہنچکر اون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہدایہ کا سبق شروع کیا اور معقولات کی کتابیں بھی پڑھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن قاضی القضات صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولنا مہدی حسن صاحب کی ذہانت اور جودت طبع کو دیکھ کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ معقولات کے پڑھانے کے لئے خود بخود راضی ہو گئے۔ مولانا نے فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام تفسیر اور اصول تفسیر اور حدیث کی دو تین کتابیں اور حساب اور ریاضی کی سب متداول کتابیں اون سے پڑھکر سند فضیلت حاصل کی۔ حضرت قاضی القضات صاحب کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی تھی لیکن مہدی حسن کی ذہانت اور ذکاوت نے میری توبہ توڑ دی۔

حضرت باقر کا علوم عربیہ کی تکمیل کرنا

۱۲۷۲ھ میں حضرت باقر علیہ الرحمہ نے مولانا مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیر نگر میں پڑھنا شروع کیا لیکن ۱۲۷۳ھ میں آرہ چلے آئے اور درس ملتوی ہو گیا اوس سال جب غدر ہوا حضرت باقر آرہ سے پیر نگر چلے گئے اور درس کو پھر جاری کیا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد حضرت باقر کے بڑے بھائی حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ سیوان سے

متبدل ہوکر آرہ آئے اور حضرت باقر بھی مولانا مہدی حسن صاحب کو ہمراہ لے کر آرہ آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا اور اون سے پڑھنا شروع کیا۔ اور تین سال میں تمام متداول کتابیں ختم کیں ۔ مولانا مہدی حسن صاحب مرحوم کو حضرت شاہ حسین علی صاحب نے ایک ملازمت بھی دلوادی جس کی وجہ سے وہ سات آٹھ سال آرہ میں مقیم رہے اوس کے بعد ترک ملازمت کرکے بیتھو چلے گئے اور وہاں ۱۲۹۳ھ میں راہی ملک بقا ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً استاد اور شاگرد میں بے حد محبت ہوگئی تھی حضرت باقر جس قدر شوق سے پڑھتے تھے اوسی قدر محبت اور توجہ سے مولنا اونھیں پڑھاتے تھے ۔حضرت باقر اپنی آخر عمر تک استاد کے علم و فضل اور اُن کی عنایت اور شفقت کا بہت ہی محبت سے ذکر کیا کرتے رہے ۔ فرمایا کرتے تھے کہ راتوں کو استاد استراحت فرماتے اور میں کتاب کا مطالعہ کیا کرتا جب کبھی ایسا مضمون پیش آجاتا جس کے حل میں دشواری ہوتی میں بے تکلف جاتا اور استاد کا پاؤں دباکر اون کو بیدار کرتا وہ فوراً اوٹھ بیٹھے اور نہایت مسرور ہوکر مطلب بیان فرما دیتے ۔حضرت باقر کو استاد کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ اون کے رحلت کا ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو اِس دیوان کے (صفحہ ۲۹۵) پر ہے اوس کے ایک ایک مصرعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استاد کے انتقال کا حضرت باقر کو کس قدر صدمہ ہوا ۔

حضرت مولنا مہدی حسن علیہ الرحمہ کے اکلوتے فرزند مولنا عبد العلیم صاحب بسمل تخلص اپنے وطن بیتھو میں قیام فرما ہیں اور اون کے فرزند ارجمند گیا میں بیرسٹر ایٹ لا ہیں ۔

جمیع اقسام علوم پر حضرت باقر کی وسعت نظر

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز بڑے پایہ کے اور بہت ہی وسیع النظر اور صاحب تحقیق عالم ہوے ۔ فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام فلسفہ اور معقولات کی سب درسی کتابیں

اونھوں نے بالاستیعاب پڑہی تھیں فقہ کی درسی کتابوں کے علاوہ فتاوے عالمگیری اور
فتاوے قاضی خاں اور رد المحتار کا چند بار مطالعہ کیا تھا اور مولنا عبد العلی بحر العلوم
کی شرح مسلم الثبوت کے مضامین اون کو تقریباً حفظ تھے تفسیر جلالین تفسیر بیضاوی اور
تفسیر احمدی استاد سے پڑھی تھی اون کے علاوہ تفسیر کبیر تفسیر مدارک تفسیر روح البیان اور
چند دوسری تفسیروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا حدیث میں مشکوۃ شریف اور ترمذی
شریف اور صحیح مسلم شریف استاد سے پڑھی تھی بقیہ کتابوں کو پڑھ کر سند کے حاصل کرنے کا
اونھیں موقع نہیں ملا۔ عقاید میں شرح مقاصد اور شرح مواقف مولنا مہدی حسن صاحب سے
پوری پڑھی تھیں اور تجرید طوسی کی دونوں شرحیں (قوشجی اور لاہیجی) کا مطالعہ کیا تھا اور
جہاں جہاں دشواری پیش آئی استاد سے حل کیا تھا فلسفہ وغیرہ میں درسیات کے علاوہ
شیخ بوعلی سینا کی شفا، اور اشارات اور علامہ قطب الدین شیرازی کی شرح حکمۃ الاشراق
استاد سے پڑھی تھیں اور اشارات کی دونوں شرحیں (رازی اور طوسی) کا مطالعہ استاد کی
موجودگی میں کیا تھا۔ صدر الدین شیرازی اور میر باقر داماد کی اکثر تصانیف پر اون کو
عبور تھا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی مولانا مہدی حسن صاحب سے پڑھی تھیں اور صحاح جوہری
اور قاموس کا از اول تا آخر چند بار مطالعہ کیا تھا جس سے عربی لغات پر وہ خوب
حاوی تھے۔ ریاضی میں ملا عصمت کی شرح خلاصہ الحساب اور تحریر اقلیدس اور تشریح
الافلاک اور شرح چغمنی اور محقق طوسی کی شرح مجسطی مولنا سے پڑھی تھی۔ طب کی سب
درسی کتابیں بھی تا نوبچہ سے قانون شیخ تک اونھوں نے پڑھی تھیں مگر اس فن میں اُن کے
اساتذہ کا حال راقم کو معلوم نہ ہوسکا۔ تصوف کی کتابوں پر اون کی نظر بہت وسیع تھی۔
قوت القلوب۔ تعرف۔ رسالہ قشیریہ۔ فتوح الغیب۔ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا جو تصوف اور سلوک اور حقایق اور معارف کی اصولی اور جامع کتابیں ہیں چند بار مطالعہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ تصوف کی صدہا کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اون کو بہت ہی ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اِس لئے جو کچھ وہ پڑھ لیتے تھے کبھی نہیں بھولتے تھے اور مشکل ترین مسایل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ درس دینے کا موقع اون کو بہت کم ملا اور ملازمت اور دوسری مشاغل کے باعث درسی کتابوں کی مزاولت بھی نہیں رہی لیکن بارہا دیکھا گیا کہ کسی مسئلہ کے بحث کے وقت وہ کتاب کے مضمون کا حوالہ دیدیتے اور بعض وقت اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے صفحات بھی بتا دیتے تھے۔ شہرت سے بچنے کی وہ بہت کوشش کرتے تھے بریں ہم اون کے علم و فضل کی شہرت نہ صرف خطۂ بہار میں بلکہ صوبہ بنگال میں بھی پھیل گئی تھی اپنا وقت اونھوں نے کبھی ضائع ہونے نہیں دیا۔ فرصت کے وقت مختلف علوم کی کتابیں اور شعرا کے دواوین دیکھا کرتے تھے۔ علوم و فنون کی کتابوں کی اشاعت کا اونھیں بہت خیال تھا۔ غدر کے دو چار سال بعد کلکتہ میں چند علما نے ایک مجلس موسوم بہ "جماعت اشاعت علوم" قایم کی تھی جس کے صدر مولانا محمد وجیہہ اور نائب الصدر مولوی سید کرامت علی الحسینی اور مولوی سید زین الدین حسین خاں بہادر اور مولوی سید اعظم الدین حسین خاں بہادرؒ (نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی مرحوم کے والد اور چچا) تھے اور حضرت باقر اس "جماعت" کے خاص رکن تھے اور اس کے قیام کے اصل محرک بھی وہی تھے۔ اِس مجلس نے عربی اور فارسی کی بہت سی مفید کتابیں طبع کرایں جن میں امام جلال الدین سیوطیؒ کی اتمام الدرایہ لقراء النقایہ اور ابن یمین کے قطعات راقم کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔

حضرت باقر کی گفتگو اور تقریر نہایت مسلسل اور مدلل اور صاف صاف ہوتی تھی

جس مسئلہ کو وہ بیان کرتے اس طرح سلاست اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے کہ سننے والوں کو ذہن نشین ہو جاتا اور کسی طالب علم کو چون وچرا کی گنجایش نہیں ملتی۔ میری عمر جب کم تھی رانوں کو اپنے قریب سلاتے اور نماز روزہ کے مسایل کو اس لطیف طریقوں پر بیان فرماتے کہ میرے ذہن نشین ہو جاتا اور یاد رہ جاتا۔ اوسی کم عمری کے زمانہ میں منطق کے اصطلاحات اور اُن کے معانی کو قصہ کے پیرایہ میں یاد کرا دیا تھا" ایک بادشاہ تھا اوس کا نام تھا علم اوس کے دو بیٹے تھے جن کا نام تھا تصور اور تصدیق الخ"

منشی واصل حسین صاحب خوشنویس سے حضرت باقر کا فن خطاطی سیکھنا

حضرت باقر نے خط نسخ اور خط نستعلیق کی بھی مشق کی تھی اور دونوں خط بہت اچھا لکھتے تھے خصوصاً خط نسخ کے بہت اچھے خوشنویس تھے۔ اِس فن کو اونھوں نے منشی واصل حسین صاحب سے سیکھا تھا۔ یہ بزرگ آگرہ کے قریب کے رہنے والے تھے کسی وجہ سے وطن سے آرہ آئے اور یہاں متاہل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور عدالت میں کسی خدمت پر مامور ہو گئے تھے۔ آخر عمر تک وہ اِسی شہر میں رہے اور ۱۲۹۶ھ ہجری (۱۸۷۹ء) میں موضع دولت پور[1] میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے اور صوبہ بہار میں اون جیسا خوشنویس کوئی نہیں تھا خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں کامل تھے۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے پیر حضرت مولانا شاہ قیام الصدیق قدس اللہ سرہٗ کے مرید تھے۔ اِس حیثیت سے حضرت باقر سے اُون کو بہت محبت تھی اور فن خوشنویسی کی مشق اون کو کمال توجہ سے کرائی تھی۔ یہ عام طور پر مشہور رہے کہ پنجہ کش خوشنویس نہیں ہو سکتا لیکن حضرت باقر دونوں میں صاحب کمال تھے۔

حضرت باقر کا ملازمت قبول کرنا

غدر ۱۸۵۷ء کے فرو ہونے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادر علیہ الرحمہ آرہ

---

[1] یہ موضع آرہ سے تین میل شمال کی جانب واقع ہے۔

متبدل ہوگئے تھے اون کی قیام کی وجہ سے حضرت باقر اپنے استاد حضرت مولانا مہدی حسن کو ہمراہ لے کر آرہ آگئے۔ اس اقامت کے زمانہ میں حضرت سید شاہ حسین علی صاحب جب کبھی انگریز افسروں کی ملاقات کو جاتے تو حضرت باقر کو بھی ہمراہ لیجاتے۔ ایک مرتبہ لفٹیننٹ گورنر دورہ پر آئے حضرت شاہ حسین علی صاحب نے حضرت باقر کو اُن سے ملایا اون کی وجاہت دیکھکر اور مقامی افسروں سے اون کے حالات کو سن کر لفٹیننٹ گورنر نے ملازمت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت باقر اون کا کہنا ٹال نہیں سکے اور ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) میں سررشتہ افیون میں اون کو گماشتہ کی خدمت دی گئی اور آرہ ہی میں متعین ہوئے ۱۸۷۸ء میں اون کا تبادلہ ضلع موتیہاری میں بڑہرواکے مقام پر ہوا وہاں سے ۱۸۸۲ء میں متبدل ہو کر پٹنہ آئے چار سال کے بعد اون کا تبادلہ گیا ہوا وہاں ۱۸۸۹ء (۱۳۰۶ھ) تک مامور بکار رہکر پینشن پر سبکدوش ہوئے۔ چونکہ اون کے اہل وعیال کی متقل سکونت آرہ میں تھی اس لئے پنشن لے کر آرہ چلے آئے اور آخر عمر تک یہاں قیام پذیر رہے۔

حضرت باقر کا حلیہ

حضرت باقر کشیدہ قامت تھے قد چھ فیٹ تھا اعضا ورزشی اور نہایت متناسب تھے۔ پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی۔ آنکھیں بڑی اور نہایت حسین تھیں اور حیا اور مروت اور شجاعت سے لبریز نظر آتی تھیں دونوں ابرو گھنے اور ملے ہوئے تھے ناک لمبی تھی ہونٹ باریک مائل تھے۔ دانت مسلسل اور ملے ہوئے اور نہایت چمکدار تھے۔ چہرہ بھرا ہوا اور کتابی تھا داڑھی گھنی تھی جس کو وہ ترشوا کر شرعی حد کے مطابق ایک مشت سے کچھ زیادہ رکھتے تھے، سر کے بال بطریق مسنون گردن تک رکھتے تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں سر اور داڑھی مونچھ کے بال سفید ہوگئے تھے اس لئے اوس وقت سے اونھوں نے خضاب لگانا شروع کیا تھا اور ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) تک لگاتے رہے اون کے چہرہ سے حلم و وقار

رعب وشجاعت تقوی و برگزیدگی اور سرور واطمینان قلب ظاہر ہوتا تھا۔ ہاتھ قوی اور ہتیلیاں پر گوشت اور انگلیاں لمبی اور موٹی تھیں اور با وجود پنجہ کشی کی مشق کے اون کی ہتیلیاں اور انگلیاں نرم تھیں۔ شانہ اور سینہ بہت عریض تھا اور پیٹ کسی قدر نکلا ہوا تھا پاؤں کی ہڈیاں موٹی اور قوی تھیں اور پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں۔ گھوڑے کی سواری چونکہ کم عمری میں شروع کی تھی اور بہت عمر تک کرتے رہے تھے اس لئے رانوں کی ہڈیوں میں اندر کی جانب خم آگیا تھا آخر عمر میں جب مسلسل علالتوں کی باعث دبلے ہو گئے تھے ان ہڈیوں کا خم ظاہر میں بھی محسوس ہونے لگا تھا۔ چونکہ جسمانی ورزش بہت کی تھی اس لئے طاقت بھی بہت رکھتے تھے۔ برہڑوا میں ایک مرتبہ دورہ پر جانے والے تھے اور سامان ایک بیل گاڑی پر پہلے روانہ ہونے والا تھا۔ ملازمین کسی دوسرے کام میں مصروف تھے اور ڈھائی من کا چاول کا ایک تھیلہ گاڑی پر رکھا نہیں گیا تھا اونھوں نے اوس کو نہایت آسانی سے اوٹھا کر گاڑی پر رکھدیا۔ سنہ ۱۳۰۹ھ (سنہ ۱۸۹۲ع) سے اون کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا یہاں تک کہ سنہ ۱۳۱۳ھ (سنہ ۱۸۹۵ع) میں دونوں آنکھوں کی روشنی بالکل زائل ہوگئی اوس سال پٹنہ میں ایک کحال سے ایک آنکھ قدح کرائی مگر قدح اچھا نہیں ہوا اور وہ آنکھ خراب ہوگئی اور پانچ سال تک اوس آنکھ میں درد رہا اور اونھوں نے بے حد تکلیف اوٹھائی۔ آخر کار شعبان سنہ ۱۳۱۵ھ (جنوری سنہ ۱۸۹۹ع) میں لکھنؤ جا کر ڈاکٹر عبد الرحیم سے جو آنکھ کے علاج میں بہت ماہر تھے علاج کرایا اور اچھے ہوئے اور آنکھ کے درد کی شدید تکلیف سے اونھیں نجات ہوئی۔ اس آنکھ کی مشارکت سے دوسری بھی خراب ہو گئی اور قدح کے قابل نہیں رہی اس لئے آخری عمر تک وہ بینائی سے بالکل معذور رہے۔

حضرت باقر کا لباس

حضرت باقر قدس سرہٗ کا لباس تمام عمر ایک ہی وضع کا رہا سر پر سبز مخمل کی ٹوپی اور

علما کے وضع کا عمامہ جسم پر ململ کا کرتا اور اُس وقت کے وضع کا بند دار انگرکہ اوس پر عبا کبھی کبھی عبا کے نیچے صدری بھی پہن لیتے تھے۔ پاؤں میں بہار کی وضع کا چوڑی دار پائجامہ اور دھلی کا سادہ جوتا پہنتے تھے لباس اکثر بہت قیمتی پہنتے تھے اور چونکہ نہایت متناسب الاعضا تھے اس لئے جامہ زیب بھی بہت تھے۔ خاندان کی قدیم وصیت کی پابندی میں سیاہ رنگ کا کپڑا کبھی نہیں پہنا۔ بود و باش میں تکلفات سے نہایت نفور رہے لیکن مکان اور فرش وغیرہ نہایت صاف اور ستھرا رکھتے تھے اور ذرا سی کثافت بھی اونھیں بہت ناگوار ہوتی تھی۔ لطیف اور اچھی اور خوش ذائقہ غذا کا اونھیں شوق تھا۔ بہترین باورچی جو مل سکتے ملازم رکھے جاتے تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا اور دونوں وقت سب کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھاتے تھے اور جو خود کھاتے وہی کھانا اون کے تمام ملازمین کو دیا جاتا تھا کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی کھانا پکانے اور اچار اور مربے اور شربت کے بنانے میں بہت دخل رکھتے تھے۔ چاء پینے کا بہت شوق تھا کلکتہ میں جو بہترین چاء مل سکتی تھی منگائی جاتی تھی، اور صبح کو اشراق کے بعد اور شام کو بعد عصر گھر کے سب لوگوں کو اور دوست آشنا کو جو ملاقات کو آتے ہمراہ لے کر ناشتہ کرتے اور چاء پیتے اور پلاتے۔ ناشتہ میں بسکٹ میوہ اور دو ایک قسم کا حلوا ہوا کرتا تھا۔ اچھے اچھے کھانے اور اچھے فرش فروش کا شوق اون کو تقریباً پچاس سال کی عمر تک رہا اوس کے بعد محبت اور یاد الٰہی میں انہماک اور انجذاب باطنی کا غلبہ جیسے جیسے بڑھتا گیا ان چیزوں کی جانب سے اون کی طبیعت ہٹتی گئی یہاں تک کہ چند سال کے بعد یہ حالت ہوگئی تھی کہ کسی چیز کی جانب توجہ باقی نہیں رہی تھی نہ کھانے کی نہ کپڑے کی نہ فرش فروش کی۔ جو کچھ سامنے آجاتا کھا لیتے، جیسا کپڑا ملتا پہن لیتے اور بغیر بستر کے خالی تخت پر سو جاتے۔ پان کھاتے تھے

لیکن صرف دو وقت کھانا کھانے کے بعد۔ حقہ تمبا کو اور زردہ وغیرہ کا اونہیں کبھی شوق نہیں ہوا لیکن مہمانوں اور دوستوں کے لئے تکلف کا حقہ اور تمبا کو مہیا رکھتے تھے۔

حضرت باقر کا مذہب ومشرب۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز صوفی مشرب حنفی المذہب سنی تھے اور اہل سنت کے عقاید میں نہایت استوار تھے احکام دین کو قرآن سنت اجماع امت اور قیاس شرعی پر منحصر سمجھتے تھے اور اہل بیت نبوی اور اصحاب رسول کی محبت اور اتباع کے بغیر ہدایت اور نجات کو ناممکن خیال کرتے تھے۔ اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عقیدت رکھنے کا جب تذکرہ ہوتا تو اکثر یہ چار حدیثیں تلاوت فرمایا کرتے

(۱) انی تارک فیکم الثقلین (خلیفتین) کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والارض وعترتی اهل بیتی وانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض

(۲) مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا ومن تخلف عنها غرق۔

(۳) اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم (۴) الله الله فی اصحابی لاتتخذوهم غرضاً من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فضیلت علی الترتیب الخلافت اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے خلفائے راشدین اور اصحاب رسول کے خلاف کسی کی کوئی بات سننے سے بیتاب ہو جاتے تھے۔ ایک بار حضرت غالب کا فارسی دیوان دیکھ رہے تھے اون کی نظر سے یہ رباعی گزری :-

شرطست کہ بہر ضبط آداب رسوم	خیزد بعد از نبی امام معصوم
زاجماع چگوی بعلی باز گرائے	مہ جانشین مہر باشد نہ نجوم

اس کو پڑھکر وہ بہت آزردہ ہوئے اور مکدر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میں سامنے آگیا مجھے بلایا اور بٹھا کر دیوان میرے جانب بڑھایا اور فرمایا دیکھو تو غالب نے یہ کیا لکھدیا کیا یہ صریح تبرا نہیں ہے۔ حضرت غالب کی شاگردی پر اونھیں ہمیشہ فخر رہا اور اون کی مدحت اور اُن کے ساتھ اظہار عقیدت میں بیسیوں شعر ان کے دیوان میں نظر آئیں گے تاہم اون سے ضبط نہ ہوسکا اور اُسی وقت اس رباعی کے جواب میں ایک قطعہ لکھا جو اس دیوان میں شریک ہے۔ (صفحہ ۲۹۰)

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت سے حضرت باقر کی عقیدت و محبت۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ صوفی تھے چشتیہ طریقہ میں اون کو بیعت تھی اور چشتیہ و قادریہ میں اون کو خلافت تھی۔ صوفیوں کے تمام سلاسل حضرت سیدنا امیر المومنین امام المسلمین علیؑ ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ختم ہوتے ہیں اور صوفیوں کے تمام فیضان باطنی اور تمام مدارج ولایت اور معرفت الٰہی کا سرچشمہ اونہیں کی ذات پاک ہے اس لئے بمقتضائے جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا حضرت باقر قدس سرہ کو اون کی اور اون کی اولاد کی ذات پاک کے ساتھ بے حد محبت تھی اور اوس میں وہ ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ اون کے کلام میں اون کے دل سے بے ساختہ نکلے ہوئے بکثرت ایسے اشعار ہیں جو آیت شریف قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا کو یاد دلا دیتے ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:—

با عترت و اصحاب بود روئے نیازم	در بارگہِ آل نبی بندۂ پیرم
آگہ نیم از تفرقۂ حاصل و محصول	دانم کہ سگِ درگہ صدیقؓ و امیرمؓ
از دست برد دل خبرِ ما طلع الشمس[1]	ہم مست کند زمزمۂ خم غدیرم[2]

---

[1] اشارہ ہے اس حدیث شریف کی جانب :— ما طلعت الشمس علی رجل خیر من ابی بکرؓ

(بقیہ حاشیہ برصفحہ ۵۲)

تنگ آمدم ز شورش رُوباہ سیرتاں | فریادِ من بحضرت شیرِ خدا اگر شتافت
بر سرم مشکل شدو شینہ آمد از کرم | مشکلِ ما را ز لطفِ خویش آساں کرد و رفت
ہیبت شان رخت لشکرِ قیصر شکند | زور بازوئے تو شاہا درِ خیبر شکند
قساں ز لطف بہ نظارۂ رخت آئے | دلم بہجر تو یا بوتراب[۲] می سوزد
نصیب اوست فسرداجام کوثر | کسے شد مست عشقِ حیدر امروز
گذشت عمر و نہ شد سرمہ قسمتِ چشمم | ز گرد راہ شہنشاہ بوتراب دریغ
مرید حضرت عشقم بجو دہی نازم | کہ حب آل عباہست دین و ایمانم
بندۂ عشقیم روئے ما بو دسوئے علی | سجدہ گاہ ما بود محراب ابروئے علی
میکشی ما را سوئے جنت نمیدانی مگر | ما ہمہ ہستیم رضواں ساکن کوئے علی
آتش دوزخ چہ سوزد یک سرِ مُوئے مرا | رشتۂ جانم بود از تار گیسوئے علی
فرض شد بعد از نبی بروے درود و ہم سلام | فرض شد ہم بر مسلمان عشق باروئے علی
کشف شد سرِ خفی بہ بسم اللہ تمام | نقش شد تا در دلِ من بیت ابروئے علی

(و فی روایت خیر من عمر) (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی بہتر شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اور ایک روایت میں عمر سے بہتر شخص پر بھی آیا ہے)۔ فردوسی نے شاہنامہ کے دیباچہ میں جہاں خلفاے راشدین کے مناقب بیان کئے ہیں اسی حدیث کی جانب اشارہ کرکے کہا ہے ؎

چہ گفت آں خداوند تنزیل وحی | خداوند امر و خداوند نہی
کہ خورشید بعد از رسولاں مہ | نتابید بر کس ز بوبکر بہ

[۲] حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے وقت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک روز غدیر خم کی منزل پر مقام ہوا وہاں جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں ارشاد ہوا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

پایگاہِ عشق را در غایت قصوی رسانند | عاشق روئے نبی شد عاشق روئے علی
باقر از سیر جہان فرسودہ شد پایم عبث | بعد ازیں دستِ من است و دامن کوئے علی

حضرت باقر کا تعصب سے نفور رہنا۔

حضرت باقر قدس سرہ سنیت اور حنفیت میں نہایت پختہ تھے لیکن تعصب سے نہایت نفور رہتے تھے۔ کتب بینی کا اونہیں ہمیشہ شوق رہا اور جب تک آنکھوں سے معذور نہیں ہوئے تھے اور انجذاب باطنی نے اون کو کلیتہً محو فی الذات نہیں کر دیا تھا فرصت کے وقت کتابیں دیکھا کرتے تھے علوم و فنون اور تصوف کی کتابوں کے علاوہ مقلد، غیر مقلد، شیعہ، سنی اور دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی بکثرت اُن کی نظر سے گزری تھیں لیکن ایسی کتابوں کا مطالعہ صرف تفنن کے طور پر اور مذاہب مختلفہ کے خیالات وعقائد و دلایل کے معلوم کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔ مباحثہ اور مناظرہ سے اون کو ہمیشہ نہایت نفرت رہی۔ اگر کوئی شخص مباحثہ کے طور پر کسی مذہبی مسئلہ پر اون کے سامنے گفتگو شروع کرتا اوس کو فوراً نہایت لطیف طریقہ پر روک دیتے تھے جس طرح وہ اپنے معتقد علیہم بزرگوں کے خلاف شان کسی بات کے سننے کی تاب نہیں لاسکتے تھے اوسی طرح دوسرے فرقوں کے بزرگوں کے خلاف شان کوئی بات اپنی زبان سے نکالنی نہ تو جائز سمجھتے تھے اور نہ دوسروں کی زبان سے سن سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی ایسی باتیں شروع کرتا تو فوراً یہہ آیت تلاوت فرماتے

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورۂ انعام)۔

اون کی دوستی ہر فرقہ کے لوگوں سے تھی اور جس سے تھی نہایت مخلصانہ تھی۔ اون کے دوستوں میں ہندو انگریز غیر مقلد شیعہ سب ہی تھے۔ آرہ میں سادات بلگرام کا ایک خاندان آباد ہے ان لوگوں سے اون کو جس قدر محبت تھی ویسی کم کسی سے تھی۔ اُن میں سے ایک بزرگ سید حسن عسکری صاحب بلگرامی اور دوسرے سید فرزند احمد صفیر صاحب اون سے

عمر میں بڑے تھے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے جیسے خود اپنے بزرگوں کا۔ سید نور الحسن صاحب عرف نواب میاں بلگرامی اور اُن کے بھائی سے اونھیں اس قدر محبت تھی جیسے اوس زمانہ میں سگے بھائیوں سے ہوا کرتی تھی۔

حضرت باقر کا اپنے بڑوں چھوٹوں اور دوستوں کے ساتھ طرز معشرت

حضرت باقر اپنے بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ویسا ادب اب دیکھنے میں نہیں آتا۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کے خدمت میں جب حاضر ہوتے تو بہت تعظیم سے آداب بجا لاتے اور اُن کے ہاتھوں کو چومتے اور جب تک وہ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے کھڑے رہتے اور جب بیٹھتے تو بہت مودب ہو کر دو زانو بیٹھتے اور اُن کے ساتھ گفتگو میں کبھی پیش قدمی نہیں کرتے وہ خود جب کچھ استفسار فرماتے تو نہایت ادب سے جواب دیتے اور اگر خود کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت لے کر عرض کرتے ورنہ خاموش مگر متوجہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ اسی طرح علی قدر مراتب وہ بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ اُن عزیزوں کا بھی جو رشتہ میں چھوٹے لیکن عمر میں بڑے تھے پاس ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت باقر کے والد ماجد کے دو خدمتگاروں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان میں سے جب کوئی صاحب اون کے پاس آتے تو وہ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور خود اُن کے رُوبرو مودب بیٹھتے اور ناشتہ اور چاء سے اون کی تواضع کرکے اون کو رخصت کرتے۔ زمانہ کا انقلاب دیکھئے۔ حضرت باقر کو اون کے والد کے خدمت گاروں کا جس قدر ادب کرتے میں نے دیکھا ہے اوس کا عشر عشیر بھی آج کل کے نوجوان اپنے باپ کا نہیں کرتے۔ اپنے چھوٹے عزیزوں سے اور دوستوں کے لڑکوں سے وہ نہایت ہی بزرگانہ شفقت اور محبت لیکن وقار کے ساتھ ملتے تھے اور بغیر حلوا یا شیرینی کھلائے ہوئے جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت باقر دوستی میں نہایت استوار تھے۔ جس سے دوستی کا تعلق ہو گیا تمام عمر قایم رہا۔ بزرگوں کے سامنے نہایت باادب اور چھوٹوں کے سامنے باوقار رہتے تھے لیکن برابری کے دوستوں کے ساتھ بے تکلفانہ اور نہایت محبت اور اخلاص سے ملتے تھے اور بے تکلفی کی صحبتوں میں اپنی زندہ دلی خوش مذاقی لطیفہ گوئی بذلہ سنجی اور حاضر جوابی سے دوستوں کو خوش اور محفوظ کیا کرتے۔ آرہ میں سالہا سال تک یہ معمولی رہا۔ کہ ہر اتوار کے روز عصر کے وقت شہر کے دس بارہ[12] دوست اون کے مکان پر جمع ہوتے ناشتہ اور چاء اور میاں[13] پناہ علی مرحوم کی قوالی سے مغرب کے وقت تک اون کی تواضع کی جاتی اور بعد مغرب سب کو کھانا کھلا کر رخصت کرتے۔ حضرت باقر دوستوں کی مجلس میں بے تکلف رہتے لیکن جب تک بیٹھتے دوزانو یا چارزانو بیٹھتے تھے۔ بے تکلف سے بے تکلف دوست کے سامنے بھی وہ پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھتے۔ اون کی مجلسیں ہر قسم کی غیبت اور لغو اور فحش گفتگو سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ خود اون کی زبان غیبت اور فحش اور دشنام سے کبھی آلودہ نہیں ہوی۔ اجلاف اور اراذل کی صحبت سے اون کو ہمیشہ اجتناب رہا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص کسی کام یا ضرورت سے اون کے پاس آتا تو خندہ پیشانی سے اوس کی باتیں سنکر اوس کا کام انجام دیتے اور رخصت کر دیتے تھے۔

حضرت باقر کی سخاوت

حضرت باقر سخاوت میں اپنا نظیر بہت کم رکھتے تھے۔ بیوہ، یتامی، مساکین اور

---

[13] میاں پناہ علی صاحب مرحوم قوال تھے۔ شہسرام کے رہنے والے تھے لیکن اپنے عزیزوں کے ہمراہ زیادہ تر آرہ میں رہتے تھے۔ حضرت باقر کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ ستار نوازی اور گانے میں نہ صرف صوبہ بہار میں بلکہ دور دور اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

طلبہ کی پرورش کرتے تھے۔ کوئی سایل اون کے پاس سے خالی نہیں جاتا تھا۔ کوئی مہمان آتا تو بہت خوش ہوتے اور اُس کو احترام اور آرام کے ساتھ ٹھہراتے اور بہت خاطر و مدارات کرتے۔ حکیم ڈاکٹر مولوی سید عبدالسبحان عرف فریدشاہ وارثی صاحب سلمہ آبگلہ[1] کے رہنے والے راقم کے قریبی رشتہ سے بھتیجے ہیں۔ سنہ ۱۲۹۸ہجری (سنہ ۱۸۸۱ع) میں وہ پٹنہ کے ڈاکٹری کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ (سنہ ۱۸۸۲ع میں جب حضرت باقر کا بڑہر واسے پٹنہ تبادلہ ہوا تو وہ اون کے پاس قیام پذیر ہوئے ایک خط میں اونھوں نے حضرت باقر کی مہماں نوازی کا ایک واقعہ مجھے لکھا جو اونھیں کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں:- "... سنہ ۱۸۸۲ع میں دادا صاحب رح (یعنی حضرت باقر) پٹنہ آگئے ..... اوس وقت مجھ سے ایک نہایت خوب کام لیا گیا یعنی ایک عرب دادا صاحب کی ملاقات کو آئے سو، اتفاق سے اوس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا مجھے پچاس ساٹھ روپیہ کا قیمتی شال کا ایک چغہ دیکر کہا کہ اسے بیچ لاؤ چاہے کتنی قیمت ملے۔ مجھے بازار میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے اس لیے میں واپس لایا خفگی کے لہجہ میں ارشاد فرمایا "میں نے تو کہدیا تھا جو کچھ بھی دام ملیں بیچ لاؤ"۔ پندرہ روپیہ میں بیچ لایا پانچ روپے تو عرب صاحب کی دعوت میں خرچ ہوئے اور دس روپے نقد دیکر رخصت کئے گئے۔ ....." حضرت باقر کو تین گاؤں بلا شرکت غیرے اون کے والد کے وارثت میں ملے تھے اون کی آمدنی کے علاوہ اونہیں ملازمت بھی تھی جسکی تنخواہ کے علاوہ گورنمنٹ سے نتیجہ کارگزاری پر سالانہ بکشش بھی ایک مقدار میں ملا کرتا تھا لیکن انھوں نے اپنی اور

---

[1] گیا کا شہر پھلگو ندی کے غربی کنارہ پر واقع ہے۔ اس ندی کے شرقی کنارہ پر موضع آبگلہ واقع ہے۔ یہ موضع سادات کی بستی ہے اور یہاں کے سادات سے حضرت باقر کی قرابت داری ہے شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب مرحوم نے آخر عمر میں یہیں سکونت اختیار کی تھی اور یہیں اون کا انتقال ہوا۔

پرایوں یتیموں اور بیواؤں فقرا اور مساکین پر سب کچھ صرف کر دیا یہاں تک کہ پیر بگہہ گیا اور آرہ میں اون کا ذاتی مکان تک نہ رہا اور عمر کا آخری حصہ انہوں نے کرایہ کے مکانوں میں کاٹا۔

حضرت باقر کی شجاعت

حضرت باقر علیہ الرحمہ جس طرح سخاوت میں بے مثل تھے شجاعت میں بھی بے نظیر تھے ملازمت کے زمانہ میں اپنے حکام بالادست کا ادب کرتے تھے مگر کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے اور اُن سے بیباکانہ ملا کرتے تھے اس لئے انگریز حکام بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جب انگریزی دیسی فوج باغی ہو کر آرہ آئی اور آرہ میں غدر ہو گیا انگریز حکام ایک مکان[15] میں متحصن ہو گئے۔ مولوی سید اعظم الدین حسین خاں (نواب عمادالملک مولوی سید حسین بلگرامی کے چچا) بھی جو آرہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اُون کے ساتھ اُس مکان میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت باقر اوس وقت آرہ میں تھے اور گو اون کی عمر اوس وقت صرف چھبیس سال کی تھی اور ملازمت کے سلسلہ میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے بریں ہم آرہ کے مسلمان عہدہ داروں کے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ رائے یہ قرار پائی کہ فوراً آرہ چھوڑ دینا چاہئے اور جس قدر جلد ہو سکے اس ضلع کی حد کو عبور کر کے ارول تک پہنچ جانا چاہئے چنانچہ اُسی شب کو یہ سب لوگ جن کی تعداد بارہ تیرہ تھی آرہ سے روانہ ہو گئے۔ صبح کو یہ سب لوگ جا رہے تھے کہ ایک گاؤں کے قریب کنور سنگھ کے علاقہ کے ساٹھ ستر راجپوتوں نے اس جماعت کو گھیر لیا اور تلواریں نیام سے نکال کر سب کو قتل کر دینا چاہا۔ حضرت باقر تلوار لے کر آگے بڑھے اور پہلے بہت کچھ فہمایش کی۔ لیکن جب اون لوگوں نے حملہ ہی کرنے

---

[15] یہ مکان اب بھی موجود ہے اور گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے اور آرہ ہوس کے نام سے مشہور ہے لارڈ کرزن نے ایک تختی پر اون تمام انگریز اور دیسی آدمیوں کے (جو اس میں متحصن ہوئے تھے) نام کندہ کرا کر نصب کرا دیا ہے۔

کا ارادہ کیا تو یہ تنہا اون سب سے مقابل ہوئے۔ اون میں سے کچھ لوگ زخمی ہو کر گرے باقی سب بھاگ گئے۔ اون کی شجاعت اور وہ فن جس کو اونھوں نے برسوں محنت کر کے سیکھا تھا اوس دن کے اور اون کے سب ہمراہیوں کے کام آیا اور سب لوگ خیریت سے اردل پہنچ گئے۔ ایک وقت حضرت باقر گیا سے آرہ تنہا یکہ پر آرہے تھے رات کے وقت ڈاکوؤں نے یکایک گھیر لیا وہ لڑے اور سب کو بھگا دیا۔ اون کے شجاعت اور بہادری کے بہت سے واقعات ہیں جن کے جاننے والے چند لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔

حضرت باقر کا زہد اور اعراض عن الدنیا

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز دنیا طلبی سے بالطبع نفور تھے۔ جب بہت مجبور کئے گئے تو نوکری قبول کر لی تھی لیکن مدارج اور اضافہ تنخواہ کے لئے کوشش کا کرنا تو درکنار اوس جانب اون کو کبھی خیال تک نہیں آیا اور کسی کے پاس دنیا کی غرض لے کر نہیں گئے۔ جس زمانہ میں پٹنہ میں پڑھ رہا تھے اون کو دو مرتبہ ترقی دی گئی لیکن اونھوں نے شکریہ ادا کیا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس خدمت پر وہ ۱۸۵۹ء سنہ میں مامور ہوئے تھے تمام مدت ملازمت اوسی پر رہے۔ سنہ ۱۸۸۹ء میں جس وقت اونھوں نے پنشن لی اوس وقت تک اون کی موروثی جائداد بالکل جا چکی تھی اوس کے باوجود اونہوں نے صرف پنشن کی رقم پر قناعت کی اور گو اون کے وسیع تجربہ کے لحاظ سے ایک عارضی خدمت پیش کی گئی لیکن اونہوں نے معذرت کیا اور انکار کر دیا۔ دنیا داری کی صورت میں رہکر زہد و اعراض عن الدنیا کی ایسی مکمل شخصیت دیکھنے میں نہیں آئی بعض اشعار میں اونھوں نے دنیا کی جانب سے کنارہ کشی کا اشارہ کیا ہے یہاں دو شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

قانع بماندہ است بنانِ جوین خشک ۔۔۔ باقر برائے جیفہ دنیا ز جا نرفت

باقر ارحمت حق باد بر آنکس کہ چو من ۔۔۔ طالبِ جیفہ دنیا و زر و مال نشد

حضرت باقر کا علم اور عفو

علم اور عفو میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمۃ آپ اپنی نظیر تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مذہبی معاملات میں بالکل بے تعصب ہو اور دنیا سے اعراض کلی رکھتا ہو اور جس کو دنیا کے معاملات میں کسی سے کچھ سروکار نہ ہو اُس کو دینی اور دنیوی معاملات میں نہ کسی سے نفرت ہو سکتی ہے نہ مخالفت اور دشمنی۔ چنانچہ حضرت باقر خود کسی کے مخالف اور دشمن نہیں ہو سکتے تھے اور نہیں ہوئے لیکن بمقتضائے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا کبھی کبھی اون کے مخالف اور دشمن پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ اون لوگوں نے جنمیں اون کے بعض عزیز بھی تھے اونھیں مسلسل سالہا سال تک بے حد ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ اگر وہ چاہتے تو بہت سخت انتقام لے سکتے تھے مگر اونھوں نے اِن لوگوں کی مخالفت کا کبھی خیال تک نہیں کیا اور اون کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی شکایت میں کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا بلکہ بعض وقت اپنے کسی دوست یا عزیز کو اِن معاملات کے متعلق اون لوگوں کی شکایت کرتے سنا تو منع کیا اور فرمایا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہمیشہ یاد رکھو ؎

از خدا دان خلاف دشمن و دوست — کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست

ایک مرتبہ پیرنگہ میں ایک شخص نے اون کو زہر کھلا دیا۔ اون کے ایک قریبی رشتہ دار ڈاکٹر سید ابوالحسن[۱۶] صاحب مرحوم و مغفور اوس وقت اتفاقاً پیرنگہ میں موجود تھے۔ زہر کے اثر سے حضرت باقر کی حالت نازک ہو گئی اور بظاہر مرنے میں کوئی بات باقی نہیں رہی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا اور بہت مشکل سے اون کی جان بچی۔ صحت کے بعد ہرچند

---

[۱۶] یہ بزرگ قدیم زمانہ کے کلکتہ کے پاس کئے ہوئے ڈاکٹر تھے اور گیا میں مطب کرتے تھے۔ حضرت سید شاہ منور علی صاحب کے (جن سے حضرت باقر کی بڑی ہمشیر منسوب تھیں) چھوٹے بھائی تھے اور قریبی رشتہ سے حضرت باقر کے بھائی بھی ہوتے تھے۔

لوگوں نے اون سے دریافت کیا کہ کس نے زہر دیا لیکن اونھوں نے اپنے جد اعلیٰ حضرت سبط اکبر سید شباب اہل الجنۃ لخت جگر سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امیر المومنین امام المسلمین سیدنا و مولانا امام شہید حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پوری اتباع کی اور کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اون کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو اوس وقت بقید حیات تھیں استفسار فرمایا لیکن اونھوں نے ماں کے قدموں پر سر رکھدیا اور بہت عجز سے آبدیدہ ہو کر معافی مانگی اور نہ بتایا۔ قراین سے لوگوں کو آخر معلوم ہو ہی گیا کہ کس نے زہر دیا تھا لیکن خود اونھوں نے کبھی کسی پر اوس کا نام ظاہر نہیں کیا۔ دشمنوں کی جانب سے لاپروائی کا اظہار اونھوں نے بعض اشعار میں بھی کیا ہے۔ یہاں دو شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

زبس گردید صلح کل سرشت طبع بے کینم
نہ دارم فرقے اندر دوستان و دشمنان خود

بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست
کسیکہ دشمن من شد عزیز من باشد

صبر و شکر رضا و تسلیم

صبر و شکر رضا و تسلیم کے صفات میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمہ یگانۂ روزگار تھے سخت سے سخت بیماریوں کی تکلیف کو نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے اور اوس حالت میں جب کوئی اگر اون کی مزاج پرسی کرتا تو الحمد للہ ایسے صمیم دل سے کہتے تھے کہ اون کے چہرہ پر بشاشت دوڑ جاتی تھی۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں اون کے سینہ میں ایک عجیب قسم کا درد شروع ہوا۔ عشا کے وقت شروع ہوتا اور تھوڑی دیر میں بہت بڑھ جاتا اور صبح کی نماز کے وقت تک باقی رہتا۔ دن کے وقت نہیں ہوتا۔ بعض وقت درد کی اس قدر شدت ہوتی کہ ٹھنڈا پسینہ جاری ہو جاتا اور نبض کی حرکت رک جاتی۔ اس بیماری میں وہ ساڑھے تین مہینے مبتلا رہے اوس کے بعد صحت ہوئی۔ پھر ۱۳۰۴ھ ہم

(۱۸۸۷ء) میں اون کے سیدھے ہاتھ اور سیدھے پاؤں میں زخم پیدا ہوئے اور بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئے ہر وقت اون میں درد رہتا تھا اور کبھی کبھی خون جاری ہو جاتا تھا یہ تکلیف اون کو تقریباً پانچ مہینے رہی ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) میں اون کے داہنے پاؤں کی ہڈی میں درد شروع ہوا اور چار پانچ ماہ تک رہا اوس کی شدت سے بعض وقت وہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ ان شدید بیماریوں میں وہ نہایت صابر رہے اور خداوند تعالی کا شکر کرتے رہے۔ یہ پہلی دو بیماریاں اون کی ملازمت کے زمانہ میں ہوئی تھیں لیکن باوجود اس قدر تکلیف کے جو اونھوں نے اوٹھائیں اپنا کام برابر انجام دیتے رہے۔

اولاد کا مرنا انسان کے لئے نہایت سخت ابتلا ہے۔ حضرت باقر کی بہت سی اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) اون کے سامنے فوت ہوئے تقاضائے بشریت سے اون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا تھا لیکن اون کی استقامت اور رضا و تسلیم میں ذرا فرق نہیں آتا تھا۔ پیر کے ساتھ اون کو جس قدر محبت تھی اور اون کی ذات میں جس قدر فنائیت تھی وہ نہ اس زمانہ میں دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ پیر کی رحلت جب ہوی اون کی قلب پر کیا گزری اوس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن ظاہر میں جو حالت پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ تمام دن آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری رہا اور دو روز تک نہ وہ کچھ کہا سکے اور نہ پی سکے اور نہ کسی سے کوئی بات کی۔ خاموش بیٹھے رہے۔

حضرت باقر کو پیر کی تلاش

حضر باقر قدس سرہ کا خاندان صوفیوں کا خاندان گزرا ہے اون کے اجداد بڑے پایہ کے عالم اور عارف ہوتے آئے۔ حضرت باقر کو ابتداے عمر سے بزرگوں ہی کی صحبت رہی اور شریعت اور طریقت ہی کی آب و ہوا میں اون کی نشو و نما ہوئی۔ اون کا فطری رجحان بھی اوسی جانب تھا۔ اُون کے شباب کے زمانہ میں گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں اچھے

اچھے بزرگ موجود تھے اور حضرت باقر اون سے ملا کرتے تھے لیکن پیر کامل کی تلاش باقی رہی ۔ پیر و رہبر کامل کی شناخت کے متعلق مجھ سے دو تین بار جو کچھ ارشاد فرمایا اوس کا خلاصہ لکھنا خالی از منفعت نہ ہوگا۔ فرماتے تھے ۔

مرد کامل کی شناخت بندی کے لئے نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ اِس لئے طالب کو چاہئے کہ ہر لحظہ و ہر آن بارگاہ الٰہی جل شانہٗ میں شیخ کامل کے ملنے کے لئے دل سے دعا کرتا رہے حق سبحانہ وتعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے دعا پر اگر صدق دل سے مداومت کی جائے تو وہ قبول کر ہی لیتا ہے۔

طالب حق کے لئے ایسا پیر رہبر لازم ہے جو ظاہر و باطن کے کمالات میں کامل و مکمل ہو تاکہ وہ مرید کی تربیت کما حقہ کر سکے اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ ظاہری حیثیت سے پیر کو ان تین صفات سے متصف ہونا ضرور ہے ۔

(۱) قرآن وحدیث وفقہ وعقاید کا عالم ہو

(۲) اہلِ سنت وجماعت کے صحیح عقاید کا بلا افراط وتفریط و بلا تعصب پورا پابند ہو ۔ اوس کے اوقات معمور ہوں اور فرایض و واجبات وسنن ونوافل ومستحبات پر عامل ہو اور ہر قسم کے محظورات اور مکروہات اور بدعات اور عقاید فاسدہ سے قطعاً مجتنب ہو ۔

(۳) اوس کا مسلک اور سلسلہ طریقت از ابتدا تا آخر صحیح ہو اور وہ خود بھی صحیح الاجازت ہو ۔

پیر کو قرآن حدیث فقہ اور عقائد کا عالم ہونا ضرور ہے اگر کتاب و سنت سے واقفیت نہ ہو گی تو احکام الہی اور سنت نبوی کی اتباع کیونکر ہو سکے گی اسی لئے بزرگان سلف مرید کو باصرار تمام علم کے حاصل کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو ظاہری علم نہیں رکھتے تھے پر یں ہم عرفان الہی اور کمالات باطنی میں کامل تھے اُن لوگوں کو علم من لدنی دیا گیا تھا مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اور اُن کی مثال حجت نہیں ہو سکتی۔

ان صفات سے متصف اگر کوئی بزرگ مل جایں تو اون کے ہاتھ پر بیعت تو یہ جایز ہے لیکن سلوک باطن کی رہبری کے لئے پیر طریقت میں کمالات باطنی اور عرفان کامل کا ہونا بھی ضرور ہے تا کہ مرید کو سلوک باطن میں سیدہے راستہ پر لیجا کر منزل مقصود تک پہنچا سکے لیکن ان کمالات باطنی کا پہچاننا مبتدی کے لئے محال ہے اور صرف فضل الٰہی ہی طالب کو ایسے پیر تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر ایک صورت ہے جس سے ممکن ہے کہ طالب مرشد کامل کو پا سکے وہ یہہ ہے کہ طالب اگر کسی ایسے بزرگ کو پائے جو متذکرہ بالا تینوں صفات ظاہری سے متصف ہو تو چاہیئے کہ عقیدت کے ساتھ بغرض استفادہ (نہ کہ امتحان کی نیت سے) اون کی خدمت میں حاضر ہو اور دل کو متوجہ کر کے بیٹھے اگر اوس کے قلب پر ہیبت حق کا غلبہ پیدا ہو اور اللہ جل شانہٗ کے سوا تمام اشیاء کا خیال اوس کے دل سے محو ہو جائے اور چند صحبتوں میں اوس کو یہی کیفیت حاصل ہوتی رہے تو اوس کو سمجھنا چاہیئے کہ اوس بزرگ کے یہاں اوس کا حصّہ ہے اور اوس کی باطنی تکمیل

اون سے ہوسکیگی اور اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو اون بزرگ سے اوس کو بدعقیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہہ سمجھنا چاہیئے کہ اون کے یہاں اوس کا حصہ نہیں ہے ۔

کمال باطنی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے (۱) محبت الٰہی اور (۲) تخلقوا باخلاق اللہ و تخلقوا باخلاق الرسول ۔ محبت الٰہی کے ساتھ سنت نبوی کی اتباع قولاً و فعلاً و حالاً جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی سالک کو اُسی قدر زیادہ تقرب بارگاہ رسالت کے ساتھ اور اس ذریعہ سے بارگاہ الٰہی کے ساتھ ہوتا جائیگا ۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی

حضرت باقر کو جس زمانہ میں پیر کی تلاش تھی اوس زمانہ میں ایک بزرگ حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ سرہ العزیز کی شہرت صوبۂ بہار میں بہت ہو رہی تھی ۔ وہ حضرت سید ابوالعباس سعید الدین قمیصی القادری الملقب بہ سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ حضرت سید صاحب قدس سرہ قصبۂ سادھورا کے رہنے والے اور حضرت قادر قمیص علیہ الرحمہ کے سلسلے سے حضرت سیدنا سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں تھے ۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے سادھورا سے دہلی تشریف لائے ۔ اون کے دہلی آنے سے کچھ قبل ۱۱۶۰ھ میں حضرت مولٰنا فخرالدین محب النبی چراغ چشت قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اورنگ آباد دکن سے دہلی تشریف لا چکے تھے اور اون کے کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت ہو رہی تھی حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ اُن کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اون کے

مدرسہ میں داخل ہوئے اور بعد چندے مرید بھی ہو گئے اور تحصیل علم ظاہری کے ساتھ ساتھ ریاضت و مجاہدات باطنی میں مشغول ہوئے چند سال کے بعد حضرت مولنا علیہ الرحمۃ نے سید صاحب کو سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اور سلسلہ قادریہ کبرویہ کی زبانی اجازت دے کر سفر کا حکم دیا اور حج اور زیارت مدینہ منورہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ چلتے وقت یہ بھی ہدایت فرمائی کہ واپسی میں بخارا ہوتے ہوئے شاہ محب اللہ بخاری سے ملتے آنا۔

حضرت غواص بحر لی مع اللہ سید شاہ محب اللہ بخاری علیہ الرحمۃ کا مولد اور مسکن بخارا تھا۔ تحصیل علم کے بعد پیر کی تلاش میں گھر سے نکلے اور جا بجا سیاحت کرتے ہوئے دہلی پہنچے یہاں آکر اونہوں نے حضرت مولنا فخرالدین محب النبی قدس اللہ سرہ کا شہرہ سنا اور اون کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور آٹھ دس سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے۔ اثنائے قیام دھلی میں حضرت سید صادق علی شاہ اور حضرت سید شاہ محب اللہ بخاری میں باہم بے حد اتحاد ہو گیا تھا۔ جب حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہٗ پیر سے رخصت ہو کر بخارا واپس جانے لگے حضرت مولنا نے حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے نام کا خلافت نامہ لکھکر اونھیں دیا اور فرمایا کہ صادق علی بخارا آئیں گے اون کو دیدیجیو۔

پیر سے رخصت ہو کر حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برسوں مختلف ممالک میں سفر کرتے رہے بالآخر حجاز پہنچے اور گیارہ حج ادا کئے۔ بارہویں حج کے ارادہ سے حجاز میں ٹھہرے تھے کہ ایک پیر بھائی سے ملاقات ہو گئی اور اُن سے حضرت مولنا فخرالدین محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ) کا حال معلوم ہوا اوسی وقت اونھوں نے ہندوستان کا قصد کیا اور روانہ ہو گئے۔ پیر کا حکم یاد تھا سفر کرتے ہوئے

بخارا پہنچے اور حضرت سید محب اللہ بخاری سے ملے اونھوں نے پیر کا مرحمت کیا ہوا خلافت نامہ اونھیں دیا۔ بخارا میں قلیل قیام کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب ہندوستان روانہ ہوئے اور دہلی آئے وہاں سے پورب کا سفر کیا اور ڈھاکہ گئے اور چند سال تک بنگالہ اور چھوٹا ناگپور اور بہار میں سفر کرتے رہے، سفر کرتے ہوئے ایک مرتبہ وہ ضلع بردوان کے قصبہ میاپور تشریف لائے اور وہاں کے ایک ذی وجاہت بزرگ حضرت قاضی شیخ محمد صادق صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ چند روز کے بعد حضرت قاضی صاحب اور اون کے ہمراہ اون کے بھائی اور برادری اور بستی کے بہت لوگوں نے بیعت کی۔ اون کے فرزند حضرت شاہ قیام الدین الملقب بہ شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی جو ابھی صرف سات سال کی عمر کے تھے بیعت کی۔ حضرت سید صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اون کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور ان کے متعلق اون کے والد کو بہت بشارتیں دیں۔ چھ سات سال کے بعد جب حضرت سید صادق علی شاہ صاحب قدس سرہ میاپور آکر یہاں سے رخصت ہوئے حضرت شاہ قیام اصدق صاحب قدس سرہ بھی والدین کی رضا و رغبت اور اجازت سے پیر کے ہمراہ ہو گئے اور اون کے ساتھ اون کی رحلت کے وقت تک سفر میں رہے اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت اون سے حاصل کر کے درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔ علوم باطن کے علاوہ علوم ظاہر بھی اونھوں نے تمامتر پیر ہی سے حاصل کیا۔

اثنائے سفر میں حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ کیا اور بندر چاٹگام سے جہاز پر روانہ ہوئے۔ بندر پیناگ پر پہنچکر جہاز ایک مہینے تک ٹھہرنے والا تھا اس لئے حضرت جہاز سے اتر پڑے اور وہاں بیمار ہو گئے اور ۲۷ صفر ۱۲۴۸ھ کو انتقال کیا۔ حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو انتقال سے پہلے خلافت دیدی تھی اور خلافت نامہ

لکھدیا تھا اوس میں اونھوں نے تحریر فرمایا تھا "فرزند قیام را بفرزندی خود گرفتیم و قایم مقام خود کردیم و ہمہ اشیائے مملوکہ خود را با و دادیم و عطا کردیم ہر کہ از مریدان و مسترشدان و خلفایان من ہمچو من نداند او از من مرتد است"۔

پیر کے رحلت کے بعد اون کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہٗ العزیز صوبہ بہار میں تشریف لائے اور پٹنہ کے محلہ دریاپور میں مقیم ہوئے اون کی بزرگی کی شہرت بہت جلد پھیل گئی اور موضع جمواں[1] کے زمیندار میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم پٹنہ آکر اُن سے مرید ہوئے اور با صرار تمام حضرت کو جمواں لے گئے کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت قدس سرہ (پیر کی وصیت کے مطابق) قصبہ شیر گھاٹی گئے اور وہاں سے موضع امارت جاکر وہاں کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد صادق حسین علیہ الرحمہ کی صبیہ محترمہ سے نکاح کیا۔ دو تین سال وہاں قیام کیا تھا کہ حضرات جمواں باصرار تمام اونھیں واپس لائے۔ اِس قریہ کے متصل میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم نے چند بیگہ زمین حضرت کو نذر دی اونھوں نے اِس زمین پر مسجد اور خانقاہ اور سکونت کے لئے مکان تعمیر کیا اور مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ یہ جگہ چشتی چمن بیر بگہہ کے نام سے مشہور ہوئی حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کے والد ماجد بھی بردوان کے ضلع سے یہاں تشریف لے آئے اور یہاں اون کی رحلت ہوی۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز نہایت کامل مکمل اور کامل گر بزرگ تھے۔ مجمع البحرین علوم ظاہر و باطن تھے حافظ کلام اللہ شریف تھے فن قراءت و تجوید میں بے مثل تھے۔ حدیث و فقہ میں ایمہ متقدمین کے ہم پلہ تھے۔

---

[1] یہ قریہ قصبۂ بہار شریف سے ۱۶ سولہ میل مغرب کے جانب ہے۔

علم کلام اور حکمت میں نہایت وسیع النظر تھے تفسیر کی نہ صرف بہت سی مستند کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں بلکہ کلام شریف کے حقایق و دقایق کا علم من لدنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے اونہیں دیا تھا۔ اون کے ایک مرید مولوی تیسیر علی صاحب علیہ الرحمۃ نے اون کی خدمت میں ایک عریضہ "متضمن استفسار حقایق آیت نور" بھیجا۔ حضرت نے جواب میں اِس آیت شریف کی نہایت عارفانہ مبسوط تفسیر تحریر فرمائی اور لفظ مبارک " نور " کے معانی کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا اور آخر میں تحریر فرمایا :-

"و این چند سطور کہ نوشتہ شد بے ملاحظہ وجوہ تفاسیر است بلکہ تفسیر 'نور' از نور دل است و اگر ملاحظہ معانی تفاسیر چہ از محقق و متکلم کردہ میشد بہا نا دفترے می ارزید و از ین است کہ معانی متعارف مفسران را ذکر نکردیم تا بطوالت نکشد و آں خود معلوم باشد یا معلوم شود۔ والحمد للہ علیٰ ذالک کہ سالے چند بر آمد کہ جمال معانی قرآں را بما نمودہ بودند و پیالۂ دل را از بادۂ اسرار قرآن لبالب کردہ بودند......"

ماسوئ اللہ سے انقطاع تعلق اور اتباع سنت میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونہ تھے۔ ابتدائے حال میں اونھوں نے کیا کیا ریاضتیں اور مجاہدات کئے اوس کا علم تو کسی کو نہیں ہے لیکن میں نے متعدد ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ صحت کی حالت میں نیم شب کے بعد وہ ہمیشہ اپنے بستر پر بیٹھے ہی ہوے دیکھے گئے اور ان کے چہرہ میں اِس قدر لمعان ہوتا تھا کہ تاریک حجرہ کے اندر سے باہر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اون کے کمالات کا اندازہ کون کرسکتا ہے اون کے زمانہ کے بڑے بڑے اکابر طریقت اون کی مجلس میں نہایت مودبانہ بیٹھا کرتے تھے۔ اون کے یہاں سماع کی مجلسیں اونھیں سخت پابندیوں کے ساتھ ہوتی تھیں جو تصوف

کی اصولی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن پر قدمائے اکابر صوفیہ کا عمل تھا۔ اون کی سماع کی مجلسوں میں مزامیر کی قسم میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ قوالوں کو باوضو ہو کر آنا لازم تھا اور جن لوگوں کو مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی اونھیں بھی باوضو آنا لازم تھا اہل مجلس کو مودب اور متوجہ الی القلب ہو کر بیٹھنے کی تعلیم دی گئی تھی اہل مجلس میں کوئی شخص دوسرے سے بات نہیں کرسکتا تھا اور نہ کوئی شخص قوال پر فرمائش کرسکتا تھا۔ اون کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور مستفید ہو کر اوٹھتے تھے۔ اون کے مرید باہم دیگر اس قدر اتحاد اور محبت رکھتے تھے کہ اوس زمانہ میں سگے بھائیوں میں بھی کم پائی جاتی تھی۔ اون کی فیض رسانی کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ صوبہ بہار و بنگال میں اور دوسرے مقامات میں اون کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اون کے خلفا کی بھی تعداد بہت بڑی تھی۔

حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ صدہا شعراء کے دواوین اون کی نظر سے بالاستیعاب گزرے تھے۔ شعر فہمی میں کم کوئی اون کے برابر تھا فارسی نثر نہایت برجستہ اور لطیف تحریر فرماتے تھے اور عربی اور فارسی میں کبھی کبھی برجستہ اور نہایت اعلیٰ پایہ کے اشعار اور غزلیں کہہ دیتے تھے۔ حافظہ اور ذہن بھی اونھوں نے خداداد پایا تھا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۳۰۱ھ کو بروز چہارشنبہ عصر کے وقت ہوی دوسرے دن آخر وقت عصر اپنے والد بزرگوار کے قبر شریف کے متصل دفن کئے گئے۔ رحلت سے تقریباً تین ماہ پیشتر وہ علیل ہو گئے اور علالت کا سلسلہ آخر وقت تک رہا۔ جس روز رحلت واقع ہوی اوس روز حالت میں کسی قسم کا

تغیر نہیں ہوا۔ اوس روز عصر کے وقت سے کچھ پہلے سے اونکی خدمت میں اون کے بڑے صاحبزادے
حضرت شاہ شہود الحق صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت کے داماد شاہ شاہد حسین صاحب اور
حضرت کے بھائی مولنا شاہ بشیرالدین صاحب اور حضرت کے خلیفہ جناب ملا محمد عمر الملقب
بہ ملا سرمست علیہ الرحمۃ حاضر تھے جب عصر کا وقت آیا یہ حضرات نماز عصر کے لئے باہر آئے اور
نماز کے تہیہ میں تھے کہ یکایک خبر آئی کہ حضرت کا حال متغیر ہو گیا ہے یہ سب بزرگ اُن کے
حجرے میں گئے دیکھا کہ حالت متغیر ہے اور چند منٹ میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے دو چار
روز کے بعد حضرت شاہ شہود الحق قدس سرہٗ نے مولانا محمد سعید صاحب عظیم آبادی[۱۸] علیہ الرحمہ
کو ایک خط لکھا جس میں حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت اور دفن وغیرہ کے
حالات کو بالتفصیل لکھا تھا۔ اوس خط کا جستہ جستہ مضمون یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
خط میں یہ لکھکر کہ ہم چار شخص (یعنی شاہ شہود الحق صاحب و شاہ شاہد حسین صاحب و شاہ بشیرالدین
صاحب و ملا سرمست صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کے حجرہ میں اون کے پاس حاضر تھے کہ
یکایک "پرسیدند کہ آج کون تاریخ رمضان کی ہے، حضرت عمی (یعنی مولوی بشیرالدین صاحب)
عرض کردند کہ 'بیسویں'۔ بریں سکوت فرمودند۔ من بعد ملا صاحب (یعنی ملا سرمست) عرض
کردند کہ 'اکیسویں'، بمجرد شنیدن فرمودند سر مبارک خود بجانب قلب شریف مایل بطور مراقبہ
بالمعنی العام المطلق 'تب آج تو ضرور کسی طرح سے ٹلنا نہیں چاہئے'۔ . . . من بعد سر مبارک
بل خد شریف خود بہ تبادر تمام و ناز تام برکف دست راست نہادہ بہ راحت تمام آرام
فرمودند" اِس کے بعد یہ چاروں حضرات نماز عصر کے لئے باہر چلے آئے تھوڑی ہی دیر میں

---

[۱۸] یہ بزرگ پٹنہ کے محلہ مغلپورہ کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت متبحر عالم تھے۔ مولنا شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری کے شاگرد رشید تھے۔

"یکایک خبر از حویلی مرۃً بعد اُخری در رسید کہ حالت حضرت سرکار دگرگون است ما یان از خود رفتہ بے سروپا دویدیم و بچشم سر معاینہ کردیم و بشہادت قلب خود مومن شدیم کہ بندگی حضرت ایشاں بطیب قلب بعیں راحت کلمہ شریفہ اللھم الرفیق الاعلی متوجہا الی الملاء الاعلی میسرانید ...... بالجملہ بعد وصال حضرت ایشاں چادرے ہم اگرچہ پارینہ بودہ باشد در بقچہ جناب ایشاں بہم نرسید کہ آں جسم نازنیں را یک شب بپوشانیم جز چادرے کہ در مرض شریف در خدمت بود ...." دوسرے دن بیست و دوم رمضان کو بوقت ظہر" در غسل شریف خیار ناس مثل جناب مولوی نور محمدؐ صاحب و جناب مولوی شہود الحق صاحب ہمنام من و جناب حکیم ارشد علی صاحب و امثال ایشاں کہ بسط آں خیلے بسیط است والوقت لا یسعہ حاضر بودیم و از شرف ایں سعادت مشرف شدیم۔ و از جملہ عجائب انچہ در آں روز رونمود آنکہ دہن شریف بوقت غلطانیدن کشادہ میشد و بوقت نشانیدن بستہ می شد والامر قد وقع مراراً کثیرۃً بشہادت من الاثبات والثقات و ہمہ اعضائے مبارک مشابہ کودک دو سہ ماہہ زندہ ملایم بودہ است ..... و از اعاظم خرق عادات حضرت قدس سرہٗ ..... ایں بود کہ از روز اول تا روز ثانی وقت غسل در رگہائے گردن شریف و در قلب شریف و ہم در محاسن شریف و در نبض مبارک حرکت تحریک بضرب محسوس میشد ......
(و از اجتماع مردم) معلوم می شد کہ میلہ بزرگ است و باوجود منع بسیار ہنوز ہم برائے تبرک باز نماندند از انداختن گل چنانکہ رسم ایں دیار است۔ چنانچہ مایان مستقبل قبلہ نماز میخواندیم ایشاں جنوباً و شمالاً ہر دو طرف صفوف خود درست کردہ بحسرت تمام نظارہ می کردند ...."

اِس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ صفت فقر میں حضرت مولانا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح سنت نبوی کی

اتباع کو اس درجۂ کمال تک پہنچایا تھا جس سے بالاتر اس زمانہ میں تو قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اللہ اللہ جس شخص کے گھر میں انتقال کے بعد ایک پرانی چادر موجود نہ ہو کہ جسم پہ ڈالی جاسکے اوس کے فقر کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ موت کے وقت اور موت کے بعد جو باتیں ہوئیں وہ صرف اخص الخواص اولیاء اللہ ہی میں پائی جاسکتی ہیں۔ سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت کے وصال کا مادۂ تاریخ بھی خوب ہی ملا الفقر فخری (۱۳۰۱ھ)۔

حضرت شاہ قیام اصدق علیہ الرحمۃ نے اولاد ذکور میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ سب میں بڑے حضرت مولانا حافظ شاہ شہود الحق قدس سرہ تھے۔ وہ بڑے پایہ کے عالم اور علم تجوید و قرأت میں بے مثل تھے زہد و تقوی فقر و توکل، علم و عمل میں اپنے والد ماجد کے نمونہ تھے تمام عمر مجرد اور عما سوی اللہ سے ہمیشہ منقطع رہے۔ ابتدائی عمر میں والد ماجد سے مرید ہوئے تھے اور شب سہ شنبہ ۲۷ صفر ۱۲۹۵ھ کو خلافت اور سجادہ نشینی اور عطائے خرقہ سے مشرف ہوئے۔ والد قدس سرہ کے وصال کے بعد تیس سال تک سجادۂ ارشاد پر متمکن رہکر ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ روز شنبہ کو رہگرائے عالم بالا ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ اور جد امجد کے قبروں کے درمیان دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے فرزند حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ تھے۔ یہ بزرگ بھی نہایت ہی ذی علم تھے اور فقر و توکل زہد و تقوی میں اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے بیعت اور خلافت اون کو والد بزرگوار سے تھی لیکن تمام عمر کسیکو مرید نہیں کیا۔ تقریباً پچاسی سال کی عمر میں تھوڑے دن گزرے کہ شب پنجشنبہ ۱۱ ماہ صفر ۱۳۵۵ھ کو جمواوان پیر بگہ میں اون کی

رحلت ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ تیسرے صاحبزادہ حضرت شاہ جنود الحق صاحب تھے جن کے وصال کو تقریباً چار سال گزرے۔ حضرت شاہ شہود الحق صاحب نے حضرت شاہ ظہور الحق صاحب کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ہاشم صاحب طول اللہ عمرہ کو خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا تھا اور اب وہ سجادۂ ارشاد پر متمکن ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن کے فیض کو جاری رکھے۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے دل میں آتش طلب تیز ہوتی جاتی تھی اور اسی نسبت سے پیر و رہبر کامل کی جستجو میں سرگرمی بھی زیادہ ہوتی جاتی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ کی بزرگی کی شہرت صوبہ بہار میں پھیلی ہوئی تھی اور حضرت باقر بھی سنا کرتے تھے۔ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) میں غدر کے فرو ہونے کے بعد اونھوں نے آرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت شاہ قیام قدس سرہ بھی کبھی کبھی آرہ تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ آئے ہوئے تھے حضرت باقر اونکی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے اور گرویدہ ہو گئے۔ گرویدگی جلد جلد بڑھتی گئی۔ یہاں تک حضرت شیخ قدس سرہ جب ۱۲۷۵ھ میں پھر آرہ تشریف لائے حضرت باقر اون سے سلسلہ علیہ چشتیہ فخریہ میں مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہ بھی والد ماجد کے ہمراہ آرہ آئے تھے اور حضرت باقر کے مرید ہونے کے وقت موجود تھے۔ سرفراز نامہ مورخہ ۲۹ رجمادی الاول ۱۳۵۰ھ (جس میں حضرت باقر کے مرید ہونے کی کیفیت مجھے تحریر فرمائی تھی) تحریر فرمایا تھا۔ کہ مرید ہونے کے روز حضرت باقر نے آرہ کے عمائد کی نہایت پر تکلف دعوت کی جس میں شہر کے تقریباً سب سر برآوردہ حضرات شریک ہوئے جن میں حضرت صوفی سجاد حسین صاحب۔ منشی اقبال حسین صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب خوشنویس۔ خواجہ سید فخر الدین حسین صاحب سخن تخلص۔ چودھری غلام قادر صاحب۔ چودھری عبد الرحمٰن صاحب چودھری صفدر حسین صاحب

خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور دعوت میں شریک ہونے والے اصحاب میں بہت سے حضرات حضرت باقر کے ہمراہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوے۔

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی جسقدر جوشِ عقیدت سے اور جس قدر خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ حضرت باقر نے بیعت کی اوسی قدر پیر کی شفقت محبت اور عنایات اون پر مبذول ہوی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد بلند پایہ مریدوں سے میں نے سنا اور حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہٗ بھی مجھ سے فرماتے تھے کہ "جس قدر شفقت اور توجہ سے حضرت قدس سرہٗ نے بھائی صاحب (یعنی حضرت باقرؒ) کی تعلیم و تربیت کی وہ کم کسی مرید کو نصیب ہوی۔ اپنے روبرو بٹھا کر اون سے اذکار وغیرہ کی مشق کرایا کرتے تھے"۔ ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ حضرت باقر نے خود مجھ سے فرمایا تھا جو تقریباً اونہیں کے الفاظ میں یہاں بیان کرتا ہوں:-

"حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ ایک بار آرہ تشریف لائے اور ایک صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ ہم روزانہ عصر کے بعد حاضر ہوا کرتے اور عشا کے بعد گھر واپس آتے تھے۔ ایک شب حضرت قدس سرہٗ کے پاس دیر ہو گئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا "بھائی باقر اب رات زیادہ گئی یہیں سو رہو" سائباں میں بڑا تخت بچھا ہوا تھا حضرت صاحب نے اپنا بستر وہاں بچھوایا اور ہم اندر دالان میں کچھ دور پر لیٹے اور سو گئے دو بجے ہونگے کہ میرے کانوں میں ایک بھیانک آواز آئی جس کی ہیبت میرے قلب پر طاری ہوی۔ ہم اوٹھ بیٹھے دیکھا کہ حضرت صاحب ذکر کر رہے ہیں اور تمام مکان انوار و تجلیات سے بھرا ہوا ہے۔ وضو کرنے کا موقع کہاں تھا ہم نے فوراً تیمم کیا اور حضرت صاحب کے پیچھے کچھ دور پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب ذکر کرتے رہے پھر خاموش ہو کر کچھ دیر مراقب بیٹھے رہے پھر پلٹے اور مجھے بیٹھا دیکھ کر

فرمایا "کون ہے۔ بھائی باقر" ہم نے مودبانہ عرض کیا "غلام ہی ہے"۔ فرمایا "تم نے دیکھا ہم ذکر کر رہے تھے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر ایسے ہی کیا کرتے ہیں تم نے ہم کو کرتے دیکھا اب تم بھی اسی طرح کیا کرو"۔ اوس کے بعد ذکر کے طریقہ اور تعداد کو بہ تفصیل ارشاد فرمایا"۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت باقر کی تعلیم و تربیت جس کمال توجہ اور شفقت سے کی اور اونھوں نے جس جوش عقیدت اور فرط محبت اور کمال محنت و مجاہدہ کے ساتھ پیر کی تعلیم سے فائدہ اوٹھایا اوس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ان صفحات میں اوس کی گنجائش ہے۔ آرہ میں حضرت باقر کے مکان سے (جو شہر کے باہر تھا) آدھے میل کے فاصلہ پر دو شہیدوں کے مزارات ہیں۔ اوس زمانہ میں ان مزارات سے دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی اور دن کے وقت بھی یہ مقام سُن سان رہا کرتا تھا۔ یہ جگہ چونکہ بہت پاک صاف اور ستھری تھی اور راتوں کو کسی کی آمد و رفت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت باقر نے اپنے اشغال کے لئے اس کو پسند کر لیا تھا۔ آدھی رات کو بیدار ہوتے اور وضو کر کے وہاں تنہا چلے جاتے اور اون مزارات کے احاطہ میں صبح تک اذکار و اشغال و اوراد میں مشغول رہا کرتے یہ معمول سالہا سال تک رہا۔ مرید ہونے کے بعد صحت کی حالت میں وہ نیم شب کے بعد کبھی سُوتے ہوئے دکھائی نہیں دئے اور رحلت سے چودہ پندرہ سال قبل سے تو اون کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ عشا کی نماز پڑھ کر جائے نماز پر ہی بیٹھے ہوئے صبح کر دیتے تھے اور مطلق نہیں لیٹتے تھے۔ اوس حالت میں اون پر محویت ایسی طاری ہوتی تھی کہ کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی سپتمبر ۱۸۹۵ء میں روڑکی سے جہاں میں انجینیرنگ کی تعلیم پا رہا تھا تعطیل میں آرہ آیا تھا۔ ایک رات نہایت زور کی بارش ہو رہی تھی جس سائبان میں حضرت باقر تھے اوس کے [illegible] کا ایک حصہ یکایک گر پڑا۔ میں دوسرے سائبان میں کچھ فاصلہ پر سو رہا تھا

آواز سے بیدار ہوا اور دوڑا دیکھا کہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر اپنی حالت میں محو و مستغرق جائے نماز پر بیٹھے ہیں چونکہ بقیہ حصہ بھی گرا ہی چاہتا تھا میں نے ان کو اوٹھالیا اور باہر لے آیا اور باہر آتے ہی جو کچھ باقی تھا گر گیا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ ہر سال ماہ صفر کی ستائیسویں تاریخ کو اپنے پیرو مرشد حضرت سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے ۱۲۹۴ھ کے عرس میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ بھی حاضر ہوسے۔ عرس کی تقریب کے ختم ہونے کے بعد یکشنبہ کے روز دوم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اون کو سلسلۂ علیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ اور سلسلہ علیہ قادریہ کبرویہ فخریہ میں خلعت خلافت سے اور اوس کے ساتھ "شاہ شہید المحبت چشتی" کے نہایت ہی محترم لقب سے مشرف فرمایا حضرت باقر ۱۲۷۵ھ میں مرید ہوسے تھے۔ پیر کی زیر تربیت انیس ۱۹ سال تک مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کرنے کے بعد اوس روز اونھیں یہ نعمت جاودانی ملی۔

تشریف خلافت سے مشرف ہونا حضرت باقر کے سوانح حیات کا ایک ممتاز ترین واقعہ ہے اور خلافت نامہ جو اونھیں دیا گیا وہ بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس لیئے (گو طوالت ہوتی ہے) خلافت نامہ کی عبارت کو تمام و کمال یہاں نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدا اور آخر کے مضامین کا درج کرتا ہوں۔ درمیان میں یہ سلسلہ چشتیہ پاک کا شجرہ ہے جس کا ترجمہ درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خلافت نامہ کے سر صفحہ پر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تین مہریں ہیں اون کی عبارتیں بھی لکھدی جاتی ہیں۔ وَهُوَ هٰذَا :-

(نقل خلافت نامہ صفحہ (۷۷) پر درج ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء

ھٰذہ الخلافت فی الطریقۃ العالیۃ الچشتیۃ من مشائخنا رضوان اللہ علیہم اجمعین ۝

۱۲۸۰
غلام خواجہ ہند الولی عطائے نبی
قیام صدق چشتی صادقی فخر

ز قول کلمہ طیب بصدق تمام گرفتہ
ز خویش صادق قیام دوام

مہر چشتیہ فخریہ صادقیہ ۱۲۹۲
مریداں را بود حامی و پشتی
حبیب اللہ معین الدین چشتی

الحمد للہ الذی اصطفے آدم بالخلافۃ فجعلہ خلیفۃً فی الارض جمیعا ثم تم الخلافۃ باشرف اولادہ محمد المصطفے صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تسلیما۔ ثم جعل فی امتہ خلافۃً فی الظاہر وخلافۃً فی الباطن وخص بعضہم بخلافت الظاہر وخص بعضہم بخلافت الباطن وخص بعضہم ظاہرًا وباطنًا جمیعا کخلفاء الراشدین ہادیا ومہدیا۔ فجل من منّ علی الخلق بخلق وجود من لولاہ لم یخلق الخلق

سب تعریف ہے اللہ کو جس نے آدم کو خلافت کے ساتھ برگزیدہ کیا پس اونکو تمام زمین پر خلیفہ کیا پھر اوس نے تمام کیا خلافت کو اون کے بزرگترین اولاد سیدنا محمد مصطفیٰ سے جن پر اللہ نے درود بھیجا اور سلام بھیجا از روئے سلام بھیجنے کے پھر معین کیا اون کی امت میں خلافت کو ظاہر میں اور خلافت کو باطن میں اور اون میں سے بعض کو مخصوص کیا خلافت ظاہری سے اور مخصوص کیا بعض کو خلافت باطنی سے اور خصوصیت دی اون میں سے بعض کو ظاہر اور باطن سے ایک ساتھ جیسے خلفائے راشدین جو ہادی اور مہدی ہیں پس بزرگ ہے وہ جسنے مخلوق پر احسان کیا اوس وجود کو پیدا کرکے جو اگر نہ ہوتے

من العدم وخلق من نوره نوره وخلق
الخلق من نوره فهو صلى الله عليه وآله
وسلم مظهره الاتم - فصلوته وسلامه
عليه وعلى آله واصحابه تشريفاً وتعظيماً
امابعد فهذه الخلافت فى الطريقت
العالية الچشتيه من مشايخنا رضوان
الله تعالىٰ عليهم اجمعين - فيقول العبد
الراجى بمغفرت ربه القوى العلى العاصى
قيام اصدق الصادقى الچشتى
عفاء الله عنه وعن اسلافه قدجاء
الينا اخونا ومحبنا وخليفتنا سيد شاه
محمد باقر على وطلب منى الاجازت
الطريقة العالية الچشتية من مشايخنا
رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين - وانا
اخاطبه **بشاه شهيد المحبت چشتى**
فاجزته ورخصته لسائر الخلفاء و
المريدين والبستهه من لباس مشايخنا -
نرجوا من الله تعالىٰ ان يلبسه لباس
التقوى والورع - كما اجازنى ورخصنى

تو مخلوق عدم سے ہرگز پیدا نہ ہوتی اور اوس نے اپنے
نور سے اون کا نور پیدا کیا اور مخلوق کو اون کے نور سے پیدا کیا پس وہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس کے مظہر اتم ہیں۔ پس درود ہو اور سلام ہو
اوس کا اون پر اور اون کے آل واصحاب پر از روئے تشریف و تعظیم کے
امابعد پس یہ خلافت ہے طریقہ عالیہ چشتیہ میں ہمارے
مشایخین سے خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر پس
کہتا ہے بندہ امیدوار اپنے رب قوی برتر کی مغفرت کا گنہگار
قیام اصدق الصادقی الچشتی اللہ
اوس سے اور اوس کے اسلاف سے درگزر فرمائے
کہ آئے ہمارے پاس ہمارے بھائی اور ہمارے
محب اور ہمارے خلیفہ **سید شاہ محمد**
باقر علی اور طلب کی مجھ سے اجازت طریقہ عالیہ
چشتیہ میں (جو) ہمارے مشایخین سے (آرہی ہے)
خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر۔ اور میں خطاب
دیتا ہوں اون کو **شاہ شہید المحبت چشتی** کا
پس میں نے اجازت دی اون کو اور اذن دیا اون کو
واسطے جمیع خلفا اور مریدین کے اور ہمارے مشایخین کے
لباس میں سے اون کو میں نے لباس پہنایا۔ میں امید رکھتا ہوں
اللہ تعالیٰ سے کہ اون کو تقویٰ اور ورع کا لباس پہنائے

والبسنی سیدی ومولائی وشیخی و	جیسا کہ اجازت دی مجھ کو اور اذن دیا مجھ کو اور لباس پہنایا
مرشدی ومسلکی وھادئ سید الموحدین	مجھ کو میرے سید اور میرے مولا اور میرے مرشد اور میرے مسلک
سلطان العارفین قدوۃ المحبین زبدۃ	اور میرے ہادی سید الموحدین سلطان العارفین قدوۃ المحبین
الواصلین حضرت خواجہ سید	زبدۃ الواصلین حضرت خواجہ سید
سعید الدین الملقب والمشتھر	سعید الدین جو ملقب اور مشہور ہیں خواجہ سید
بخواجہ سید صادق علی شاہ	صادق علیشاہ مونس اللہ الچشتی
مونس اللہ الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	کے (نام) سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اون سے اور
وارضاہ عنا وافاض علینا فیضانہ	راضی کرے اون کو ہم سے اور اون کے فیضان اور
وبرکاتہ الشریف۔	برکات شریفہ کو ہم پر جاری رکھے۔

وھو[۲] عن شیخہ الخلافت والاجازت شیخ المشائخ غواص بحر لی مع اللہ حضرت خواجہ سید شاہ محب اللہ البخاری الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھما[۳] عن شیخہما بیعۃً وصحبۃً وتربیۃً لشیخنا ولشیخ شیخنا الاجازت بیعۃً وصحبۃً وتربیۃً وخلافۃً واجازۃً شیخ المشائخ حضرت خواجہ قدوۃ العاشقین وتاج المعشوقین فخر الملت والدین قطب المشائخ حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین الملقب بمحب النبی شاہ فخر جہاں چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[۴] عن ابیہ وشیخہ شیخ المشائخ سلطان العارفین مرشد ربانی حضرت خواجہ نظام الدین ثانی النکراوین ثم اورنگ آبادی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[۵] عن شیخہ شیخ المشائخ المتخلق باخلاق اللہ والمتصف باوصاف اللہ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[6] عن شیخ المشایخ معشوق الٰہی قطب المدینۃ الشریفۃ شیخ رضی الدین یحیی المدنی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[7] عن شیخہ شیخ المشایخ مظہر اللہ الصمد محو العشق فی الذات حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی قطب گجرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[8] عن شیخہ شیخ المشایخ قطب الاولیا شیخ الاتقیا حضرت خواجہ حسن محمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[9] عن شیخہ شیخ المشایخ جمال الحق والدین حضرت خواجہ جمال الدین چشتی عرف شیخ جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[10] عن شیخہ شیخ المشایخ الوسیلۃ الی المقصود حضرت خواجہ محمود چشتی عرف شیخ راجھن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[11] عن شیخہ شیخ المشایخ علم الحق والدین حضرت خواجہ علیم الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[12] عن شیخہ شیخ المشایخ سراج الحق والدین حضرت خواجہ سراج الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[13] عن شیخہ شیخ المشایخ زائر البیت الحرام کمال الحق والدین حضرت خواجہ کمال الدین چشتی المشہور بعلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[14] عن شیخہ شیخ المشایخ مستغرق بحر شہود شمس العارفین حضرت خواجہ محمد و نصیر الدین بن محمود چراغ دھلی اودھی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو[15] عن شیخہ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہ الرائحۃ فی الافاق لوامع رحمتہ سلطان المشایخ والعاشقین رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی سلطان المشایخ حضرت خواجہ نظام الدین محمد بن احمد بداونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو[16] عن شیخہ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہ الرائح فی الافاق لوامع کراماتہ

السایح فی العالم القدس افکارہٗ البایح بمحبت الرحمن اذارہٗ قطب الوری علامۃ
الدنیا والدین حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی شکر بار
شکر گنج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۱۷] ملک المشایخ سلطان الطریقت
قتیل محبت الجبار حضرت خواجہ قطب الملت والدین بختیار اوشی چشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۱۸] بدر العارفین غیاث الدارین نائب
رسول اللہ حبیب اللہ حضرت خواجہ معین الحق والملت والدین الحسن السجزی
چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۱۹] حجت الحق علی الحق حضرت خواجہ
مقتداء اھل عرفان عثمان الھارونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن[۲۰] شیخہٖ
شیخ المشایخ سدید النطق حضرت خواجہ حاجی شریف الزندنی الچشتی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۲۱] شیخ المشایخ ظل اللہ فی الخلق حضرت
خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۲۲] شیخ المشایخ
ملک العارفین اھل التمکین ناصر الملت والدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۲۳] شیخ المشایخ ملجاء العباد حضرت خواجہ
محمد الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۲۴] شیخ المشایخ عمدۃ الابرار
وقدوۃ الاخیار حضرت خواجہ ابی احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۵]
عن شیخہٖ شیخ المشایخ سراج الاتقیا حضرت خواجہ ابی اسحٰق الچشتی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۲۶] شیخ المشایخ شمس الفقراء حضرت خواجہ علو
دینوری ۔ وھو عن شیخہٖ[۲۷] شیخ المشایخ اکرم اھل الایمان حضرت خواجہ
ھبیرۃ البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو عن شیخہٖ[۲۸] شیخ المشایخ سلطان

الصالحین برہان العاشقین حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[29] عن شیخہ شیخ المشائخ سلطان السالکین برہان الواصلین تارک المملکت والسلطنت حضرت خواجہ ابراھیم بن ادھم البلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو[30] عن شیخہ شیخ المشائخ قطب الولایت وغوث الدرایت مکین المکنۃ ابی الفضل والفضائل حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو[31] عن شیخہ شیخ المشائخ قطب العالم والشیخ المعظم حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[32] عن شیخہ رئیس التابعین امام العالمین حضرت خواجہ حسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو[33] عن شیخہ امیر المومنین فی اعالی المقامات المنتھی الیہ خرقۃ کل طالب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وقدس اللہ اسرارھم وابقی الی یوم القیامۃ انوارھم۔ وھو[34] عن سید الکونین رسول الثقلین سید المرسلین خاتم النبیین المنوط باتباعہ محبت رب العالمین محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وعلی کل من بہ انتمی واقتدی الی یوم الدین۔ وھو[35] عن جبرئیل علیہ السلام۔ وھو عن تحت رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ۔

وکذالک وصیتہ لدوام التقوی والورع	اور اسی طرح وصیت کی میں نے اون کو دوام تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے
واجزتہ فی السماع والتواجد والوجد	اور میں نے اون کو اجازت دی سماع کی اور تواجد اور وجد کی
فی العشق ھو اللہ من اللہ مع اللہ واعطیتہ	عشق میں اللہ کے اللہ ہی کی جانب سے اللہ ہی کے ساتھ اور
عمامتی وجبتی ولقنتہ ذکر الرنخ	میں نے اون کو عطا کیا میرا عمامہ اور میرا جبہ اور اون کو تلقین
وحفظ الانفاس ومشی الاقدام۔	کیا میں نے ذکر رنخ اور حفظ انفاس اور مشی الاقدام

والمراقبة والمشاهدة والذكر الجلي
والخفي ورخصته لسائر اوراد
مشايخنا في هذه الطريقة الشريفة
فعليه ان يحفظ الشريعة بالجوارح
الاعمال والاقوال وبدوام الطريقة
والمعرفة بالافعال والاحوال باجتناب
من محبت الدنيا ويجعل مقصوده حب الله
وعشقه ومعرفته في كل الحال ونسأله
الله تعالى ان يجعله هاديا ومهديا ومتقيا
ويبعثه في الآخرة مع مشايخنا نجيا۔ و
وقع هذا الامر بحضور المشايخ في مقام چشتي
چمن من هجرة النبويه في شهر ربيع الاول
وفي التاريخ الثاني وفي اليوم الاحد الرابع ١٢٩٤
والتسعين بعد الف ومائتين وصلى الله
عليه وآله وبارك وسلم فنحمد الله تعالى
ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من
شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا
ونتوكل عليه وبه الخير وبه نستعين
وصلى الله على سيدنا محمد وآله واصحابه
وامته اجمعين۔

اور مراقبہ اور مشاہدہ اور ذکر جلی
وخفی اور میں نے اونکو اجازت دی ہمارے مشایخ کے تمام اوراد کی
اس طریقہ شریفہ میں۔
پس اون پر لازم ہے کہ جوارح اور اعمال اور اقوال سے
شریعت کی حفاظت کریں اور افعال اور
احوال سے طریقت اور معرفت پر مداومت رکھیں
اور دنیا کی محبت سے کنارہ کش رہیں اور اللہ کی
محبت اور عشق اور معرفت کو ہر حال میں اپنا مقصود معین کرلیں اور طلب
کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے یہہ کہ اون کو کرے ہادی اور مہدی
اور متقی اور اون کو اٹھاے آخرت میں ہمارے مشایخ کے ساتھ نجات یافتہ
اور یہہ امر (یعنی خلافت کا عطا ہونا) واقع ہوا مشایخین
کے روبرو مقام چشتی چمن میں ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ
یکشنبہ کے روز سنہ ایک ہزار اور دوسو چورانوے ١٢٩٤
ہجری نبوی میں۔ اور درود بھیجے اللہ اون پر
اور اونکی آل پر اور برکت نازل کرے اور سلام بھیجے۔
پس ہم حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اوس سے مدد مانگتے ہیں
اور اوس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اوس پر توکل کرتے ہیں
اور اوسی کے ساتھ خیر ہے اور درود بھیجا اللہ نے اوپر ہمارے
سردار محمدؐ کے اور اوپر اون کے آل و اصحاب کے سب پر۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ وصلى الله
على النبي الامى الكريم سيدنا محمد وآله اجمعين
اما بعد هذه الخلافت بشاخنا
فى الطريقة العالية الچشتيه رضوان
الله تعالى عليهم اجمعين اعطينا الاخى فى
الدين مولوى سيد باقر على انا اخاطبه
بشاه شهيد المحبت الچشتى فعليه
ان يلازم التقوى والورع ويعمل
عمل المحبين من مشايخنا ويسلك
سلوك السالكين العاشقين
من مشايخنا فحبا لله وكل مايعمل
من النوافل والاوراد وغير ذلك
من الحسنات فيحب الله ولوجه الله
ولرضائه بغير ان يخطر بباله لغرض نفسه
والاخلاص بعمله والتوجه الى
المقصود بكل حاله سمعا وبصرا
وقلبا وهما وان يجعل همومه
هما واحدا الى الله وبالجملة
يسلك طريق مشايخنا بكل ماهو

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اور درود بھیجا اللہ نے
نبی امی کریم سیدنا محمدؐ اور اون کے آل پر سب پر۔
اما بعد ہمارے مشایخ (جن پر اللہ تعالے کی
خوشنودی ہو) سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں یہہ خلافت
ہے جو ہم نے دی ہمارے دینی بھائی
مولوی سید باقر علی کو جن کو میں خطاب دیتا
ہوں **شاہ شہید المحبت چشتی** کا پس اون پر
واجب ہے کہ دواماً اختیار کرلیں تقوی اور ورع کو اور عمل کریں
وہ عمل جو ہمارے مشایخین محبین کا تھا اور چلیں وہ راہ
جو ہمارے مشایخین عاشقین کی راہ تھی۔
پس (سب عمل) اللہ کی محبت میں (کیا جائے) اور
حسنات میں سے نوافل اور اوراد اور اون کے علاوہ
جو کچھ عمل کریں پس وہ اللہ ہی کی محبت میں اور خاص اوس کے لئے
اور اوسی کی رضا کے لئے ہو اور (ان اعمال کو بجالانے میں) غرض نفس کا
اون کے دلمیں کچھ بھی دخل نہو اور اپنے عمل میں اخلاص کو
اور ہر حال میں مقصود کی جانب توجہ کو سمعاً و بصراً
وقلباً وہماً قایم رکھیں اور اپنے جملہ مقاصد کو صرف ایک مقصد
کرکے اللہ ہی کی جانب متوجہ کرلیں اور مختصر یہہ کہ
چلیں وہ ہمارے مشایخین کے طریقہ پر اون

المقصود عندهم وعندنا بغير	تمام (امور) میں جو اون کے اور ہمارے نزدیک مقصود
افراط وتفريط والتوفيق من الله	تھا بغیر افراط اور تفریط کے اور اللہ ہی سے
هو الموفق والمعين وبه الخير و	توفیق ہے اور وہی توفیق دینے والا اور معین ہے
به نستعين ۔ وصلّى الله	اور اوسی کے (قبضۂ قدرت میں) خیر ہے اور اوسی سے
تعالىٰ على سيّدنا محمّد و	ہم مدد مانگتے ہیں اور درود بھیجا اللہ تعالیٰ نے سیدنا
آله واصحابه اجمعين	محمدؐ اور اون کے آل اور اون کے اصحاب پر سب پر۔
وانا العبد الراجي الى رحمت ربه القوی	اور میں ہوں اپنے رب قوی و برتر کے رحمت کا
العلى المخاطب من حضرت شيخي	امیدوار جس کو خطاب دیا ہے میرے پیر نے
شاہ قیام اصدق الصادقی	**شاہ قیام اصدق** کا جو ہے صادقی
المحبی الفخری الچشتی عفا الله عنه	محبی فخری چشتی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اوس کو
وعن والديه وعن اخوانه في الدنيا	اور اوس کے والدین کو اور اوس کے دینی اور دنیاوی
والدين فالحمد لله رب العالمين	بھائیوں کو پس سب حمد ہے اللہ کو جو رب العالمین ہے
وكان الله لنا ولكم ۔	اور ہو جائے اللہ ہمارا اور تمہارا۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ کو جس وقت یہہ خلافت نامہ دیا گیا حضرت سیدنا شاہ قیام صدق چشتی کی آنکھوں میں پانی آچکا تھا۔ اس لئے اوس کو اون کے بھائی اور خلیفہ حضرت شاہ نثیرالدین عرف شاہ عزیز چشتی علیہ الرحمہ نے لکھ کر اور حضرت شیخ کی مہریں لگا کر دیا تھا۔ حضرت شاہ قیام صدق رحمۃ اللہ علیہ چند سال تک بینائی سے معذور رہے لوگوں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر یا کحال جس کے متعلق حکم ہو حاضر کیا جائے لیکن اونھوں نے ہمیشہ انکار کیا۔ لوگ جب زیادہ اصرار کرتے تو فرماتے کہ جس نے روشنی لی ہے وہی دیگا تو لیں گے۔ بالآخر ۱۲۹۷ھ میں ایک شب دونوں

آنکھوں میں روشنی آگئی اور آخر عمر تک قایم رہی۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے شیخ قدس سرہٗ نے طریقۂ چشتیہ کے ساتھ ساتھ طریقۂ قادریہ کبرویہ میں بھی خلافت دی تھی لیکن اس طریقہ کا خلافت نامہ مجھے نہیں ملا میں نے ایک بار حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے اس بارہ میں دریافت کیا اوںھوں نے تحریر فرمایا۔"ہم کو خوب معلوم ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں کہ دونوں سلسلوں میں چشتیہ و ہم قادریہ میں خلافت تھی"۔حضرت باقر کے طریقہ قادریہ کبرویہ کا سلسلہ حضرت سیدنا غوث الاعظم غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمدؐ عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مختصر الفاظ میں یہاں لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں:۔

حضرت [۱] سید شاہ باقر علی عن حضرت [۲] سیدنا شاہ قیام اصدق عن سید [۳] صادق علیشاہ مونس اللہ عن غواص [۴] بحر لی مع اللہ سید محب اللہ بخاری عن سیدنا [۵] فخر الدین دہلوی۔ محب النبی عن حضرت [۶] نظام الدین اورنگ آبادی عن خواجہ [۷] کلیم اللہ جہاں آبادی عن خواجہ [۸] یحیٰی مدنی عن خواجہ [۹] شیخ محمدؐ گجراتی عن خواجہ [۱۰] حسن محمدؐ عن خواجہ [۱۱] محمدؐ غیاث المشہور بنوربخش عن خواجہ [۱۲] شیخ محمدؐ علی المشہور بنوربخش عن خواجہ [۱۳] سید محمدؐ المشہور بنوربخش عن خواجہ [۱۴] ابو اسحٰق ختلانی الحسنی عن خواجہ [۱۵] علی ہمدانی عن خواجہ [۱۶] سید محمودؒ۔ عن خواجہ [۱۷] علاء الدین المشہور بہ علاء الدولہ سمنانی عن خواجہ [۱۸] نور الدین المشہور بالکبیر عن خواجہ [۱۹] احمدؐ جرجانی عن حضرت [۲۰] رضی الدین علی لالا عن خواجہ [۲۱] مجد الدین بغدادی عن حضرت [۲۲] نجم الدین کبری عن خواجہ [۲۳] عمار بن یاسر اندلیسی عن خواجہ [۲۴] ضیاء الدین ابی النجیب بن عبد القاہر سہروردی عن قطب [۲۵] الاقطاب سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی۔

زہد و قناعت۔ اعراض عن الدنیا۔ ورع و تقویٰ۔ عبادت ریاضت اور مجاہدہ

صبر و شکر۔ رضا و تسلیم وغیرہ ان سب پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر استقامت مرحمت فرماوے تو انسان صالحین اور اصحاب الیمین کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے اور اگر ان تمام چیزوں کے ساتھ اعراض کُلّی اور انقطاع تام عن کُلِّ شیٔ مَاسِوَی اللّٰہ اور اللّٰہ و رسُول کی عشق و محبت میں فناء الفنا بھی نصیب ہو تو پھر کیا کہنا۔ انسان اون برگزیدہ ترین جماعت میں شامل کرلیا جاتا ہے جو قرآن پاک میں اولیا، صدیقین، سابقین اور مقربین کے عالی مرتبت خطابات سے مخاطب کئے گئے ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

انسان اپنی زندگی میں جس چیز میں کمال حاصل کرتا یا کرسکتا ہے اوس کا مادہ بدو فطرت سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مبدءِ فیاض نے حضرت باقر کے دل میں محبت و عشق الٰہی کی آگ بدو فطرت سے مہیا کردی تھی۔ شباب کا جب زمانہ آیا تو وہ آگ بھڑکنا شروع ہوی۔ طلب صادق (جو محبت کے ساتھ لازم ہے) نے اون کو رہبر کامل تک پہنچایا پیر کی مروحہ جنبانی نے شعلہ کو تیز کیا اور تیز سے تیز تر کرتی گئی۔ ذکر فکر مراقبہ اور وہ تمام مشاغل جن کی تعلیم پیر نے اونھیں دی اوس کے اندر اونھوں نے عشق و محبت الٰہی ہی کو دواماً پیش نظر رکھا یہاں تک کہ خلافت دیکر بھی خلافت نامہ میں اونھوں نے جو وصیتیں لکھیں وہ بھی عشق و محبت ہی کی بابت تھیں کہ:۔

"ورع اور تقوی پر مداومت رکھو۔ جوارح اور اعمال اور اقوال میں شریعت کی پوری پابندی کرو اور اوس کے ساتھ افعال و احوال میں دوام سلوک اور معرفت الٰہی کو پیش نظر رکھو۔ سماع اور تواجد اور وجد جو کچھ بھی ہو محض اللہ کے لئے ہو اور من اللّٰہ اور مع اللّٰہ ہو دنیا سے اجتناب کلی اختیار کرو اور ہر حال میں تمہارا مقصود صرف اللہ کی محبت اور اوس کا

عشق اور اوس کی معرفت ہو"۔

خلافت نامہ کے آخر میں پھر مکرر یہہ وصیت کی کہ :۔

"تقوی اور ورع پر دایمی التزام رکھو اور عمل وہی کرو جو ہمارے مشایخین محبین کا عمل رہا ہے اور سلوک وہی اختیار کرو جس کو ہمارے مشایخین عاشقین نے اختیار کیا۔ نوافل و اوراد اور اعمال حسنہ جو کچھ بھی کرو وہ صرف اللہ کی محبت میں اور خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ و لرضائہ ہو اور اون کو کرتے وقت تمہارے قلب میں اغراض نفسانی میں سے کسی غرض کا گزر تک ہونے پلئے اور تمہارے عمل میں سراسر اخلاص ہی اخلاص ہو۔ اور سمعاً و بصراً و قلباً و ہمّاً تمہارا مقصود اللہ ہی اللہ ہو اور ہمارے اور ہمارے مشایخین کا جو مقصود رہا ہے اوسی مسلک پر اوسی مقصود کی جانب بغیر افراط و تفریط کے بڑھتے رہو"۔

اہل طریقت کے مذہب میں پیر نائب رسول ہے اور آیت کریمہ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (سورۂ حشر) کے تبعیت میں پیر کا حکم مرید کے لئے واجب العمل ہے۔ عشق و محبت کا مادہ بدرجۂ کمال حضرت باقرؒ کے وجود میں بدو فطرت سے مہیا کر دیا گیا تھا۔ پیر نے اون کو عشق و محبت ہی کے راستہ پر چلایا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسی کی وصیت کر گئے۔ حضرت باقرؒ کے مشرب میں پیر کی وصیت پر عمل کرنا فرض عین تھا اوس پر کاربند ہوے اور کاربند رہے یہاں تک کہ اللہ کی محبت کی آگ نے اون کو جلاتے جلاتے خاکستر کر دیا ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم   اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہہ

عشق الٰہی کی ہمہ گیری اور ہمہ سوزی نے اون کے دل و جاں پر تسلط پا کر ہر قسم کے جذبات و خواہشات کو جلا کر فنا کر دیا تھا اور اون کو ہر قسم کے تعلقات ماسوی اللہ سے

منقطع اور کونین سے بیخبر کردیا تھا اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً (نمل) ؎

دنیا و دین وصبر و ہوش از من برفت اندر غمش
جائیکہ سلطاں خیمہ زد غوغا نماند عام را

اون کی نماز اون کا روزہ اون کے اذکار و اشغال اون کی عبادت و ریاضت اون کا جینا اور مرنا بہ تبعیت فرمان آلہی قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام) صرف اسی کے لئے رہ گیا تھا و لعمری وہ اون مومنین صدیقین مقربین کی جماعت کے ایک فرد فرید تھے جن کی صفت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقر)۔

حضرت رئیس المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں حضرت امیر خسرو دہلوی قدس اللہ سرہٗ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے "اگرچہ تعلق بہ بادشاہان داشت و با ملوک و امرا لعنوان خوش طبعی و ظرافت مخالط بود اما توجہ دل او نہ بآں جانب بود وایں معنی را از برکات آثارش تواں دانست چہ در دلہائے اہل معصیت برکت کمتر تواں یافت و آثار ایشاں را قبول دلہا و جذب خواطر نبود" اس عبارت سے مراد یہہ ہے کہ جو لوگ اہل دل ہیں اور جن کے قلوب محبت آلہی اور عشق حقیقی سے مملو ہیں اونہیں کے کلام میں جذب ہوتا ہے اور اونہیں کے کلام سے اہل ذوق کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد" اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کو بہت زیادہ لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے ؎

کہ ہرچہ از جاں فرود آید نشیند لاجرم بر دل

یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ احمد جام۔ سعدی۔ خسرو۔ حسن دہلوی۔ عراقی۔ حافظ۔ فغانی

کمال خجندی کے کلام ذوق سلیم رکھنے والوں کے دلوں میں تیر کی طرح چبھ جاتے ہیں اور اون کے پڑھنے اور سننے سے جو گہرا اثر دل وجان پر پڑتا ہے اوس کا شائبہ بھی کمال اسمٰعیل اصفہانی۔ سلمان ساوجی۔ خواجوے کرمانی۔ عرفی۔ نظیری۔ صائب۔ طالب آملی کے کلام میں نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ سب بزرگ فارسی شاعری کے امام تھے اور شاعری کی حیثیت سے ان اساتذہ کا کلام اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اون کی لطافت اور خوبیوں اور باریکیوں کو پوری طرح بیان کرنا بھی دشوار ہے۔ اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ ان کا عشق محض شاعرانہ عشق تھا۔ اور اون کے معشوق شاعرانہ تخیل کے پیدا کئے ہوئے معشوق تھے ان کی تمام شاعری مجازہی مجاز تھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی کسیقدر تفصیلی کیفیت اس مقالہ کے آخر میں بیان کی جائیگی یہاں صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ اون کو شاعری میں کبھی انہماک نہیں ہوا اور شاعروں کی طرح اونہوں نے اس کا مشغلہ کبھی اختیار نہیں کیا۔ اون کی غزل گوئی خصوصاً اواخر عمر کی غزل گوئی زیادہ تر اون واردات غیبی کے اظہار کا ذریعہ رہ گئی تھی جو اون کی روح پر اور روح سے قلب پر نازل ہوتی تھیں اور قلب سے بیساختہ زبان قلم پر آکر (شاعری کا مادہ اون میں فطری ہونے کے باعث) اشعار اور غزلوں کا لباس اختیار کرلیتی تھیں۔ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ساتھ اگر اون کا دیوان دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فصاحت بلاغت اور زبان کی سلاست لطافت روانی اور پاکیزگی اور اعلیٰ شاعری کے ساتھ ساتھ اون کا کلام اثر سے کس قدر مملو ہے اور یہہ بھی کسیقدر اندازہ ہوسکیگا کہ عشق اور محبت حقیقی میں وہ کس قدر سرشار اور ازخود رفتہ تھے اور عرفاں اور تقرب الٰہی کے کس درجہ پر پہنچ چکے تھے اون کے دیوان سے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ممکن ہے کہ اون سے حضرت باقر کی خدا اور رسولؐ اور پیر کے ساتھ

عشق و محبت۔ انقطاع ما سوی اللہ فنا و بقا۔ عرفان و تقرب اور مشاہدہ کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

(۱) مرید کے لئے پیر ہادئ طریقت ہے اور پیر ہی کی تعلیم اور اوس کی متواتر مسلسل اور غیر منقطع توجہ کی بدولت مرید منزل مقصود اور مطلوب حقیقی تک پہنچتا اور پہنچ سکتا ہے اس لئے مرید کو پیر کی محبت میں انہماک کلی اور اوس کی ذات میں فنائیت تامہ کا حاصل کرنا لازمی ہے حضرت باقر اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر سرشار رہتے تھے کہ بمقتضائے من احب شیئاً اکثر من ذکرہٖ اکثر پیر ہی کا ذکر کیا کرتے تھے اور اونھیں کے فضائل اور محامد بیان کرتے رہتے تھے اشعار مرقومۃ الذیل سے شیخ کے ساتھ اون کی محبت کا اندازہ ہو سکیگا۔

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر | اصدق اصدق ہمہ دم ورد زبان است مرا
فیض اصدق بے نیازم ساخت از دنیائے دوں | آنکہ سنگِ آستانش کعبۂ دیں ساختند
شاہنشہیست اصدق در ظل کفش پا بیت | تا ثیر ایں سعادت بال ہما ندارد
ایں ہستی موہومم در ذات تو شد پنہاں | من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق
بخواجہ اصدق از باقر بگوئید | کہ من چشم خود از غیرِ تو بستم
من فدائے نگہِ فیض تو گردم یا شیخ | کہ مسِ خویش ز اکسیر تو زر ساختہ ام
در طریق عشق باقر چوں نباشم مستقیم | چوں جنابِ پیر اصدق رہبرے میداشتم
از سرِ کونین دست افشان شدم | پیر اصدق داد دستم بے بلے

ان اشعار کے علاوہ دیوان میں چار غزلیں شریک ہیں جو تمامتر پیر کی مدح اور اون کے ساتھ عشق و محبت کے اظہار میں ہیں اون سے پیر میں حضرت باقر کے فنائیت کا اندازہ ہو سکیگا۔

(۲) حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ طریقہ کے

امام ہیں۔ حضرت باقر کو اون کی ذات پاک کے ساتھ خاص تعلق تھا دیوان میں تین غزلیں تمامتر اون کی منقبت میں ہیں اور مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ کردنی ہیں:-

خداوندا! نصیبم ساز طوف روضۂ خواجہ — بکن زیب جبینم سجدۂ آں آستانے را

شاہا چو توئی معیں بکن دور — از بندہ غم گزندہ را

یا خواجۂ معیں گہ درد و مصیبتم — برلب بغیر نام تو نام خدا نرفت

اشک ریز آمدہ ام بر در تا اے خواجہ معیں — بادل پر غم و با نالہ و آہے عجبے

(۳) حضرت امیر المومنین امام المسلمین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات پاک صوفیوں کے تمام فیوض و فیضان باطنی اور عرفان الٰہی و مدارج ولایت کا سرچشمہ ہے اون کی اور اون کی اہل بیت و اولاد کی محبت نہ صرف منجانب اللہ و رسولؐ فرض ہے بلکہ صوفیوں کے لئے اضطراری ہے۔ حضرت باقر اون کی اور اہل بیت اطہار کی محبت میں جس قدر از خود رفتہ رہا کرتے تھے اوس کا اندازہ تو ہو نہیں سکتا۔ اون کے عقائد کے بیان میں اون کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں جو اس حقیقت کو کسی قدر ظاہر کرسکیں گے۔

(۴) سب سے بالاتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درجہ ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین صوفیوں کے نزدیک یہہ مسئلہ مسلم ہے کہ سالک کو فنا فی اللہ کا درجہ فنا فی الرسول کے بعد ہی حاصل ہوسکتا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کے ساتھ محبت کا دارومدار تمامتر اطاعت رسولؐ اور اتباع سنت نبوی پر ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ حضرت باقر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشق و محبت میں جو فنائیت حاصل تھی اوس کا تو اندازہ ہو نہیں سکتا تاہم اون کی دیوان سے

چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں :-

تو ئی نتیجہ ایجاد و ثمرۂ موجود — کہ جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

چوں حسن دل افروز تو در جلوہ گری شد — در ملک عجم غلغلہ و در عرب افتاد

از داغ غلامی تو شد جبہ نشانمند — عشق تو بدل اے شہ امی لقب افتاد

قربان جلوۂ تو کہ از زیر تو رخت — اینجا ہزار یوسف کنعاں بر آمدہ

پویندہ در رکاب تو با بانگ طرقوا — جبریل بر تو مروحہ جنباں بر آمدہ

دور از تو چہ حال است بہ بیں تاب و تب ما — اے سرور عالی نسب امی لقب ما

دورم ز دیار تو مگر سجدہ بسویت — پیوستہ بود مشغلۂ روز و شب ما

جا کرد خیال رخت اندر جگر و دل — از عشق تو مملو است درید و عصب ما

عطا کن اے خدا آں چشم پاکم — کہ باشد محو دیدار محمدؐ

اگر خواہی مراد خویش باقر — بکن ہر لحظہ تکرار محمدؐ

اے خواجۂ ہر دو کون دریاب — بر خاک درت طپیدۂ را

جاں میدہد بقالب بیجاں نسیم تو — شرمندہ آب خضر ز خاک حریم تو

تا کے بدوری تو بسوزم بساں شمع — اے من فدائے شہرۂ خلق عظیم تو

یا رسول اللہ چہ دارم تا کنم بر تو نثار — از من مسکیں رسد بر تو درودے کاشکے

اشتیاق جلوہ ات باد ابجانم سر بلند — داغ عشقت در دلم ہر دم فزودے کاشکے

راحت جانی دہم نور نظر چوں مردمک — جائے تو جانانہ ام در دیدہ بودے کاشکے

کمترین بندگانت ہست باقر یا نبیؐ — بر در تو جبہہ را لو سجدہ سودے کاشکے

ردیف میم میں دیوان کے صفحہ ۱۹۳ پر نعت میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے :

ح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم　　　شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شاہ ظہور الحق قدس اللہ سرہٗ نے ایک خط میں مجھے لکھا کہ حضرت باقر کی یہ
ل جب شائع ہوئی لوگوں میں اس قدر مقبول ہوئی کہ تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں اس کی
رت ہو گئی اور برسوں لوگوں کے زبان پر رہی اور سماع کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوئی ہوگی
میں قوال نے یہ غزل نہ گائی ہو۔

(۵) زہد عن الدنیا۔ قناعت۔ رضا و تسلیم اور انقطاع عما سوی اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

رمائدہ دولت دنیا کہ حرام است　　　ہرگز نہ بیالائے تو دست و دہنے را
نیا ہمہ پوچ است و عیش پوچ تر از پوچ　　　بردار ز دل این ہمہ رنج و محنے را
ر آنچہ خدا داد تواں کرد قناعت　　　در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را
ناعت شیوہ ام باشد توکل خوئے طبع من　　　بہ مسکینی غنی ہستم چہ سازم مال و دولت را
ز فکر این و آں بگذر ز حرص و آز شو خالی　　　ز دست خویشتن مگذارد کانِ قناعت را
لو ہر مقصود می آید بدستش ہر کسے　　　پا بدامانِ توکل باقر آسا بشکند
ہر کہ شد بادشہ ملک قناعت باقر　　　خاطر او طرف ملک سلیماں نرود
دست تہی نرزر دل خالی ز مدعا　　　خوش دولتے ز بخشش مولا بما رسید
از دلِ خویش بکن دور تمنا باقر　　　دل آگاہ پے ہیچ تمنا نرود
باید بہر کسے کہ بجوید رضائے حق　　　خود را با و سپارد و محو رضا کند
ز بارگاہ خدا جز خدا مخواہ دگر　　　بہ بارگاہ خدا گر دعا توانی کرد
اے خوشا آنکس کہ شب را با تو فردا میکند　　　خویش را در انجمن بہر تو تنہا میکند
سیر از سیرِ دو عالم فارغ از کون و مکان　　　پا بدامان کردہ در کوے تو ماوا میکند

در بروئے خویشتن بربستہ از ہر دو جہاں	بر مصلّےٰ کردہ جا ذکرِ تو شبہا میکند
در تمنائے تماشائے جمالِ روئے تو	خویشتن را خالی از دنیا و عقبیٰ میکند
از عبادت نتواں خواست بجز مرضاتش	خدمت حضرت او بر طمع حور مکن

(۶) ریا اور عجب انسان کی تمام عبادتوں کو بیکار کر دیتا ہے اور دل میں اگر اللہ کے محبت کی چاشنی نہو زہد خشک سے کام نہیں چلتا اور خشک عبادت سے ریا اور عجب اور دوسرے مہلکات میں گرنے کا ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

لافِ عرفاں میزنی زاہد تو با عجب و ریا	سوز از آہِ نہانی پردۂ پندار را
ترا بدرگہ حق زاہدا رسائی نیست	اگر ز عجب و ریا در دلت صفائی نیست
دردِ دل عشاق و کجا زہد تو زاہد	ویں درد نباشد چو توئے بلہوسے را
مایلِ پاکی ظاہر چہ توئی اے زاہد	کار با پاکی احوال درون افتادہ است
بتقویٰ سر برافرازی بزہدِ خشک مینازی	برو زاہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید
زاہد از من تو مرنج ار نکنم با تو نماز	لائقِ سجدۂ حق نیست وضوہم چکنم

(۷) اللہ کا عشق اور اس کی محبت ہی وہ چیز ہے جو سالک کے تمام خواہشات اور جذبات نفسانی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکی بدولت انقطاع عما سوی اللہ نصیب ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو کونین سے فارغ و مستغنی کر کے سالک کو ہمہ تن حق سبحانہٗ و تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات پاک کی جانب متوجہ کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو تمام عبادات کے جملہ تکالیف کے احساس کو فنا کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو برق خاطف کی رفتار سے بھی سبکتر عاشق کو کھینچتی ہوئی لیجاتی ہے اور درِ رب العزت پر کھڑا کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو عاشق کو دوام مشاہدہ کے شراب طہور سے ابدالاباد کے لئے مخمور کر دیتی ہے سے

مست مے ہشیار گردد از و بود — مست حق ناید بخود از نفخ صور

حق تبارک و تعالیٰ نے حضرت باقر کے وجود میں بدو فطرت سے عشق کی آگ بھر دی تھی پیر نے اون کو عشق ہی کے راستہ پر چلایا اور اسی پر چلنے کی وصیت کر گئے۔ مرقومۃ الذیل اشعار ملاحظہ فرماتے جائیں:۔

چناں از بدو فطرت شد گریباں گیر عشق او — کہ در طفلی بخواندم قصۂ فرہاد و مجنوں را

بدرس عاشقی باقر بمکتب — عجائب بحث با استاد میکرد

پروردۂ دردیم ندانم اب و عم — ما عشق نژادیم مپرس از نسب ما

ذرۂ درد بدل ناصح ز صد تقوی بہ است — پند ترک عشق از تو با من از نادانی است

من از میخانۂ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر — افاقت روئے ننماید ز بدمستی خرابش را

کسے کو مست افتادہ است و بیخود در سر کویت — کجا ممکن کہ روز حشر ہم ہشیار برخیزد

برداشتن بار عبادت بود آساں — آں کیست چو باقر کہ کشد بار محبت

درد در دل عشق در جاں ریختند — گل بگلشن دُر بعُماں ریختند

حامل بار محبت کس نبود — ایں بلا بر جان انساں ریختند

شہرۂ حسن رخت شد ز سمک تا سماک — طنطنۂ عشق من عالم امکاں گرفت

بسیار مشکل است سلوک طریق عشق — سالک بہوش رو کہ دریں رہ خطر بسے است

در رہ عشق ندانستہ نہادند قدم — کیست آنکس کہ دریں راہ خبردار آمد

بکوئے عشق باقر ہیچگاہے نے زخود رفتم — برنگ کاہ سوئے خود کشد بیجادۂ عشقم

گرچہ بے جذبہ او تا در وصلش نرسی — تو دریغ از طلبش تا حد مقدور مکن

عقل بیچارہ نہاں بود پس پردہ ہنوز — عشق سفاک بجا نہا علم افراخت دریغ

ازدلِ زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا	مائلِ صورتِ بیچون وچگوں افتادہ است
براہِ تو مہ من شد چناں عدم باقرؔ	نماند ہیچ ازو جز کفِ غبارِ راز تو

(۸) صبح خیزی اور شب بیداری کے فضائل عجیب وغریب پیرایہ میں بیان فرماکر ترغیب دیتے ہیں:۔

چہ میخسپی دلِ شب جلوۂ حق را تماشا کن	بہشیاری سرِ پائے بزن ایں خوابِ غفلت را
کہ شبہا نورِ حق بینی بہ بیداری وہشیاری	مدہ در چشمِ خود جا مستِ غفلت خوابِ غفلت را
ہر سعادتہا کہ خواہی زیرِ دامانِ وے است	تا توانی کوشش شبہا در پئے تسخیرِ صبح
صبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا	از تہِ دل حرمت روئے سپید پیرِ صبح

(۹) اولیا اور صدیقین کی محبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ انھیں کی توجہ اور فیض صحبت سے آدمی معمولی انسان سے انسان کامل ہوجاتا ہے۔ ان کی صحبت کے اختیار کرنے کا حکم محکم ہمکو خود جناب باری عز اسمہٗ نے دیا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ متفرق احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔ اولیا چونکہ انبیا کے متبع ہیں اور علیٰ قدر مراتب اون کی صفات سے متصف ہیں اس لئے اون کی موت ظاہری کے بعد بھی اگر طالب کوشش کرے اون کے ارواحِ پاک کے فیضان سے مستفید ہوسکتا ہے۔ حضرت باقرؔ فرماتے ہیں:۔

بیا و سر بپا انداز پیرانِ طریقت را	نگاہِ گرم پاکاں قلب را اکسیر میسازد
ازیں ہمتِ شاں ہر مشکل است آساں	دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد
روشنیِ اہلِ دل ہرگز نماند در لباس	شمعِ نورِ خویش در فانوس چوں پنہاں کند
ببوس تربتِ پاکاں زصدق وہمت خواہ	کہ زیرِ خاک برفتند وفیضہا باقیست

(۱۰) سفر در وطن اور خلوت در انجمن کا مفہوم کس خوبی سے ذیل کے تین شعروں میں ادا کیا گیا ہے:۔

خیالِ جلوۂ روئے تو میبرد از خویش | سفر ہمیشہ مرا از تو در وطن پیدا است
بے زحمت رفتار کند سیر دو عالم | باقر بوطن ہر کہ سفر داشتہ باشد
چو غیر حق نبود در دلِ شکستہ چہ دور | سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد

(۱۱) ظہور ذات مطلق از پردۂ کائنات۔ لاموجود الا اللہ۔ فنا و بقا:۔

جمالِ آفتابت شد بذراتِ جہاں روشن | بروئے خوبرویاں جلوہ داری خود نمائی را
دیدم نہ عارضِ تو و ہستی تو برملا | از غایتِ ظہور بماندی تو در خفا
اے حسن پردہ پوش کنم محو جلوہ ات | فارغ شویم تا ز تماشائے ما سوا
بخواں علم وجود او بہر کلی و ہر جزوی | بہ بیں ترکیب صنع او بہر تعریف و تنکیرے
در کون و مکان نیست بجز روئے تو دیگر | یک ذات تو حق است دگر غیر تو باطل

در ہمہ کائنات و ہر موجود | جلوہ فرما جمال صورت اوست
اے گنج مخفیم ز ظہور تو سوختم | غیبت نشان من ز حضور تو سوختم
ہر کہ دانست غیر حق موجود | رحم بر فہم و بر فراست اوست
ندارد وجود ے کسے جز وجودت | یکے ہست ذاتت بری از دوئی تو
جز یکے نبود میان وحدت و کثرت وجود | چوں کسے عینیت گرداب و دریا شکند
نباشد ہیچ ممکن را وجود ے غیر حق باقر | کشا چشم حقیقت بیں یکے داں موج و دریا را
ذات حق چوں بفنا عین وجودت گردد | ہر بن موئے تن تو لب منصور شود
ز دل نقش دوئی شستم دوئی محو یکے دیدم | فنا در ذات او گشتم ز یاد ما سوا رفتم
فانی شدہ ام بذات پاکش | من یاد ز ما سوا ندارم

(۱۲) معرفت اور تقرب الٰہی اور مشاہدۂ تجلیات صفاتی و ذاتی:۔

شہودم در شہادت شد ورا اندر ورا بودم
اسیر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم

بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم
مبرا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم

تو بتجلو نگہ دلہائے حزیں جلوہ فروش
طالب روئے تو در دیر و حرم میگردد

میانِ ما و او قربے و بعدے بوالعجب باشد
کہ من دورم ازو بسیار و او باشد قریبِ من

بجان یار است و در دل یار و من دور از وصالِ او
کہ باشد تا ازو پرسم شرحِ ایں معما را

تمام جلوہ و من محو حیرتم کہ کدام
میانۂ من و دلدار حایل افتادہ است

من با توام قریب تو ہم شو قریب من
از غیب گوش کرد دلم ایں خطاب را

کدامی کاروان می آید اے دل
بروں شو گوش بر بانگِ جرس کن

از دور نسیمِ تو نشاں میدہد از تو
در قافلات حاجت بانگِ جرسے نیست

در کون و مکاں ہست فروغش کہ ندیدم
بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را

ندانم جز بذاتِ تو نہ بینم جز جمالِ تو
بغیر از جلوۂ رویت نہ آید در نظر ما را

در وصل ہم نکرد جدا پردۂ نقاب
در بر کشیدہ خواستم عریاں شود نشد

ظلمت سرائے من شدہ روشن شبِ وصال
برداشتی چو از رخ روشن نقاب را

باقر نہ حد تست تماشائے او مدام
گر بنگری جمال رخش یک نظر بس است

در شبِ وصل بہ آغوش خود از شدت شوق
تنگ بگرفت چنانم کہ گریبانم سوخت

تجلی گاہ ایمن شد ز نورش کلبۂ تارم
نگاہِ وصل در آغوش چوں آں یار عریاں شد

نیاید بچشمم بجز جلوۂ تو
بہر جا بہر سو کہ بینم توئی تو

بہوش آمدم چوں ز غفلت بدیدم
کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو

چساں بنگرد جز بسوئے تو باقر
بروں از جہانی و در ہر سوئی تو

ہرگز بد و چشم نکند جلوہ بجز دوست ہر سو نگرستیم خدا بود خدا بود

عربی میں ایک مثل بہت مشہور ہے کُل اناءٍ یترشح بما فیہ اور فارسی میں بھی اوس کا ترجمہ زباں زد خاص و عام ہے ؎

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست

اون اشعار میں جو نقل کیے گئے اگر محض شاعرانہ تخیل کا اظہار نہیں ہے بلکہ اون حالات اور واردات غیبی کا اضطراری اظہار ہے جو حضرت باقر کے جان و دل پر طاری اور نازل ہوتی رہیں تو اون سے اور خصوصًا آخر کے تیرہ چودہ اشعار سے پتہ ملتا ہے عرفان اور تقرب الٰہی میں اون کی تدریجی ترقی کے اوس بلندی مرتبہ کا جہاں پہنچکر سالک واصل کو مشاہدۂ ذات اور دید ہی دید رہ جاتی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ؎

ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

یہاں تک رسائی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور ایسے واصلین کی خمیر ہی کچھ دوسرے قسم کی ہوتی ہے ؎

طینت جام جم از جوہر کان دگراست تو توقع ز گلِ کوزہ گراں میداری

حضرت باقر غلبۂ حال سے کبھی مغلوب نہیں ہوے اور شطحیات کے قسم میں سے کوئی بات اون کی زبان سے کبھی نہیں نکلی۔ سماع کی عام مجلسوں میں وہ شریک نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے کہ اون کے پیر کی مجلسوں میں جن شرائط کی پابندی ہوا کرتی تھی اور جن کو وہ نہایت ضروری خیال کرتے تھے وہ پابندیاں دوسری جگہ ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھیں لیکن اپنے گھر پر تنہائی میں یا خاص خاص دوستوں کے ساتھ سماع سن لیا کرتے تھے۔ اثنائے سماع میں میں نے دیکھا ہے کہ بعض وقت اون پر نہایت شدید حالت طاری

ہوجاتی تھی ۔ اوس وقت اون کی آنکھیں سُرخ ہوجاتی تھیں اور چہرہ چمکنے لگتا تھا ۔ داڑھی اور سر کے بال کھڑے ہو جاتے تھے ۔ اور سینہ سے سنسناہٹ جیسی خفیف آواز سنائی دیتی تھی ۔ اور کبھی کبھی اس قدر آنسو جاری ہوتا تھا کہ داڑھی بھیگ جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی اون کو جنبش نہیں ہوتی تھی اور دو زانو بیٹھے ہی رہ جاتے تھے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق — ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

حضرت باقر نے اپنے حال کو بہت شدت سے چھپایا ۔ پیر کے علاوہ اگر اون کے عرفاں اور تقرب الٰہی سے کچھ واقفیت کسی کو ہو سکی تو صرف حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ اور حضرت ملا محمدؒ عمر سرمست رحمۃ اللہ علیہ کو ۔ اونھوں نے کتمان حال میں اس قدر مبالغہ کیا تھا کہ بجز معدودے چند خاص خاص پیر بھائیوں کے کسی کو یہ بھی معلوم نہوا کہ اون کو سلسلۂ علیہ چشتیہ اور سلسلہ علیہ قادریہ میں خلافت بھی تھی ۔ تمام عمر اونھوں نے کسی کو مرید نہیں کیا ۔ اون سے جو احباب ملنے آتے اون کی صحبتوں میں اپنے پیر کا ذکر تو بہت زیادہ کرتے تھے لیکن فقر و درویشی ۔ زہد و قناعت ۔ قبض و بسط ۔ عشق و محبت فنا و بقا ۔ مکاشفہ و مشاہدہ وغیرہ ان چیزوں کا تو نام بھی کسی کے سامنے اون کی زبان پر نہیں آتا تھا ۔ اون کی اس ضبط کو دیکھ کر مجھے حضرت میر سادات حسینی علیہ الرحمہ کا عجیب و غریب مقولہ جو اونھوں نے نزہتہ الارواح میں لکھا ہے یاد آیا کرتا تھا اور اب بھی یاد آجاتا ہے

"سخن عشق دیگر است و عشق سخنِ دیگر ہر کہ دانست نگفت و آنکہ ندانست گفت"

کاملین کی اس کیفیت کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز — کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بیخبرانند — کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ایک حدیث روایت کی ہے من عشق فکتم وعف فمات فھو شھید۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھئے اور حضرت باقر کے حالات کو اوس سے مقابلہ کیجئے اور دیکھئے کہ شاہ شہید المحبت چشتی کا خطاب جو عطائے خلافت کے وقت اون کے پیر نے دیا کس قدر صحیح اور کس قدر اون کے حسب حال تھا۔

حضرت باقر کی اولاد

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کی پہلی شادی ۱۲۵۴ھ میں جب اون کی عمر سترہ سال کی تھی موضع غریبی چک (ضلع گیا) کے بلخی سادات کے خاندان میں ہوی۔ وہ بیوی نہایت نیک متقی پرہیزگار عابدہ زاہدہ تھیں مگر ان کی عمر نے وفا نہیں کیا اور ۱۱ شوال المکرم ۱۲۶۸ھ کو بیرگہہ میں وہ رحلت کر گئیں۔ حضرت باقر کی والدہ ماجدہ ان بہو کو چونکہ بیحد عزیز رکھتی تھیں اس لئے اپنے شوہر حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے قبر کے شرقی جانب اور اوس کے متصل خود اپنی قبر کے لئے جگہ چھوڑ کر اون کو دفن کرایا۔ ان حرم سے حضرت باقر کو کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ اون کے انتقال سے دو ڈھائی سال کے بعد حضرت باقر نے اون کی چھوٹی ہمشیر سے عقد کیا ان سے بہت اولاد ہوئی لیکن حضرت باقر کے انتقال کے وقت صرف دو لڑکیاں زندہ رہیں ان میں بڑی صاحبزادی بیوہ تہیں اور اون کی اولاد بھی سب فوت ہو چکی تھی۔ ان کے انتقال کو دس گیارہ سال ہوے۔ دوسری صاحبزادی کی شادی پٹنہ کے قریب موضع شہباز پور میں وہاں کے زمیندار سید عبد المجید صاحب مرحوم سے ہوی تھی۔ یہ صاحبزادی بقید حیات ہیں اور اون کے سب فرزند برسرکار ہیں۔ حضرت باقر کا تیسرا نکاح شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمہ کی صبیہ سے ہوا۔ یہہ بزرگ بھڑاپچ کے رہنے والے تھے اور راجہ صاحب نان پارہ کے دربار میں ملازم اور اون کی تمام جائداد اور اون کی ریاست کے منیجر تھے۔ ۱۸۵۷ع کے غدر کے زمانہ میں اون کا نان پارہ میں انتقال ہوا۔ راجہ صاحب چونکہ اون کی بہت قدر کرتے تھے اور اون کو بہت عزیز

رکھتے تھے اور شاید کچھ معتقد بھی تھے اس لئے اون کی قبر کی تعمیر اہتمام سے کی اور اپنی جائداد میں سے کچھ زمیں اوس مزار کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ اون کی صاحبزادی پہلے ہی سے بیسر ہو چکی تھیں۔ اب یتیم ہونے کے بعد شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمہ کے بعض عزیزوں نے اون کو آغوش پرورش میں لیا۔ چار پانچ سال کے بعد راجہ صاحب نان پارہ کا انتقال ہو گیا۔ اور زمانہ کی نامساعدت کے باعث شیخ صاحب مرحوم کے متوسلین کو نان پارہ چھوڑنا پڑا اور تلاش روزگار میں سفر کرتے ہوئے کسی طرح یہ لوگ آرہ چلے آئے۔ حضرت باقر نے شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا وہ بقید حیات ہیں اور اب اون کی عمر تریاسی ۸۳ سال کی ہے۔

تیسری حرم سے حضرت باقر کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں دو لڑکے ایک ایک سال کی عمر کے اندر ہی قضا کر گئے اور بڑی لڑکی نے چودہ سال کی عمر میں ۱۹۔ صفر ۱۳۰۸ھ کو قضا کیا۔ حضرت باقر کی رحلت کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہیں۔ سب میں بڑا یہ خاکسار ہے۔ روڑکی کالج سے سول انجینیرنگ کی امتحان میں شوال ۱۳۱۳ھ (مارچ ۱۸۹۶ء) میں کامیاب ہو کر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ (اپریل ۱۸۹۶ء) میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سررشتہ ریلوے میں ملازم ہو کر نارتھ ویسٹرن ریلوے میں مامور ہوا اور پنجاب اور سندھ میں ایک سال کام کرنے کے بعد ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (مئی ۱۸۹۷ء) میں گورنمنٹ حیدرآباد کے ساتھ ایک معاہدہ کی بنا پر حیدرآباد آیا اور سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اکتیس ۳۱ سال سے کچھ زیادہ دنوں ملازمت کرنے کے بعد چیف انجینیری اور معتمدی اور نظامت تعمیرات کی خدمتوں کو انجام دیکر محرم ۱۳۴۷ھ (جولائی ۱۹۲۸ء) میں پنشن لیکر خدمت سے سبکدوش ہوا۔ خاکسار کی اب مستقل سکونت حیدرآباد میں ہے اور سب فرزند بھی

گورنمنٹ حیدرآباد میں مامور بکار ہیں۔

حضرت باقر کے دوسرے فرزند مجھ سے چھوٹے بھائی خان بہادر مولوی سید عبدالصمد صاحب ہیں۔ پٹنہ کالج سے بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد ۱۹۰۱ء میں مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہوکر ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے۔ ڈھاکہ۔ ہوڑا۔ گیا اور بھاگل پور کے اضلاع میں سب ڈیویژنل افسری کا کام کرنے کے بعد ضلع مظفرپور کے مستقر پر سینیر ڈپٹی کلکٹر مامور تھے اور اب پانچ سال کے قریب ہوئے کہ پنشن لیکر پٹنہ میں سکونت اختیار کی ہے اور اون کے سب فرزند بھی پٹنہ ہی میں ہیں۔ حضرت باقر کے تیسرے فرزند ڈاکٹر سید عبدالکریم ہیں ان کا تاریخی نام سیّد آغا حیدر (۱۲۹۸ء) ہے لیکن عبدالکریم کے نام سے مشہور ہیں۔ اڈنبرا میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرکے گورنمنٹ مڈیکل ڈپارٹمنٹ میں ۱۹۰۹ء میں مامور ہوئے اور آسام بھیجے گئے اوس کے بعد ڈھاکہ آئے پھر دس بارہ سال تک پٹنہ کے مڈیکل کالج میں اناٹومی کے پروفیسر رہے۔ اب آرہ میں خانگی طور پر مطب کرتے ہیں۔ حضرت باقر کی اولاد میں سب میں چھوٹی ایک لڑکی تھی جس کی شادی آرہ میں حافظ محمد سلیم صاحب سے ہوی تھی اوس نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑکر ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو پٹنہ میں انتقال کیا۔

حضرت باقر کی رحلت

حضرت باقر کے متعلقین کی مستقل سکونت چونکہ آرہ میں تھی اس لئے ۱۸۸۹ء میں پنشن لینے کے بعد وہ بھی آرہ ہی میں سکونت پذیر ہوئے اون کے عزیز واقربا چونکہ بیڑھ اور گیا میں تھے اس لئے وہ کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد آرہ واپس چلے آتے تھے۔ رحلت سے چار پانچ سال قبل سے اون کی صحت خراب ہونی شروع ہوی۔ کبھی کبھی بخار آجایا کرتا اکثر قبض رہتا اور کبھی کبھی شدید اسہال ہوجایا کرتا تھا۔

ان علالتوں کے باعث وہ جلد جلد کمزور ہوتے گئے۔ میں جب سے حیدرآباد آیا میرا معمول رہا کہ سال میں کم از کم ایک بار ضرور آرہ جاکر اون کی قدمبوسی سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ رحلت سے چار سال قبل سے اون کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب میں اون کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جتنے روز حاضر رہتا وہ تقریباً روزانہ یہ فرمایا کرتے کہ ''میرا وقت بہت قریب آگیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ میرے آخر وقت نہ تم میرے پاس موجود ہوگے اور نہ تمہارے دونوں بھائیوں میں سے کوئی'' اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی والدہ کے قبر کے متصل (یعنی والدہ اور پہلی بیوی کے قبروں کے درمیان) دفن ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جگہ نہیں ہے۔ دیکھئے شاید اللہ میری قبر کے لئے جگہ نکال دے''۔ محرم ۱۳۲۶ھ (فبروری ۱۹۰۸ء) میں جب میں آرہ گیا اور حضرت والد قدس سرہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا (یہ میری آخری قدمبوسی تھی اس لئے کہ اس کے چند ماہ بعد ہی اون کی رحلت واقع ہوی) تقریباً روزانہ یہ دونوں باتیں فرمایا کرتے۔ ایک روز کہتے کہتے فرمایا کہ ''سب ہی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں قبروں کے درمیان میرے لئے قبر کی جگہ نہیں نکلسکتی لیکن کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری ماں مجھے گود میں نہ لینگی''۔

میری اہلخانہ کی شدید اور طویل علالت کے باعث میری والدہ ماجدہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ (مئی ۱۹۰۸ء) میں حیدرآباد تشریف لے آئی تھیں اور آرہ میں گھر پر حضرت باقر کی خدمت کے لئے صرف میری چھوٹی ہمشیر تھی۔ جمادی الثانی میں اون کی صحت کی حالت معمولی تھی اور علالت کے قسم سے کوئی غیر معمولی بات پیش نہیں آئی تھی کہ ۲۱۔ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ (۲۱۔ جولائی ۱۹۰۸ء) سہ شنبہ کے روز صبح کو وظائف وغیرہ سے فراغت کرکے اپنے ملازم مرزا تصور حسین کو حکم دیا کہ جلد بستر باندھ کر کرایہ کی سواری لے آئیں اور میری ہمشیر کو بلایا اور فرمایا ''مجھے گیا جانے کی یکایک بہت شدید اور فوری ضروریات پیش آگئی ہے اور گاڑی کا وقت قریب ہے اس لئے اسٹیشن جارہا ہوں۔ تم

اطمینان سے گھر میں رہو اور ہرگز پریشان نہ ہوجیو"۔ یہ فرما کر اوس کو اپنے قریب بٹھایا اور اوس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ مرزا تصور حسین گاڑی لے آئے اور وہ لڑکی کو دعا دیتے ہوئے اسٹیشن روانہ ہو گئے۔

اوسی روز شام سے پہلے وہ گیا پہنچ گئے۔ اون کے حقیقی بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرمؒ علیہ الرحمہ کے فرزند مولوی سید محمد شاہ صاحب مرحوم کو اطلاع ہوئی وہ فوراً حاضر ہوکر قدمبوس ہوئے اور تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ چہارشنبہ کے روز اون کا مزاج اچھا رہا۔ اعزہ و احباب کو اون کے آنے کی خبر ہوتی گئی تمام دن لوگ آتے رہے اور اون سے ملتے رہے۔ چہارشنبہ کا دن گزرنے کے بعد شب پنجشنبہ کو پچھلی رات کو اونھیں اسہال شروع ہوا دوپہر تک حالت بہت خراب ہوگئی مولوی محمد شاہ مرحوم نے اور دوسروں نے بھی ڈاکٹر کو بلانے کی بار بار اجازت طلب کی۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے اور علاج سے قطعی انکار کیا۔ شام کے وقت مولوی محمد شاہ کو فرمایا "دیکھو محمد شاہ میرا جنازہ ضرور پیر بگھہ بھیجد بھیجوا اور میری والدہ کے قبر کے متصل مجھے دفن کیجیو"۔ ایک صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا کہ "حضور وہاں قبر کی جگہ نہیں ہے" اسپر برہم ہوکر فرمایا "جاکر دیکھو تو سہی خواہ مخواہ کہے جاتے ہو کہ جگہ نہیں ہے جگہ نہیں ہے"۔ پھر مولوی محمد شاہ صاحب کو نہایت تاکید سے فرمایا "خبردار ہرگز دوسری جگہ مجھے دفن ہونے دیجیو" اونھوں نے کہا "بسر و چشم" اور سب لوگ خاموش ہو گئے۔

حضرت باقر نے ظہر کی نماز تو کسی طرح بیٹھ کر پڑھی لیکن اوس کے بعد طاقت بالکل زائل ہو گئی عصر۔ مغرب اور عشا کے وقت حاضرین نے اون کو وضو کرایا اور یہ تینوں نمازیں اونھوں نے لیٹے لیٹے پڑھیں۔ گیارہ بجے شب تک طاقت بالکل زائل ہوگئی اور ہاتھ پاؤں میں جنبش کی بھی قدرت باقی نہیں رہی اور گویائی کی طاقت بھی بہت ہی کم رہ گئی۔ اوس وقت اونھوں نے

مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم کو کہا "فرزندتم ذی علم اور سمجھ دار ہو۔ کسی کا کہنا نہ سنو۔ مجھے اس بستر سے اوٹھا کر تخت پر لٹا دو اور مسنون طریقہ پر اچھی طرح غسل دیدو تاکہ میں اپنے رب کے سامنے ہرطرح طاہر ہوکر جاؤں" لوگ نہایت حیران ہوئے لیکن محمد شاہ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ گرم پانی موجود تھا اون کو نہایت اچھی طرح نہلایا اور دھویا ہوا ایک کرتا اور ایک پاجامہ جو اون کے ہمراہ آرہ سے گیا تھا اونھیں پہنایا گیا اور ایک پلنگ پر وہ قبلہ رو لٹادئے گئے اور اب اسہال بالکل بند ہوگیا۔ محمد شاہ مرحوم اور دو تین اعزہ تو موجود رہے باقی سب عزیزوں اور دوستوں کو حضرت باقر نے رخصت کردیا اور فرمادیا کہ "اب آدھی رات ہوچکی آپ لوگ کل آئیگا"۔ نیم شب ہونے کے بعد اونھوں نے لیٹے لیٹے اشارہ سے تہجد کی پوری بارہ رکعتیں نماز ادا کیں اور متوجہ الی القلب ہوکر ساکت ہوگئے۔ دو بجے کے قریب اون کے قلب سے ذکر جاری ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد پھر خاموش ہوگئے۔ اسی حالت میں دو اور تین بجنے کے درمیان یکایک وہ متبسم ہوئے اور جان بحق تسلیم ہوئے وکان ذلك فی لیلة الجمعة اربع وعشرین من شهر جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ (۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

شب رحلت ہم از بستر روم بر قصر حور العیں	اگر در وقت جاں دادن تو باشی شمع بالینم
بچہ نازر فتہ باشد زجہاں نیاز مندے	کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

مولوی محمد شاہ مرحوم نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور غسل میں خود شریک رہے۔ حضرت باقر کا جسم غسل کے وقت بھی نہایت نرم تھا۔ جمعہ کا دن تھا۔ جنازہ گیا کی جامع مسجد پہنچایا گیا اور نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز بہت بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ ابھی تک شہر میں اور اطراف کے مواضعات میں اون کی رحلت کی خبر پوری طرح شائع نہیں ہوی تھی۔ جمعہ کی نماز

کے بعد سرعت سے یہ خبر پھیلی اور خاص شہر کے اور اطراف کے مواضعات (مثلاً آبگلہ وغیرہ) کے لوگوں کا اژدحام شروع ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ کو پیربگہہ روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اوسکو رُوکنا پڑا۔ ساڑھے تین بجے تقریباً چار ہزار آدمیوں کی جماعت سے اون کے جنازہ کی نماز مکرر ادا کی گئی۔ اوس کے بعد جنازہ پیربگہہ روانہ کیا گیا۔ عصر اور مغرب کے درمیان وہاں پہنچا۔ پیربگہہ کے قرب وجوار کے مواضعات میں اطلاع ہو چکی تھی اور دو ڈھائی ہزار کا مجمع موجود تھا۔ قبل مغرب تیسری بار جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم نے قبر کے متعلق حضرت باقر کا حکم پیربگہہ کے اعزہ کے پاس بھیجدیا تھا پہلے تو سب کو حیرت ہوی آخر جب جاکر دیکھا تو نظر آیا کہ اون کی والدہ اور بیوی کی قبروں کے درمیان ایک قبر کے لئے کافی جگہ موجود ہے چنانچہ وہاں قبر کھودی گئی اور تیسری بار نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر لوگوں نے اوس سلطان اقلیم سخنوری کو جس کا مثل فارسی زبان کا شاعر ہندوستان نے کم پیدا کیا ہے اور اوس شہید محبت الٰہی کو جو معشوق حقیقی کی عشق میں جلا اور خاکستر ہوا اور کبھی اُف تک نہیں کیا سپرد خاک کردیا۔ باطن میں کشتۂ محبت الٰہی تھے اور ظاہر میں مبطون ہوکر اونھوں نے رحلت کی اس لئے ظاہر اور باطن دونوں میں شہادت کے درجۂ عظمیٰ سے فائز ہوے۔ رحلت بھی شب جمعہ کو ہوی اور تین تین بار نماز جنازہ ادا کی گئی

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ـــــ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ـ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اون کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی اور اوس کی رحمت کی بارش اون کی قبر پر مسلسل قیامت تک ہوتی رہیگی اور طالب کے لئے اون کا فیضان برابر جاری رہیگا ؎

برسر تربت ما چوں گزری ہمت خواہ که زیارتگہ رنداں جہاں خواہد بود

وہ خود بھی فرما گئے ہیں اور بالکل صحیح کہہ گئے ہیں ؎

ببوس تربت پاکاں زصدق وہمت خواہ   کہ زیر خاک برفتند وفیضہا باقیست

حضرت باقر کی رحلت کے وقت اون کے چھوٹے فرزند ڈاکٹر سید عبد الکریم اڈنبرا میں زیر تعلیم تھے۔ اون کے دوسرے فرزند مولوی سید عبد الصمد ہوڑا میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور چند روز بیشتر گورنمنٹ بنگال نے گیا پر اون کے تبادلہ کا حکم جاری کر دیا تھا۔ رحلت کے روز حضرت باقر کو اس تبادلہ کی خبر کی گئی وہ خوش ہوئے اور عبد الصمد کو دعائیں دیں لیکن وہ رحلت سے آٹھ دس روز کے بعد متبدل ہو کر گیا آسکے۔ میں اوس زمانہ میں ضلع گلبرگہ شریف میں دورہ پر تھا اور اس حادثہ کی اطلاع مجھے ٹانڈور میں ہوی۔ میری والدہ میرے یہاں حیدرآباد میں تشریف رکھتی تھیں۔ حضرت باقر فرمایا کرتے تھے کہ "میرے آخر وقت میں تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں ہوگا" وہی ہوا۔

حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے متعلق میں نے ایک عجیب واقعہ مولوی سید محمدؒ شاہ مرحوم سے اور جناب بھائی سید محمد عیسیٰ[۱۹] صاحب مدظلہم سے اور بھی دو تین دوسرے ثقہ آدمیوں سے سنا کہ جب گھر سے جنازہ جامع مسجد لیجانے کے لئے باہر نکالا گیا یکایک نہایت لحیم شحیم قدآور تنومند اور نہایت صبیح اللون چار شخص کابلیوں کے شکل وشمائل کے اور نہایت سفید کابلی لباس میں آئے اور جنازہ کو اوٹھالیا۔ جامع مسجد تک تمام راستہ وہی چار شخص لے گئے اور کسی کو اوٹھانے نہیں دیا۔ جنازہ کی مشایعت میں جو لوگ ہمراہ تھے

---

[۱۹] مولوی سید محمد عیسیٰ صاحب موضع شاہو بگہ ضلع گیا کے رہنے والے ہیں راقم سے اون کی عزیزداری ہے۔ اور رشتہ میں وہ راقم کے بھائی ہیں۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدتوں وہ آرہ میں رہے اور اون کی رحلت کے وقت وہ گیا میں موجود تھے۔ اون کی عمر اب تقریباً نوے سال کی ہے اور قویٰ کی معذوری کے وجہ سے اب گھر ہی پر رہتے ہیں۔

اونھیں اطراف سے صرف پلنگ کی پٹیوں کو ہاتھ لگانے پر قناعت کرنی پڑی۔ جامع مسجد پہنچکر جنازہ کے پلنگ کے چاروں جانب وہ لوگ کھڑے ہوگئے۔ کسی کو اوس کی جانب پیٹھ کرکے کھڑا ہونے نہیں دیتے تھے اور اگر جنازہ کے قریب کوئی شخص دوسرے سے باتیں شروع کرتا تو وہ بڑی بڑی آنکھیں دکھاکر اشارہ سے منع کرتے لوگ ڈر جاتے اور خاموش ہوجاتے۔ یہ لوگ اوس وقت تک اسی طرح موجود رہے جب تک جنازہ کی دوبارہ نماز پڑھی گئی اور دونوں بار خود بھی ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ جنازہ جس وقت پیربگہہ روانہ کیا گیا اوس وقت یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے قبل نہ کسی نے ان لوگوں کو گیا میں دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد وہ کہیں نظر آئے اور کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کون تھے کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے۔ اون کی ہیبت اس قدر تھی کہ اون سے کوئی شخص کچھ دریافت نہ کرسکا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد

حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتا ہوں اور اب اون کی شاعری کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ لیکن اوس سے قبل میں اپنے ایک نہایت محترم عزیز کی سوانح حیات کو نہایت اختصار سے بیان کردینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حضرت باقر کے شاگرد رشید ہیں اور اون کا ذکر حضرت باقر کی شاعری کے ضمن میں جابجا آئیگا۔ اون سے مجھے بعض بہت مفید باتیں معلوم ہوئیں اور دیوان کے متعلق بھی مجھے اون سے مدد ملی ہے۔ یہ صاحب **مولوی سیّد شاہ عبدالعزیز المتخلص بہ آزاد** (بن مولانا سید احمد کبیر بن مولانا شاہ ظہور حسن بن حضرت شاہ برکت حسین بن حضرت شاہ بندہ علی بن حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ اسرارہم) ہیں۔ حضرت شاہ بندہ علی قدس سرہٗ حضرت باقر کے حقیقی بڑے چچا تھے۔ اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد حضرت باقر کے پرپوتے ہیں۔ ان کی ولادت پیربگہہ میں سہ شنبہ کے روز ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ (۱۸ فروری ۱۸۷۳ء) کو ہوئی

فارسی کی تعلیم اونہوں نے اپنے والد اور دادا بزرگوار سے پائی اوس کے بعد اونہوں نے عربی صرف و نحو کی کتابیں اپنے پھوپی زاد بھائی مولوی حکیم سید عبدالرزاق پیر بگھوی مرحوم سے اور شرح جامی اور منطق کی کتابیں اور تفسیر اور فقہ اور حدیث کی کتابیں اپنے چچیرے ماموں مولانا سید محمد اسحٰق بڈوری مرحوم سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں اونہوں نے انگریزی کی تعلیم شروع کی اور چھ سال تک اوس کو جاری رکھا۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں خانگی دشواریوں اور جھگڑوں کے باعث اون کو یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ سنہ ۱۸۹۳ء سے سنہ ۱۸۹۸ء تک اونہوں نے مختلف سر رشتوں میں نوکریاں کیں اور سنہ ۱۸۹۹ء میں گیا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ملازم ہوے۔ ترقی کر کے وہ اس دفتر کے ہیڈ کلارک کی خدمت پر پہنچے اور دو سو دس روپیہ کی تنخواہ تک پہنچکر سنہ ۱۹۳۳ء میں خدمت سے سبکدوش ہوے اور اب زیادہ تر گیا کے محلہ کریم گنج میں سکونت رکھتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز آزاد فارسی ادب میں نہایت بالغ استعداد رکھتے ہیں اور فارسی اور اردو شعراء کے دواوین پر اون کی نظر بہت وسیع ہے۔ شعر گوئی سے اون کو فطری لگاؤ ہے سنہ ۱۸۹۰ء میں اونہوں نے ابتداءً اردو میں غزلیں کہنی شروع کیں اور تین سال تک بطور خود کہتے رہے سنہ ۱۸۹۳ء میں مولانا سید فصیح احمد صاحب حشر بیتھوی کی جانب رجوع کیا اور اردو غزلیں اون کی خدمت میں پیش کرنی شروع کیں۔ یہ بزرگ مرزا محشر ریختی گو دہلوی کے شاگرد رشید تھے اور مرزا محشر حضرت غالب کے شاگردوں میں تھے سنہ ۱۸۹۸ء میں گیا میں ایک مشاعرہ میں شمس العلما نواب سید امداد امام خان بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم و مغفور شریک ہوے اور شاہ آزاد کی غزل سنکر بہت خوش ہوے اور فارسی کے ساتھ اون کی فطری مناسبت کا احساس کر کے اونہیں فارسی کہنے کا مشورہ دیا۔ اوس وقت سے شاہ آزاد نے فارسی غزل کہنی شروع کی اور حضرت باقر قدس سرہٗ جب تک بقید حیات رہے اپنا کلام اصلاح کے لئے اون کی خدمت میں آرہ بھیجتے رہے۔ شاہ آزاد نہایت نازک خیال اور پختہ مغز

شاعر ہیں لیکن شاعری میں زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ حضرت مولانا سید فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہیں

خاندانی نسب نامہ کے متعلق شاہ عبد العزیز آزاد صاحب سے مجھے چند نہایت مفید باتیں معلوم ہوئیں۔ چند سال ہوئے وہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تھے وہاں حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک نہایت متبحر عالم اور متقی بزرگ مولانا محمد سعید صاحب سے ملے اور اپنے شجرہ نسب کا مولانا کے شجرہ نسب سے مقابلہ کیا جس سے اس امر کی مزید تصدیق ہوئی کہ حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی شہاب الدین عبد الرحمٰن ثانی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

حضرت باقر کی شاعری

حضرت باقر کی فارسی تعلیم اور اون کی شاعری کی ابتدا

حضرت باقر قدس سرہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد اونہیں کلام اللہ شریف شروع کرایا گیا۔ جب اس کو وہ ختم کر چکے فارسی پڑھانے کے لئے ایک استاد کے حوالہ کئے گئے اوس وقت کے رواج کے مطابق اونہیں کریما۔ ماقیماں۔ آمد نامہ۔ خالق باری پڑھا کر گلستاں کا آٹھواں باب پڑھایا گیا۔ خلاق عالم جلّت قدرتہٗ نے بد و فطرت سے ان کو نہایت ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اور فارسی زبان کے ساتھ مناسبت تامہ مرحمت فرمادی تھی اس لئے صرف گلستاں کا آٹھواں باب پڑھتے ہی اون کے بزرگوں نے احساس کیا کہ اونہیں فارسی میں اس قدر مہارت ہو چکی ہے کہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی درسی کتابیں (میزان، منشعب، پنج گنج، صرف میر، نحو میر وغیرہ) جو فارسی زبان میں ہیں پڑھ سکتے اور سمجھ سکتے ہیں۔ چونکہ خطہ بہار کے شرفا کے خاندانوں میں بچوں کی تعلیم میں زیادہ تر توجہ عربی کی جانب کی جاتی تھی اور فارسی ایک محض ضمنی چیز خیال کیجاتی تھی اس لئے حضرت باقر کا فارسی کا درس ملتوی کرادیا گیا اور عربی کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر تک وہ عربی نصاب کی کتابیں پڑھتے رہے اور فنون سپہ گری سیکھتے رہے لیکن فارسی زبان اور فارسی شاعری کا جوہر اون کی خمیر میں تھا اس لئے وہ اس کی جانب سے غافل نہیں رہے بلکہ فرصت کے وقت بطور خود صرف لغت کی دو تین کتابوں کی مدد سے اونہوں نے فارسی درسی کتابوں (بوستاں یوسف زلیخا۔ سکندر نامہ۔ قصاید عرفی۔ اخلاق محسنی۔ انوار سہیلی۔ مینا بازار۔ سہ نثر ظہوری وغیرہ)

اور انشا کی چند کتابوں کا مطالعہ نہایت غور و فکر اور سمجھ کے ساتھ کر لیا۔ فارسی تعلیم کے متعلق جب کبھی کسی نے اون سے دریافت کیا تو ہمیشہ یہی فرمایا "ہم نے استاد سے صرف گلستاں کا آٹھواں باب پڑھا اسکے بعد فارسی زبان میں جو کچھ حاصل کیا وہ صرف کتابوں کا مطالعہ کر کے حاصل کیا اور کسی استاد سے کبھی کوئی امداد نہیں لی" تیرہ چودہ سال کی عمر میں عربی صرف و نحو کی کتابیں ختم کیں اور منطق اور فقہ کی ابتدا کی چند کتابیں پڑھی تھیں اور بہت اچھی استعداد پیدا کر لی تھی بعض وجوہ سے اوس وقت عربی کی تعلیم ملتوی ہو گئی اور انہیں فارسی کی جانب پوری توجہ کرنے کا موقع ملا۔ اوس زمانہ میں فارسی کا عام رواج تھا۔ یہاں تک کہ سرکاری دفاتر کی زبان بھی فارسی ہی تھی خطۂ بہار میں جس طرح علم کی جانب لوگوں کو رغبت تھی فارسی کی زباندانی اور شاعری کی جانب بھی شرفا کو عموماً دلچسپی تھی۔ کتابیں ابھی تک بہت کم طبع ہوئی تھیں لیکن شرفا کے خاندانوں میں علمی کتابوں کے علاوہ فارسی نظم و نثر کی قلمی کتابوں کے ذخائر بھی جابجا موجود تھے حضرت باقر کے گھر میں بھی بزرگوں کے وقت سے ایک بڑا عالمانہ کتابخانہ محفوظ چلا آرہا تھا جسمیں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اون کے والد حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ جب لکھنؤ سے پیر بگہہ واپس آئے تو اپنے ہمراہ مختلف علوم کی اور فارسی نظم و نثر کی بہت سی کتابیں ہمراہ لائے تھے۔ چونکہ فارسی نظم و نثر کا بہت بڑا سرمایہ گھر ہی میں موجود تھا اس لئے کتابوں کو باہر سے تلاش اور فراہم کرنے کی اونہیں بہت کم ضرورت پیش آئی۔ اونھوں نے پہلے فارسی لغت کی متعدد کتابوں کو دو دو تین تین بار غور سے پڑھا اور ختم کیا۔ اوس کے ساتھ فارسی کی صرف و نحو اور فارسی اور عربی کے عروض و قوافی اور صنائع اور بدائع کی بہت سی کتابیں بغور پڑھیں اور ان فنون پر پوری طرح حاوی ہوے۔ اس کے بعد اونھوں نے شعرا کی مثنویات قصاید اور دواوین کی جانب توجہ کی اور صدہا کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ایک مجلس میں جسمیں میں موجود تھا اثنائے گفتگو میں

اونھوں نے ایک صاحب کے دریافت پر فرمایا کہ ”ایرانی نژاد شعرا میں جن کا کلام ہندوستان آچکا ہے اور ہندی نژاد فارسی گو شعرا میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جس کا دیوان میری نظر سے نہ گزرا ہو“ ان کتابوں کو مطالعہ کرتے وقت وہ فارسی الفاظ کی ترکیبوں اور اون کے طرز استعمال کو اور اس زبان کے محاورات اور شعرا کے اسالیب بیاں کو نہایت غور و خوص سے دیکھا کرتے تھے اور جس شاعر کا دیوان وہ مطالعہ کرتے اوسمیں خاص طور پر غور سے یہ دیکھتے کہ اوس کی زبان۔ اوس کے اسالیب بیان۔ الفاظ کی نشست۔ محاورات کے استعمال اور شاعرانہ خیالات اور ان خیالات کے ادا کرنے میں وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جو اوس شاعر کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتی ہیں۔ ظاہر ہے حضرت باقر جیسے فارسی زبان اور فارسی شاعری کے ساتھ نہایت قوی فطری مناسبت رکھنے والے ذہین اور قوی الحافظہ شخص نے جب اس قدر غور اور خوص کے ساتھ اتنی کثیر تعداد میں متقدمین متوسطین اور متاخرین شعرا کے مثنویات قصاید اور دواوین کا مطالعہ کیا ہو تو اوس کی فارسی دانی اور فارسی شاعری کے متعلق وسعت معلومات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہزار ہا اشعار اون کو یاد تھے اور جب موقع پیش آتا بلا خوض و تامل کسی خاص مضمون کے بہت سے اشعار پڑھ دیتے تھے۔ اہل ذوق حضرات کی صحبت میں اثنائے گفتگو میں اعجاز خسروی کی صفحہ کی صفحہ عبارت اپنی یاد سے پڑھ کر سنا دیتے تھے

اون کا خاندانی کتابخانہ جس کا ذکر کیا گیا باقی نہیں رہا۔ پیر بگہ کے مکان میں ایک بار آگ لگ گئی اور سارا مکان اور مکمل اثاثہ اور سارا کتابخانہ جلکر خاکستر ہو گیا۔ چونکہ اونہیں کتابوں کے مطالعہ کا شوق رہا اس لئے جوں جوں اونہیں کتابیں ملتی گئیں وہ خریدتے گئے اور از سر نو ایک کتابخانہ جمع کر لیا تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی شہرت۔ اون کا دیوان اور اون کو ملک الشعرا کا خطاب

فطری رجحان کے باعث حضرت باقر بہت کم عمری ہی میں شعر موزوں کرنے لگے تھے۔ اس کا ملکہ جلد جلد زیادہ راسخ ہوتا گیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں فارسی زبان اور اوس کے لغات و محاورات سے وہ اچھی طرح ماہر ہو چکے تھے اور تعداد کثیر میں شعرا کے دواوین کا بالاستیعاب مطالعہ کر چکے تھے۔ صنایع و بدایع اور عروض و قوافی کے فنون پر خوب حاوی ہو گئے تھے اس لئے اوس کم عمری ہی میں وہ جو کچھ کہتے تھے زبان اور اصول شاعری کی حیثیت سے نہایت صحیح کہتے تھے اور شاعرانہ اعتبار سے بھی اون کا کلام بلند پایہ ہوا کرتا تھا۔ اون کی شعر گوئی کی شہرت بہت جلد اطراف و جوانب میں پھیل گئی اور قطعات تاریخ اور دعوتوں کے منظوم رقعوں کی اون کے پاس فرمایشیں آنے لگیں۔ اون کی مشق جلد جلد بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ پچیس چھبیس سال کی عمر میں وہ تمام صوبہ بہار میں فارسی کے نہایت ممتاز شاعر تسلیم کر لئے گئے۔ ۱۲۷۵ھ میں مرید ہو کر اونھوں نے اپنے پیر کی منقبت میں اکیسو چھ شعروں کا قصیدہ کہا (دیوان باقر صفحہ ۲ ۔ ۸) جسکو دیکھ کر اہل نظر قصیدہ گوئی میں اون کے کمال شاعری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولوی خواجہ سید محمد فخر الدین حسین المتخلص بہ سخن دہلوی مرحوم حضرت غالب کے رشتہ میں نواسے اور اردو اور فارسی شاعری میں اون کے شاگرد تھے عذر سے کچھ پہلے دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور عذر کے فرو ہونے کے بعد وہ لکھنؤ سے آرہ آکر اپنے عزیزوں کے پاس جو پندرہ بیس سال پیشتر سے وہاں مقیم تھے ٹھہرے اور وکالت شروع کی۔ حضرت باقر سے بہت جلد دوستی ہو گئی اور اون کے ہمراہ وہ بھی حضرت شاہ قیام اصدق چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے۔ فسانۂ عجائب کے طرز پر اونھوں نے ایک کتاب موسوم بہ سروش سخن لکھی اور

۱۲۷۶ھ میں مطبع نولکشور میں طبع کرائی۔ حضرت باقر نے ایک قطعہ تاریخ لکھکر دیا جو اوس کتاب کے ساتھ طبع ہوا (دیوان باقر صفحہ ۲۷۶ ۔ ۲۷۷)۔ اس کتاب کے "خاتمہ" میں حضرت سخن نے اپنے چند خاص خاص دوستوں کا کچھ مختصر حال بھی تحریر کیا۔ حضرت باقر کے متعلق اونہوں نے لکھا:۔

"جناب مستغنی الالقاب مخدومی سید باقر علی صاحب جن کو ہمارے حضرت ہادی پیرو مرشد مدظلال جلالہ کے حضور سے ملک الشعرا کا خطاب ہے واقعی ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان منتخب ہے لاجواب ہے فضل خدا سے ہمت مردانہ رکھتے ہیں وہ کمترین سے محبت برادرانہ رکھتے ہیں کمال عنایت فرماتے ہیں.........."

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ۱۲۷۶ھ سے پہلے اپنے شباب اور جوانی کے کلام کو مرتب کر کے حضرت باقر نے ایک دیوان مدون کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس سال میں یا اس کے پہلے ہی حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق چشتی قدس سرہ جیسے مبصر اور سخن شناس بزرگ نے جن کا شعر فہمی میں اوس وقت دور دور تک کوئی شخص مثل نہیں تھا اونہیں ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ اور کیا عجب ہے کہ اوسی دیوان کو ملاحظہ فرما کر اونھوں نے حضرت باقر کو یہ خطاب دیا ہو۔

مرزا غالب علیہ الرحمہ سے حضرت باقر کا شاعری میں تلمذ

حضرت باقر علیہ الرحمہ نے جسطرح فارسی ادب اور فارسی زبان کے حاصل کرنے میں کسی کی شاگردی نہیں کی اوسی طرح اٹھائیس سال کی عمر تک شاعری میں بھی اونھوں نے کسی سے

تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اپنے استاذہ سے وہ بہت محبت رکھتے تھے اور جن کی جن کی اونھوں نے شاگردی کی (مثلاً میر کریم اللہ صاحب۔ مولانا مہدی حسن صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب وغیرہم) اون کا ذکر خیر وہ تمام عمر کرتے رہے لیکن شاعری میں (حضرت غالب کے سوا) کبھی کسی استاد کا ذکر نہیں کیا اور نہ اون کے دوستوں اور ہمعمر بزرگوں میں سے کسی سے میں نے اون کے کسی استاد کا نام سنا۔ واقعہ یہ ہے کہ خطۂ بہار میں گو اوس وقت بڑے بڑے کہنہ مشق فارسی گو شعرا موجود تھے لیکن خود وہ سب لوگ باوجود حضرت باقر کی کم عمری کے اون کی فارسی دانی اور فارسی گوئی کے گرویدہ تھے۔ اس لئے اون کو کوئی ایسا بلند پایہ فارسی گو شاعر ملا ہی نہیں جس سے وہ تلمذ اختیار کر سکتے لیکن جس علم و فن کو اونھوں نے حاصل کیا تھا اوس میں کسی قسم کی خامی کا باقی رہنا وہ فطرتاً گوارا نہیں کر سکتے تھے اس لئے اہل کمال کے وہ ہمیشہ جویا رہے اور جس فن کا کامل استاد انہیں جب ملا۔ اوس سے استفادہ کرنے میں اونھوں نے تامل نہیں کیا چنانچہ جب اون کی عمر پچاس سال کی ہو چکی تھی امراو خانصاحب مرحوم و مغفور سے اون کی ملاقات ہوئی اور اون سے بندوق بازی کے فن کی تکمیل کی۔

تقریباً اٹھائیس سال کی عمر تک حضرت باقر نے شاعری میں کسی سے تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اون میں جو جو خامیاں ہوں گی اون کا احساس اونہیں فطرتاً ضرور ہوتا ہوگا اور اوسی فطرت کے تقاضا سے اون کا دل کسی ایسے باکمال شاعر سے ملنے کا متمنی رہتا ہوگا جس کے سامنے وہ زانوئے شاگردی تہ کر سکتے اور اون خامیوں کو دور کر سکتے۔ مجھے اون سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ حضرت غالب سے تلمذ اختیار کرنے کے اسباب کیا ہوے اور تلمذ کی ابتدا کب ہوئی۔ اس دیوان کو جب میں ترتیب دے رہا تھا دو تین صاحبوں سے جن سے صحیح کیفیت کے معلوم ہونے کی امید ہو سکتی تھی (مثلاً حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہٗ) دریافت کیا لیکن کسی سے

صحیح کیفیت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ ۱۲۷۰ھ تک اونھوں نے حضرت غالب کی جانب رجوع نہیں کیا تھا ورنہ مولوی خواجہ فخرالدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم سروش سخن کے "خاتمہ" میں حضرت باقر کے حالات میں اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ خواجہ صاحب سے حضرت باقر کی ملاقات ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء) میں شروع ہوی اوس وقت تک حضرت غالب کی تصنیفیں شائع نہیں ہوی تھیں۔ لیکن خواجہ صاحب اون کے عزیز اور شاگرد تھے اس لئے استاد کی تصانیف کے نقلیں اون کے پاس تھیں اور جب آرہ آئے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ۱۲۷۱ھ یا ۱۲۷۵ھ میں حضرت باقر کو خواجہ صاحب حضرت غالب کی مہر نیمروز اور دستنبو ملی اور نظر سے گزری۔ اوسی زمانہ میں اونھوں نے خواجہ صاحب کے پاس غالب کے اردو اور فارسی کلام کا ایک مجموعہ بھی دیکھا (کلیات نظم غالب فارسی ابھی شائع نہیں ہوی تھی) اور ۱۲۷۶ھ میں قاطع برہان شائع ہوی اور اون کے مطالعہ میں آئی۔ حضرت باقر چونکہ خود صاحب نظر اور صاحب بصیرت اور فارسی زبان کے ماہر اور بلند پایہ شاعر تھے ان کتابوں اور نظموں کے مجموعہ کے مطالعہ سے حضرت غالب کی فارسی دانی اور شاعری کی عظمت اون کے دل میں پیدا ہو گئی اور اونھوں نے سمجھ لیا کہ اون کی استادی کے لئے اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ مرزا اسداللہ خاں غالب ہی ہیں۔ اون سے خط و کتابت شروع کی اور اجازت ملنے کے بعد اپنی غزلیں اون کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجنی شروع کیں۔ یہ واقعہ بظن غالب ۱۲۷۶ھ کا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت باقر کی ایک بیاض جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہی میرے پاس ہے اوس کے اول صفحہ پر اونھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور نحمدہ و نصلی لکھ کر پنج آہنگ کے دیباچہ کے ابتدا کی چند سطر عبارت نقل کی ہے۔ اوس کے نیچے تھوڑی جگہ چھوڑ کر بطور یادداشت کے لکھا ہے:۔

"در بلدہ دہلی بمحلہ بلی ماران قریب چاندنی چوک رسیدہ بحضرت نجم الدولہ دبیر الملک

نواب اسد اللہ خاں نظام جنگ غالب تخلص عرف مرزا نوشتہ ڈاک روانہ نمودہ شد"

حضرت غالب کے پورے خطابات اور اون کی سکونت کا پورا پتہ لکھا گیا ہے اس لئے یقیناً یہ پہلی ڈاک تھی جو حضرت باقر نے اون کی خدمت میں روانہ کی اور چونکہ یہ بیاض اونہوں نے ۱۲۶۷ھ میں مجلد کرائی تھی اور یہ عبارت اوس کے اول ہی صفحہ پہ ہے اس لئے حضرت غالب سے اون کی مراسلت کی ابتدا بھی یقیناً اوسی سال میں ہوی۔

حضرت مرزا غالب کو بھی شاید اوس وقت تک فارسی زبان کا ایسا محقق اور ایسا بلند پایہ شاعر شاگردی کے لئے کم ملا تھا۔ اون کی فارسی دانی اور شاعری اور فارسی زبان کی جزئیات پر اون کی وسعت نظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوے اور اون کی شاگردی پر فخر و مباہات کا اظہار کیا۔ حضرت باقر کے کلام میں ردّوبدل اور اصلاح کی ضرورت کم ہوا کرتی تھی تاہم جہاں ضرورت ہوتی تھی حضرت غالب اصلاح کر کے غزلیں اون کے پاس واپس کر دیا کرتے تھے۔ حضرت باقر نے برسبیل تذکرہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ سال ڈیڑہ سال تک خط و کتابت کے بعد میں نے ایک غزل کہی اور اوستاد کے خدمت میں بھیجی اونہوں نے اس غزل کو بغیر کسی صلاح کے واپس فرمایا اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی تعریف لکھ کر لکھا کہ اگر تم خود کو میرا شاگرد خیال کرتے ہو تو تمہاری شاگردی پر میں جس قدر فخر کروں کم ہے۔ مبدء فیاض نے تم کو شاعری کا ایسا جوہر عطا کیا ہے اور فارسی زبان کے ساتھ تم کو ایسی مناسبت دی ہے اور مطالعہ اور غور و فکر سے اس زبان کے محاورات و نکات پر تم اس قدر حاوی ہو چکے ہو کہ تمہارے کلام کو اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کو اوس زمانہ میں حضرت باقر سے تلمذ تھا اور اون کے

ہمراہ آرہ میں رہتے تھے۔ مجھ سے اونھوں نے حضرت باقر اور حضرت غالب کے باہم مراسلت کا متعدد بار تذکرہ کیا اور فرمایا کہ تقریباً ہر خط میں حضرت غالب اون کی فارسی دانی اور شاعری کی تعریف ہی لکھا کرتے تھے۔ شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم نے ایک مرتبہ اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا۔ "ہم نے آرہ میں حضرت (باقر) کی سات سال صحبت اوٹھائی اور اون سے تلمذ رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مرزا غالب سے اون کی خط و کتابت جاری تھی۔ اون کے جو خطوط حضرت (باقر) کے پاس آتے تھے میں بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ حضرت (باقر) نے ایک مرتبہ ایک غزل کہی جس کا ردیف و قافیہ "اثرے نیست کہ نیست" "خبرے نیست کہ نیست" تھا اور مرزا غالب کے پاس بھیجی۔ جواب میں مرزا نے وہ غزل بجنسہٖ بغیر کسی اصلاح کے واپس کی اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی بہت تعریف لکھی اور لکھا کہ اب تم کو مجھ سے اصلاح کی ضرورت نہیں اور تمہاری شاگردی پر مجھے فخر ہے" (یہ وہی غزل ہے جس کا ذکر حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا اور جس کی کیفیت اس سے اوپر کے فقرہ میں لکھی گئی ہے) اوس وقت کی گفتگو میں شمس العلما مرحوم نے اپنی ایک رائے کا بھی اس طرح اظہار کیا۔ "حضرت (باقر) کا اپنی غزلوں کو اصلاح کے لئے مرزا غالب کے پاس بھیجنا مجھے بے سود معلوم ہوتا تھا اور پسند نہیں آتا تھا اس لئے کہ فارسی گوئی اور شاعری دونوں اعتبار سے میں اونھیں مرزا غالب سے کم نہیں پاتا تھا اور اون کے کلام میں جو درد اور اثر ہوتا تھا وہ مرزا کے کلام میں نہیں پایا جاتا تھا لیکن چونکہ ادب مانع تھا اس لئے حضرت سے میں کچھ عرض نہیں کرسکتا تھا۔" مجھے بھی ادب مانع ہوا اس لئے حضرت شمس العلما مرحوم سے میں اون کے اس خیال کی توضیح نہیں کرا سکا۔ اس کے کچھ دنوں بعد میں ایک وقت یادگار غالب دیکھ رہا تھا اوس میں مولانا حالی مرحوم و مغفور کی یہ تحریر نظر آئی:- .... اون کے (حضرت غالب کے) عاشقانہ اشعار میں باوجود

کمال جزالت اور متانت کے وہ گرمی اور تاثیر جو شعر کی جان اور غزل کا ایمان ہے عام طور پر نہیں پائی جاتی“۔

خلاصہ یہ کہ حضرت باقر نے ۱۲۷۶ھ میں مرزا غالب علیہ الرحمہ سے خط و کتابت کے ذریعہ تلمذ کا آغاز کیا اور استاد کی آخر عمر تک مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر عمر میں حضرت مرزا بہت معذور ہو گئے تھے تاہم انتقال سے کچھ پیشتر تک اون کے خطوط کا جواب دیتے رہے ان دونوں بزرگوں میں باہم ملاقات کبھی نہیں ہوی۔ حضرت باقر نے اون سے جو کچھ استفادہ کیا وہ صرف خط و کتابت کے ذریعہ کیا۔ استاد کے انتقال کا (۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء) اونھیں بیحد رنج ہوا۔ استاد کی محبت اون کے دل میں ہمیشہ باقی رہی اور اون سے اپنے تلمذ پر تمام عمر فخر کرتے رہے اور جب تک زندہ رہے استاد کی صفت و ثنا بیان کرتے ہی رہے اور اپنی شاعری کے کمال کو اونھیں کے فیضان کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ دیوان باقر سے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:۔

ہمچو غالب در جہاں تک نکتہ سنجے برنخاست — من فدائے لطف او باقر کہ استادِ من است

ہست ز فیضِ نظرِ حضرت غالب باقر — شورِ نظمِ تو کہ در ملک جہاں افتادہ است

باقر از شکرانہ ایں کے تواں آمد بروں — کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است

باقرا برخیز و برخواں پیشِ او از گفتہ ات — از پئے اصلاح روحِ غالب استاد آمدہ

کجا شد غالبِ شیریں نوا باقر کہ آہ اکنوں — صدا زاں طوطیِ ہندِ خوش الحانم نمی آید

آخر کا شعر جس غزل کا مقطع ہے ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) میں کہی گئی جب حضرت غالب کو رحلت کئے چوبیس پچیس سال گزر چکے تھے۔ اس امتداد زمانہ پر بھی شاگرد کے دل میں مرحوم استاد کی کسقدر محبت باقی تھی جس نے اون کے قلم سے یہ درد بھرا ہوا شعر لکھوایا۔

حضرت باقر کا کلام جو ضائع ہوا اور جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہا

شاعری کے لئے اطمینان اور فرصت اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ معدودے چند کے سوا جتنے بڑے بڑے شعرا گزرے ہیں اون کو تمام عمر شاعری کے سوا دوسرا کوئی مشغلہ نہیں رہا۔ شاعر کی حوصلہ افزائی اور ولولہ انگیزی کے لئے ذوق سلیم رکھنے والے ذی علم سخن فہم احباب کے صحبت کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اوس کے کلام کے نقائص سے بھی لطیف پیرایہ میں اوس کو آگاہ کرتے رہیں۔

حضرت باقر کو ستائیس سال کی عمر تک علوم و فنون کی تحصیل اور شاعری کے سوا دوسرا مشغلہ نہیں رہا۔ گیا اور پٹنہ میں اوس وقت تک فارسی گو شعرا اور خوش فہم بزرگوں کی کمی نہیں تھی اس لئے اوبھیں ان ارباب فضل کی صحبت بھی حاصل رہی اور اونکی صحبتوں میں اون کا حوصلہ بڑھتا گیا اور شاعری کا پایہ بلند ہوتا گیا۔ یہ حالت ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) تک قایم رہی۔ اس کے بعد اون کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس سال وہ پیربگہہ اور گیا سے آرہ چلے آئے ۱۲۷۵ھ میں اوبھیں سرکاری ملازمت قبول کرنی پڑی اور تقریباً اوسی زمانہ میں وہ مرید بھی ہوگئے اور باطنی اشغال میں مصروف ہوے۔ اون کا دن کارہائے سرکاری کے انصرام میں اور رات کا وقت ذکر و شغل مراقبہ و مجاہدہ میں صرف ہونے لگا۔ جو کچھ وقت ملتا اوس کو اون کے دوست و احباب لے لیتے۔ آرہ میں فارسی شاعری کا چرچا بالکل نہیں تھا اور سادات بلگرام کے خاندان کے چند بزرگوں کے سوا فارسی شاعری سے کسی کو دلچسپی بھی نہیں تھی اس لئے اون کے ہم مذاق لوگوں کی صحبت بھی باقی نہیں رہی۔ مختصر یہ کہ شاعر کو ولولہ انگیزی اور فارغ البالی سے شاعری کے جانب متوجہ رہنے کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہے وہ کچھ باقی نہ رہا۔ لیکن تقاضائے فطرت کو

کیا کیا جائے۔ شاعری حضرت باقر کی نہایت ہی قوی فطری صفت تھی اور اوس کا ملکہ اون میں راسخ ہو چکا تھا۔ اطمینان اور فرصت کے ساتھ بیٹھ کر اور سوچ سوچ کر شعر کہنے کا اونھیں موقع نہیں ملتا تھا لیکن تقاضائے فطرت سے معانی اور مضامین کی اون کے قلب پر پرورش ہوتی رہتی تھی اور اون کو موزوں کرنے پر وہ مجبور ہو جاتے تھے۔ اوس وقت اگر اون کی بیاض پاس ہوتی اوس میں لکھ لیتے تھے اگر نہ رہی تو جو کتاب سامنے موجود ہوتی اوس کے جلد میں یا حاشیہ پر لکھ دیتے تھے اور اگر کوئی کتاب بھی موجود نہ رہی تو کاغذ کا پرچہ جیسا بھی اونھیں اوس وقت مل جاتا اوس پر قلمبند کر لیتے اور ویسے ہی چھوڑ دیتے اور بیاض میں نقل کرنے کا کبھی خیال نہیں کرتے۔

جو شخص شاعری کو اپنی زندگی کا مقصد اور پیشہ نہیں بناتا بلکہ اوس کو محض تقاضائے فطرت کے باعث اختیار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اوس کو کلام کے حفاظت کی چنداں پروا بھی نہیں ہوتی حضرت باقر نے اپنے کلام کو بالقصد ضائع ہونے نہیں دیا لیکن اوس کی حفاظت کی جانب بھی اونھوں نے توجہ نہیں کی اور اس بے توجہی کی بدولت اون کے کلام کا بہت زیادہ حصہ تلف ہو گیا۔ مولوی خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم نے سروش سخن کے "خاتمہ" میں اون کے جس دیوان کا ذکر کیا ہے کہ "ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان انتخاب ہے لاجواب ہے ......" اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا ہوا۔ خود اونھوں نے اس کا کوئی ذکر کبھی کسی کے سامنے نہیں کیا اون کے زمانۂ حیات میں مجھے سروش سخن کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ورنہ اوس کتاب سے جب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اونھوں نے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا میں اوس کے متعلق اون سے ضرور دریافت کرتا۔ اب صرف یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بیر بگہ کے مکان میں جب آتش زدگی ہوی اوس وقت تمام سامان اور سارے کتابخانے کے ساتھ یہ دیوان بھی جل گیا۔

۱۲۷۶ھ میں حضرت باقر نے دس جزو سادہ کاغذ کی ایک بیاض بنائی اور بطور کشکول کے کام میں لائے۔ فقہی مسائل میں ادن سے فتوے پوچھے جاتے تھے۔ اون فتون میں سے چند ان میں نقل کیے گئے ہیں۔ تفسیر یا تصوف کی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت اگر اوس میں کوئی مضمون اونہیں بہت پسند آتا اور اوس وقت یہ بیاض پاس ہوتی اوسمیں نقل کر لیا کرتے تھے۔ ان مضامین کا نہایت لطیف اور دلچسپ مجموعہ اسمیں مہیا ہو گیا ہے۔ ان سب کے علاوہ اوس بیاض میں اونہوں نے اپنا کچھ کلام بھی قلمبند کیا ہے۔ اواخر ۱۲۹۸ھ میں یہ بیاض بالکل بھر گئی اور اوس میں زیادہ لکھنے کی گنجایش نہیں رہی۔ اس بائیس سال کی مدت کا ان کا جو کچھ کلام مجھے اس بیاض کے اندر مل سکا وہ صرف ایک قصیدہ (جو پیر کی منقبت میں لکھا گیا ہے)۔ ترانوے ۹۳ غزلیں۔ چودہ ۱۴ قطعات اور تین رباعیاں ہیں۔ اس طویل مدت میں اونھوں نے بہت کچھ کہا ہوگا لیکن اس بیاض میں اوسی قدر قلمبند ہوا اور محفوظ رہا۔ بقیہ سب جو کاغذ کے پرچوں پر لکھا گیا تلف ہو گیا۔

سب سے زیادہ جن کے تلف ہونے کا افسوس ہے وہ حضرت غالب کے خطوط اور اون کی اصلاح کردہ غزلیں تھیں۔ شاگرد اور استاد میں آٹھ سال کی مدت میں بہت کچھ خط و کتابت ہوی ہوگی مگر نہ تو حضرت غالب کا کوئی خط محفوظ رہا اور نہ اون غزلوں میں سے کوئی غزل محفوظ رہی جو اون نظر سے گذر کر واپس آئی تھیں یہاں تک کہ وہ معرکۃ الآرا غزل بھی جس کا ذکر شمس العلما نواب سید امداد امام مرحوم نے اور خود حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا ضائع ہو گئی۔ ان خطوط اور غزلوں کے متعلق میں نے ایک بار اون سے دریافت کیا۔ اس سوال پر وہ متاسف اور افسردہ ہو گئے اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ کچھ تو بعض لوگ مجھ سے مانگ کر لے گئے اور پھر واپس نہیں کیا اور جو کچھ باقی رہا تھا وہ پیر بگہ کے مکان میں صندوق کے

اندر تھا جب چوری ہوی وہ صندوق اور اوس کے اندر جو کچھ تھا سب ضایع ہو گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ آرہ میں ابتدائے قیام کے وقت سے اون کے پاس ایک صندوق تھا جسمیں وہ اپنے کاغذات رکھا کرتے تھے اور کاغذ کے وہ پرچے بھی جن پر اپنا کلام لکھا کرتے تھے اوس میں رکھ دیا کرتے تھے جہاں جہاں اون کا تبادلہ ہوا وہاں یہ صندوق بھی اون کے ہمراہ گیا۔ آخر میں اون کے پاس گیا میں رہا۔ جب سنہ ۱۳۰۶ھ (سنہ ۱۸۸۹ء) میں اون کو پنشن ہوی وہ آرہ چلے آئے اور پیریگہ کے مکان میں کچھ سامان اور بہت سی کتابیں اور وہ صندوق چھوڑ آئے۔ بعض ذی الطبع شریر النفس لوگ اون کو تکلیف پہنچاتے ہی رہتے تھے۔ اونہیں آرہ آکر تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ان لوگوں نے اوس مکان کا قفل توڑا اور سب سامان لے گئے۔ کتابیں سب ضائع ہوئیں اور اس صندوق میں کاغذات کا جس قدر سرمایہ تھا سب تلف ہو گیا۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بنئے کے دوکان سے کچھ خریدتے وقت ردی کاغذوں کے انبار میں حضرت باقر کا لکھا ہوا ایک کاغذ دیکھا جب غور کیا تو اون کی غزل معلوم ہوی۔ تلاش کے بعد اون ردی کاغذوں میں سے اون کی چار غزلیں نکلیں۔ حضرت باقر جب گیا آئے اونہیں دکھایا اوھنوں نے فرمایا کہ ایک وقت میں نے پے در پے چالیس غزلیں کہی تھیں اور اوس صندوق میں جو تلف ہوا رکھدی تھیں اونہیں میں سے یہ بھی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ کے پاس سے کچھ مل سکے میں نے انھیں بھی لکھا اوہنوں نے جواب دیا "ہمارے پاس سب کچھ تیار تھا مرور زمانہ ضایع ہو گیا ورنہ جناب حضرت اخی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت باقر) کا بہت کچھ حال لکھا ہوا تھا"۔

سنہ ۱۳۰۶ھ میں حضرت باقر پنشن لیکر آرہ تشریف لائے اور مستقل طور پر وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ایک دوست نے اون سے وعدہ لیا کہ اب جو کچھ وہ کہیں اوس کی حفاظت کریں

اس وعدہ کی بنا پر اونھوں نے بڑی تقطیع کی دس جزو کی ایک بیاض منگوائی اور اپنا کلام اوسمیں قلمبند کراتے رہے اوس کے بھر جانے کے بعد دوسری چھوٹی بیاض خریدی جب وہ بھی ختم ہوگئی تو آخر عمر تک وہ اپنا کلام کاغذ کے پرچوں ہی پر لکھتے رہے۔

سنہ ۱۳۱۲ھ سے حضرت باقر کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا دوسرے سال تک وہ نوشت وخواند سے بالکل معذور ہوگئے۔ اون کے دو خدمتگاروں کے دو بچے اون کے زیر پرورش تھے اور اون کے پاس رہا کرتے تھے۔ اوس وقت ان کی عمریں دس گیارہ سال کی تھیں اور نہایت ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی تھیں۔ اپنی معذوری کی وجہ سے اپنا کلام وہ انہیں میں سے ایک سے لکھوالیا کرتے تھے اور جس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا تو بیاض میں یا کاغذ کے پرچہ پر خود ہی انداز سے لکھ لیتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ:-

(۱) ابتدائے شباب سے سنہ ۱۲۷۴ھ تک کا حضرت باقر کا سارا کلام ضایع ہوگیا۔

(۲) سنہ ۱۲۷۵ھ سے سنہ ۱۲۹۸ھ تک اونھوں نے جو کچھ کہا اوسمیں مجھے صرف اوسیقدر ملا جو اونہوں نے قدیم بیاض میں قلمبند کر لیا تھا۔

(۳) سنہ ۱۲۹۹ھ سے سنہ ۱۳۰۵ھ کے اواخر تک اونھوں نے جو کچھ کہا وہ سب بھی تلف ہوگیا۔ اوس زمانہ کے کلام میں سے چار غزلیں اور ایک رباعی مجھے شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے ملیں جو اونہیں بنئے کے دوکان کے ردی کاغذات میں ملی تھیں۔

(۴) سنہ ۱۳۰۶ھ کے بعد سے آخر عمر تک اونھوں نے آرہ کے قیام کے زمانہ میں جو کچھ کہا وہ زیادہ تر محفوظ رہا اور مجھے ملا۔ لیکن وہ پیربگہہ اور گیا بھی جاتے رہتے تھے۔ اور وہاں پندرہ پندرہ بیس بیس روز قیام رہا کرتا تھا۔ ان مقامات کے قیام کے زمانہ میں اونھوں نے

جو کچھ کہا ہوگا وہ مجھے نہیں مل سکا۔ اسی آخر عہد کے کلام میں مجھے ایک غزل حضرت شاہ ظہور الحق صاحب سے اور ایک غزل اونکے بھائی حضرت شاہ جنود الحق صاحب سے ملی۔

حضرت باقر کے کلام کی ترتیب اور دیوان کی تدوین اور اوس میں شریک شدہ قصائد و غزلیات و دیگر اصناف کلام کی تعداد

حضرت باقر کی رحلت کے بعد مولوی شاہ عبد العزیز صاحب آزاد نے اون کے کلام کو ترتیب دیکر دیوان مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اون کی دوسری بیاضیں میں جسقدر غزلیں وغیرہ قلمبند کی گئی تھیں اونہیں ترتیب دیا لیکن بعض موانعات پیش آئے اور یہ کام تکمیل نہیں پا سکا۔ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت سے چند سال کے بعد میں اون کی کتابیں اور بیاضیں اور جس قدر کاغذات آرہ میں مل سکے حیدرآباد دلے آیا لیکن یہ سب محفوظ رکھے رہے اور ملازمت کے مشاغل کے باعث اون کی جانب متوجہ ہونے کا موقع مجھے مطلق نہیں مل سکا۔ پنشن لیکر سرکاری خدمتوں سے سبکدوش ہونے کے دو ڈھائی سال کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق رفیق حال ہوی اور میں نے دیوان کی ترتیب شروع کی لیکن بیحد دقتیں پیش آئیں۔ اون کا جس قدر کلام مجھے مل سکا اوس کا تقریباً تین حصہ اون کے آنکھوں سے معذور ہو جانے کے بعد کا تھا۔ اوسمیں اکثر اون کے ملازمین مرزا امجد علی مرحوم اور مرزا تصور حسین کے بچوں حیات حسین اور ابوالحسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ دونوں لڑکے اردو کا املا بھی صحیح لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے فارسی نظم کا صحیح لکھنا تو بہت دور تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں بدخط بھی بہت تھے۔ آنکھوں سے معذوری کے زمانہ میں بوقت کاتب کے نہ ملنے کے باعث حضرت قدس سرہٗ نے جو کچھ خود اپنے دست مبارک سے لکھا وہ ظاہر ہے کہ کیسا ہوگا۔ ان اشعار کا (جو دستیاب شدہ کلام کا سہ ربع حصہ سے کم نہیں تھا) پڑھنا

تقریباً محال ہوگیا اور اس قدر دشواریاں لاحق ہوئیں کہ باربار ہمت قاصر ہوگئی لیکن حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور رفتہ رفتہ سب کچھ پڑھ لیا گیا اور نقل کرلیا گیا۔ اور ترتیب دیکر دیوان بھی مدوّن کرلیا گیا۔

حضرت باقر قدس سرہٗ کا کلام جس قدر مجھے مل سکا اوس سے تقریباً دس حصہ سے زیادہ تلف ہوچکا تھا۔ بریں ہم جو کچھ دستیاب ہوا اوس سے متوسط حجم کا دیوان مرتب ہوگیا۔ اسمیں تین قصیدے۔ چار سو بائیس غزلیں۔ دو مخمس۔ چار رباعیاں پینتیس[۳۵] قطعات اور ایک نثر عبارت شریک ہے۔ حروف خا۔ طا۔ عین اور فا کے ردیف کی کوئی غزل نہیں ملی۔ اور حروف ثا۔ جیم۔ ذال۔ صاد۔ ضاد۔ ظا اور کاف کی صرف ایک ایک ہی غزل ملی۔ اون کا جس قدر کلام مجھے ملا وہ سب اس دیوان میں شریک کیا گیا اور ایک شعر بھی نہیں چھوڑا گیا البتہ وہ اشعار جن کو اونھوں نے خود مسترد کردیا تھا اور جن کی تعداد تیس[۳۰] پینتیس[۳۵] سے زیادہ نہیں ہے شریک نہیں کئے گئے۔ یہ سب اشعار اون غزلوں کے ہیں جو اون کی قدیم بیاضوں میں قلمبند پائی گئیں۔

اضافِ کلام

مثنوی ۔ حضرت باقر کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی ۱۲۷۴ھ سے پہلے شاید اونھوں نے کوئی مثنوی لکھی ہو لیکن اوس کے بعد اونھوں نے اس کی جانب کبھی توجہ نہیں کی۔ اون کی شاعری کی کیفیت سے جو پہلے لکھی جاچکی ہے قیاس بھی یہی ہوتا ہے کہ اونھوں نے مثنوی لکھنے کا کبھی خیال نہیں کیا۔

قصاید ۔ قصیدے مجھے صرف چار ملے جن میں دو مکمل تھے اور دو ناتمام۔ مکمل قصیدوں میں

ایک قصیدہ ایک سو چھ شعروں کا ہے جسے انہوں نے پیرو مرشد حضرت شاہ قیام اصدق رحمتہ اللہ علیہ کی منقبت میں کہا تھا۔ یہ قصیدہ دیوان کے ابتدا میں شریک ہے۔

دوسرا قصیدہ جو اس دیوان میں شریک ہے کاغذ کے ایک پرچہ پر ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا جس میں ایک جگہ درمیان میں بیاض چھوڑی گئی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ پینتیس شعروں کے لکھنے کے بعد اس کو انہوں نے ناتمام رکھدیا اور پھر اس کو تمام کرنے کے جانب متوجہ نہیں ہوے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے ؎

من کیستم آں جوہر مرآت نظیرم　　　　کز شعشعۂ نور قدیم است خمیرم

اسی وزن اور اسی ردیف و قافیہ اور اسی طرز کا ایک قصیدہ عرفی کا بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

من کیستم آں سالک کونین مسیرم　　　　کز بیختۂ جوہر قدس است خمیرم

اور شیخ علی حزیں نے بھی ایسا ہی ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع ہے ؎

آں طایر قدسم کہ چکد خون ز صفیرم　　　　با درد و غم عشق سرشتند خمیرم

معلوم ہوتا ہے کہ ان دو میں سے کوئی قصیدہ ان کے مطالعہ میں تھا کہ مضامین کی انکی قلب پر آمد ہوئی اور اس طرز پر قصیدہ لکھنا شروع کیا پینتیس ۳۵ اشعار لکھ کر اوس وقت موقوف کیا اور بعد میں (جیسی کہ ان کی طبیعت تھی) اس کی تکمیل کی جانب متوجہ نہیں ہوے۔

تیسرا قصیدہ اعلیٰ حضرت غفران مکان آصف جاہ سادس حضرت میر محبوب علی خان رحمتہ اللہ علیہ کی مدح میں ہے لیکن یہ بھی ناتمام ہے سنہ ۱۹۰۰ء (۱۳۱۷ھ و ۱۳۱۸ھ) میں ممالک آصفیہ کے مغربی اضلاع نہایت ہی شدید قحط میں مبتلا ہوئے۔ کارہائے قحط کے انتظام کے لیئے میں بیدر بھیجا گیا۔ اس سال بارش اچھی ہوئی اور اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء میں کارہائے

قحط موقوف کر دئے گئے۔ مسٹر ڈنلاپ کمشنر قحط نے انگریزی میں رپورٹ لکھی اور اس کا اردو ترجمہ کر کے بھی شایع کرایا۔ اس رپورٹ کے دیباچہ میں حضرت غفران مکان کا ایک شعر ؎

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے

نقل کر کے بیان کیا گیا تھا کہ اس شعر میں جو ہدایت مضمر ہے اس کی پوری پابندی ہوئی اور جب تک قحط باقی رہا نہایت فراخ دلی سے رعایا کی پرورش کی گئی اور جب قحط ختم ہوا اون کو اون کے کیمپوں سے گھروں تک جانے کا خرچ دیا گیا اور کثیر اور وافر مقدار میں تقاوی بھی دیکر اون کی امداد کی گئی۔ سنہ ۱۹۰۱ئہ میں چند روز کی رخصت پر میں آرہ گیا۔ مسٹر ڈنلاپ کی رپورٹ کا اردو ترجمہ اسی زمانہ میں شایع ہوا تھا اور اسی وقت مجھے ملا تھا اوس کو میں ہمراہ لیتا گیا۔ آرہ پہنچکر جب حضرت علیہ الرحمہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا انہوں نے قحط کی کیفیت استفسار فرمائی۔ میں نے کچھ زبانی عرض کیا اور رپورٹ کا دیباچہ اور جا بجا سے اوس کے دوسرے مضامین اونہیں پڑھ کر سنائے۔ جب اونہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ وقت کی فراخ دلی اور رعایا پروری کی بدولت لاکھوں آدمیوں کی جانیں معرض تلف میں آنے سے بچائی گئیں اور اون کی پرورش پر دو کرور سے زیادہ روپیہ بیدریغ صرف کر دیا گیا اون کے دل پر بیحد اثر ہوا۔ بہت دیر تک حیدر آباد کی سلطنت اور بادشاہ اور اون کی اولاد کو دعا دیتے رہے اور پھر اوسی حالت میں میرے نسبتی بھائی حافظ محمد سلیم صاحب کو بلایا اور حضرت غفران مکان کی مدح میں فی البدیہ قصیدہ لکھوانا شروع کیا اور اوس وقت سترہ اشعار لکھوا کر بس کیا اون کا ارادہ اس قصیدہ کو کسی دوسرے وقت تکمیل کرنے کا ہوگا لیکن پھر اس کی جانب توجہ کرنے کا اونہیں موقع نہیں ملا۔ اوس وقت ان کے قلب پر اس قدر اثر تھا کہ شعرا کے اصول مقررہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور تشبیب اور گریز کو بالکل نظر انداز کر کے قصیدہ کو ممدوح کی

مدح سے شروع کر دیا۔

چوتھا قصیدہ (جو دیوان میں شریک نہیں کیا گیا) جس میں نشر شعر ہیں انہوں نے ۱۲۹۷ھ میں مولوی سیّد اقبال علی المتخلص بہ بحر کو ان کی فرمایش پر مہاراجہ بتیا کی مدح میں لکھ کر دیا تھا۔ سیّد اقبال علی صاحب قصبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ بتیا کے راج اسکول میں مدرس تھے اور مہاراجہ کے یہاں بھی ان کا تعلق تھا اور ان کے دربار کے شاعر بھی تھے۔ مہاراجہ کی عمر اوس وقت نشر کے قریب تھی۔ عربی اور فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اور پرانی تہذیب کے نمونہ تھے۔ حضرت باقر نے یہ قصیدہ چونکہ مولوی اقبال علی بحر مرحوم کے لیے لکھ کر انہیں کو دیدیا تھا اس لیے اس دیوان میں شریک نہیں کیا گیا۔ عرفی کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے۔

سپیدہ دم چو زدم آستین بشمع شعور	شنیدم آیت استفتحوا ز عالم نور

حضرت باقر نے یہ قصیدہ اسی طرز پر لکھا تھا۔ گو میں نے دیوان میں شریک نہیں کیا تاہم نمونہ کے طور پر اس کے ابتدا کے چند شعر نقل کر دیتا ہوں:۔

سحر بدامن فکرت زدم چو دست شعور	خرابۂ دل پرخون ز درد و غم معمور
کشیدہ سر بگریبان گو نہ گو نہ خیال	تصور الم روزگار کردہ خطور
نہ طاقت و نہ توان و نہ تاب ضبط نفس	نہ لب ز شکوہ خموش و نہ دل بہ غصہ صبور
نہ میل غنچہ و گل و نے دماغ سیر چمن	دل حزین نکشد گر بود کرشمۂ حور
بہ کام جان مزۂ عیش زندگانی تلخ	ز انبساط جہان خاطر حزین بس دور
سروش غیب بگوش دلم چنان آمد	کہ اے حریم دلت پر ز نور رب غفور
حریم عزت و اسرار غیب را محرم	جلیس مجلس انس و مقیم بزم حضور
چہ شد کہ ہست سرت وقف زانوئے فکر	چہ داد روکہ بہ بستر فتادہ رنجور

غزلیات و دیگر اصناف کلام :۔ حضرت باقر کا رجحان اون کی طبیعت کے افتاد کی باعث زیادہ تر غزلوں ہی کے کہنے پر رہا ۔ دوسرے اصناف کلام کی جانب اُنہوں نے بہت کم توجہ کی اور ترجیعات وغیرہ کے قسم میں سے اون کا کوئی کلام نہیں ملا ۔

قطعات :۔ جتنے قطعات مجھے مل سکے وہ زیادہ تر ولادت اور وفات کی تاریخ میں ہیں اور دو تین قطعے بعض کتابوں پر تقریظ کے طور پر لکھے گئے ہیں ۔ دیوان کے آخر کے تین قطعات (نمبر ۳۳ و ۳۴ و ۳۵) اور آخر کا نثر مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں

غدر کے زمانے میں حضرت غالب کو اپنے مکان میں بند ہو جانا پڑا اور آمد و رفت اور دوستوں کی ملاقات اون کے لیے محال ہو گئی ۔ اوس زمانہ میں اون کے پاس دو کتابیں دساتیر اور برہان قاطع تھیں جن کو دیکھ کر وہ دل بہلایا کرتے تھے ۔ برہان قاطع کے مطالعہ میں وہ نہیں جہاں جہاں غلطیاں نظر آئیں اون کو بطور یادداشت کے قلمبند کرتے گئے اور ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر اور **قاطع برہان** نام رکھ کر ۱۲۷۶ھ میں شایع کیا ۔ ہرچند کہ اوس کتاب کے دیباچہ میں اوس کی اشاعت کی غایت کا اظہار صاف صاف کر دیا تھا ۔

"چون آن سفینہ (برہان قاطع) گفتار ہائے نادرست داشت و مردم را از راہ بیبرد و بن آئین آموزگاری داشتم بر پیروان خودم دل سوخت جادہ نمایان ساختم تا بیراہہ نروند"

اس پر بھی اس کتاب کا شایع ہونا تھا کہ ہر چہار طرف سے مخالف کا طوفان برپا ہو گیا اور برسوں یہہ ہنگامہ جاری رہا ۔ قاطع برہان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں ۔ قاطع قاطع ۔ محرق قاطع ۔ ساطع قاطع وغیرہ ۔ حضرت غالب نے بعض کا جواب لکھا اور بعض کی جانب بالکل توجہ نہیں کی ۔ آخر میں کلکتہ کے مولوی احمد صاحب احمد تخلص نے قاطع برہان کی رد میں ایک کتاب موسوم بہ مویدالبرہان شایع کی ۔ مولوی احمد علی صاحب مرحوم

اصفہانی الاصل تھے اون کے اجداد میں ایک بزرگ نے ڈھاکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ مولوی صاحب کا مولد ڈھاکہ تھا۔ لیکن اپنے مشاغل کے باعث کلکتہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ نہایت ذی وجاہت شخص تھے اور کلکتہ کے نہایت ممتاز لوگوں میں ان کا شمار تھا۔ مرزا قتیل کے پیرو تھے اور فارسی لغات اور اصطلاحات شعرا میں برہان قاطع اور لالہ ٹیک چند بہار کی بہار عجم کو نہایت مستند خیال کرتے تھے۔ موید البراہن کو لکھ کر کلکتہ اور نواح کے بہت سے فارسی خوان دوستوں سے تقریظیں اور قطعات تاریخ لکھوائیں اور اوس کے ساتھ ان سب کو بھی شایع کیا۔ حضرت غالب کی نظر سے جب یہ کتاب گذری انہوں نے جواب میں تیغ تیز لکھی اور اوس کے ساتھ ایک فارسی قصیدہ بھی لکھا جس کے ابتدا کے چند اشعار یہ ہیں:-

مولوی احمد علی۔ احمد تخلص۔ نسخہ ... در خصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است

کیچ و مکراں را کہ در سند است و از ایران جدا	شامل اقلیم ایران بے محابا کردہ است
قوم بر کیچ را بہ ایرانی نژادان دادہ خلط	ترک ترکان سمرقند و بخارا کردہ است
ہندیاں را در زبان دانی مسلم داشتہ	تا چہ اندر خاطر والاے او جا کردہ است
ہر کہ بینی با زبان مولد خود آشنا است	ساز نطق مولد اجداد بیجا کردہ است
خواجہ را از اصفہانی بودن آبا چہ سود	خالفش در کشور بنگالہ پیدا کردہ است
با قتیل و جامع برہان و لالہ ٹیک چند	لابہ و سوگیری و لطف و مدارا کردہ است

تیغ تیز کا تو کوئی جواب شاید نہیں دیا گیا اور اس قصیدہ کا جواب بھی مولوی احمد علی صاحب نے خود نہیں دیا بلکہ اون کی ایما سے ڈھاکہ کے رہنے والے اون کے ایک شاگرد مولوی عبد الصمد متخلص بہ فدا نے ایک قطعہ لکھا اور شایع کیا جس کے ابتدا کے تین اشعار یہ ہیں:-

فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنو زمن گر ترا جویائے حق ایزد تعالی کردہ است
دید چون غالب موید آن کتاب لاجواب کش بصد تحقیق املا ہادی ما کردہ است
قطعۂ در پوزشش کرد از خود ترتیب داد گاہ در روئے فخر و گہ لطف و مدارا کردہ است

مولوی عبد الصمد فدا کے اس قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک قطعہ مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین سخن دہلوی نے لکھا اور ان دونوں قطعوں کو حضرت غالب اور مولوی عبد الصمد فدا کے قطعات کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں **ہنگامہ دل آشوب** کے نام کے ساتھ آرہ میں منشی سنت پرشاد کے مطبع میں ذالحجہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) میں طبع کرایا اس کے شایع ہوتے ہی منشی جواہر سنگھ جوہر لکھنوی نے (جو مرزا ناطق مکرانی کے شاگرد تھے) ایک قطعہ حضرت غالب کے خلاف اور مولوی احمد علی کی تائید میں لکھا اور مولوی عبد الصمد فدا نے حضرت باقر کے قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ شایع کیا اور اسی قطعہ میں حضرت سخن کے قطعہ کا بھی جواب دیا۔ ان دونوں قطعات کے جواب میں ایک ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک ایک قطعہ حضرت سخن نے لکھا۔ ان کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر منشی امیر احمد المتخلص بہ امیر لکھنوی نے اردو میں ایک قطعہ حضرت غالب کی تائید میں لکھ کر اودھ اخبار میں شایع کیا۔ ان سب کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر میر آغا علی متخلص بہ شمس (شاگرد قاضی محمد صادق خان بہادر اختر ولد قاضی محمد لعل باشندہ ہوگلی شاگرد مرزا قتیل) نے اردو نثر میں ایک مضمون لکھ کر اودھ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ جون ۱۸۶۷ئہ میں شایع کیا جس میں قاطع برہان پر اعتراضات کے سلسلہ میں حضرت غالب اور اُن کی اُردو شاعری پر نہایت رکیک اعتراضات کئے۔ یہ مضمون چونکہ نثر میں تھا اس لیے اس کا جواب حضرت سخن نے اردو نثر میں اور حضرت باقر نے فارسی نثر میں لکھا اور ان جملہ قطعات اور ان دونوں نثر مضامین کو ترتیب وار جمع کر کے

خواجہ سید فخرالدین حسین سخن نے آرہ کے اوسی مطبع میں بنام ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں شایع کیا۔ حضرت غالب کی رحلت ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوی۔ یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل طبع ہوا اور غالباً قاطع برہان کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اسی پر ختم ہوگیا۔

۱۸۹۱ء میں میں نے ایک عزیز کے پاس ہنگامہ دل آشوب کا پہلا پرچہ دیکھا تھا اور اس سے حضرت باقر کا قطعہ (نمبر ۳۳) نقل کرلیا تھا۔ اس دیوان کو ترتیب دیتے وقت میں نے آرہ۔ پٹنہ۔ گیا اور لکھنو میں دوستوں کو لکھا لیکن اون کے دونوں حصوں میں سے کوئی حصہ مجھے نہیں مل سکا۔ اس لیے حضرت باقر کا وہی ایک قطعہ دیوان میں شریک کیا گیا۔ یہ دیوان مطبع کو طباعت کے لیے دیدیا گیا تھا اور نصف سے زیادہ طبع ہوچکا تھا کہ ہنگامۂ دل آشوب کے دونوں حصے مولوی سید عبدالعزیز صاحب آزاد کو مولوی سیّد وصی احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر (نبیرہ حضرت میر سید فرزند احمد صاحب صفیر بلگرامی آروی اعلی اللہ مقامہٗ) سے ملا اور انہوں نے میرے پاس بھیجدیا۔ میں نے بقیہ دونوں قطعات اور آخر کا نثر مضمون دیوان میں شریک کردیا۔ ان میں پہلا قطعہ (نمبر ۳۳) عبدالصمد فدا کے قطعہ کا جواب ہے۔ دوسرا قطعہ (نمبر ۳۴) منشی جواہر سنگہ جوہر کے قطعہ کا جواب ہے اور تیسرا قطعہ (نمبر ۳۵) مولوی عبدالصمد فدا کے دوسرے قطعہ کا جواب ہے

نثر:۔ نثر کا مکمل مضمون مجھے ایک ہی ملا جو آغا علی شمس کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو اس دیوان آخر میں شریک گیا ہے قطعہ نمبر (۱) کے ہمراہ ایک مختصر نثر تحریر ہے جو حضرت شاہ مطفر قدس سرہٗ کے دعوت کے رقعہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ قدیم رواج کے مطابق حضرت باقر خطوط اکثر فارسی زبان میں تحریر فرمایا کرتے تھے۔

افسوس کہ ان میں سے کوئی خط محفوظ نہیں رہا ورنہ ان سے اُن کی انشا نگاری کا کمال ظاہر ہوتا۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے مجھے دو خطوط کی نقلیں ملیں جو اس مقالہ میں درج کیجائینگی۔

کلام عربی اور اردو

حضرت باقر نے اپنے لکھے ہوئے چند فتاوی کی نقلیں قدیم بیاض میں قلمبند کی ہیں ان سے اون کی عربی تحریر کی قوت ظاہر ہوتی ہے لیکن عربی میں کہے ہوئے اشعار مجھے نہیں مل سکے اور غالباً اس زبان میں شاعری کی جانب اون کو توجہ بھی نہیں ہوئی اردو شاعری کی جانب بھی اونھوں نے توجہ نہیں کی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد نے ایک خط میں مجھے لکھا:- "چھوٹے[۲۰] سرکار (حضرت باقر) کے اردو کلام کے متعلق عرض ہے کہ ۱۸۹۱ء میں جب چھوٹے سرکار میرے مکان میں مقیم تھے میں نے اپنی چند غزلیں اُردو کی اصلاح کے لیے پیش کیں تو فرمایا کہ مجھ کو اُردو کی شاعری سے تعلق نہیں رہا۔ جوانی میں دو ایک ریختی یا بعض صاحبان بیٹھو سے نوک جھوک میں کچھ ہجو لکھنے کا اتفاق ہوا جس کو بعد میں ضایع کر دیا۔ اگر فارسی کہو تو اصلاح کے لیے بھیجو۔"

مشاعروں میں شرکت سے اعراض

حضرت باقر علیہ الرحمہ مشاعروں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے اور اپنی غزلیں بھی

---

[۲۰] پیر بیگہ اور اطراف کے مواضعات میں حضرت باقر کے اعزہ اور دوسرے لوگ بھی اُنہیں عموماً چھوٹے سرکار کہتے تھے اور اُن کے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہٗ کو بڑے سرکار۔

مشاعروں میں نہیں بھیجتے تھے۔ بعض وقت دوستوں کی فرمائش پر غزل کہہ دیا کرتے تھے۔ دیوان کے ردیف میم کی غزل نمبر ۲۶۴ جس کا مطلع ہے ؎

رواج راحت و رنج از جہاں بگردانیم   برآن سرم کہ شعارِ جہاں بگردانیم

مجھے حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے ملی جس خط کے ہمراہ اونہوں نے یہ غزل میرے پاس بھیجی اُس میں اس کے متعلق لکھا :- "...... صرف ایک غزل آخر کی مل گئی اور حادثات زمانہ سے بچ رہی پیشکش کرتے ہیں۔ جناب بھائی صاحب (حضرت باقر) پیر بیگہ (یعنی جمو والے پیر بیگہ) تشریف لائے ناچیزوں کی ملازمت سے جو شوقت و مسرور ہوا ...... اکثر اور بیشتر ہم اون کی خدمت میں جایا کرتے تھے اِدہر اُدہر کا تذکرہ ہوا کرتا تھا ایک روز جناب غالب مرحوم کا تذکرہ چھڑا ایک غزل اُن کی ہے ؎

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم   قضا بگردشِ رطلِ گراں بگردانیم

اس کا مطلب ہم نے پوچھا بہت بہت وضاحت کے ساتھ مطلب بیان فرمایا اور ہماری خواہش ہوئی کہ اس پر کوئی غزل لکھی جائے شب کو اونہوں نے کچھ فکر کیا اور ایک غزل لکھی اور خود سے ایک کاغذ پر لکھا بینائی تو تھی نہیں مگر بینائی باطن سے کام لیا۔ صبح کو تفضل (مرزا تفضل حسین مرحوم حضرت باقر کے خادم تھے) میرے پاس آے اور کہا کہ بلاتے ہیں ہم حاضر ہوئے تو فرمایا کہ بابو رات کو کچھ ہم نے لکھا ہے اوس کا ذرا ذرا اشارہ کیجیے تو ہم بتلاتے جائیں چنانچہ ہم اشارہ کرتے گئے اور پوری غزل لکھ لی۔ یہ آخر کی غزل ہے اس کے بعد غالباً پھر کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا یہاں سے آرہ تشریف لیگئے وہاں سے .... صاحب گنج (گیا) تشریف لیگئے چند دنوں کے بعد واصل بحق ہوئے۔"

حضرت باقر کی انشا نگاری اور غزلوں پر اصلاح دینے کے اصول

مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے مجھے حضرت باقر کے دو خطوط کی نقلیں دستیاب ہوئیں۔ اون کی خدمت میں دو غزلیں اصلاح کے لیے بھیجی گئی تھیں اور اصلاح کر کے ان خطوط کے ہمراہ اُنھوں نے واپس کی تھیں۔ ان دونوں خطوط کو اور ان دونوں غزلوں کو اون کی اصلاح کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ ان خطوط سے روزمرہ کی خط و کتابت میں حضرت باقر کی انشا نگاری کا انداز معلوم ہو سکے گا اور شاعری کے چند بنیادی اصول بھی معلوم ہو سکیں گے جن کو پیش نظر رکھنا اور اون پر کاربند ہونا شاعر کے لیے ضرور ہے۔ ان کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ کے اصلاح دہی کا طرز بھی معلوم ہو سکے گا۔

(۱) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی سیّد عبدالعزیز صاحب آزاد

برخوردار سعادت آثار عزیز سراپا تمیز منشی سیّد عبدالعزیز زاد عمرہٗ و قدرہٗ۔ دعائے مزید حیات و ترقی دولت و اقبال مطالعہ نمایند۔ قطعہ خط آن عزیز مع غزل بعد مدت دراز از ڈاک وصول گردید خرم و خرسند ساخت۔ حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ باین یاد آوری و سعادتمندی دیرگاہ سلامت دارد۔ در بعضے خطوط وعدہ میکنند کہ بعد ازین خط دیگر متضمن فلان مضمون خواہم نگاشت لیکن آن خط موعودہ نمی رسد شاید از یاد میرود۔ وعدہ فرستادن گلدستہ[۱] چند بار نمودند مگر وفاے آن وعدہ مرہم جراحت انتظار نہ شد و مشاعرہ از زمانہ بسیار می شود چہ احتمال است کہ یک گلدستہ ہم چاپ نشدہ باشد۔ اشتیاق غزل فارسی چکیدۂ خامہ جادو نگار

---

(۱) گیا میں مشاعرہ ہوا کرتا تھا اور شعرا اردو اور فارسی میں اپنا اپنا کلام پڑھا کرتے تھے۔ ہر مشاعرہ میں جس قدر غزلیں پڑھی جاتی تھیں ایک جا جمع کر کے بطور گلدستہ کے چھاپ دیجاتی تھیں۔

قاضی[۲۲] فرزند احمد صاحب چند بار نوشتم و ہنوز ہمان اشتیاق دامنگیر دل است و نیز غزل فارسی
مولوی فصیح[۲۳] احمد صاحب را سامعہ مشتاق است چون ممدوح علیہ استاد آنعزیز اند حاصل شدن
محض آسان ۔ بالجملہ غزل آن عزیز بمطالعہ در آوردہ اصلاح کردہ فرستادہ می شود ۔ چند
شعر دران کہ معنی لطیف نداشت و درستی آن بہ تبدیل و تغییر ہم ممکن نشد بدر کردم و مطلع
درست کردہ غزل مرتب کردہ شد و خیال این معنی دارند کہ کلام از لغو حشو پاک باشد و
ضبط و ربط کلام از دست نرود ۔ اگرچہ اشعار قلیل باشند لیکن خوب باشند فضول قافیہ
پیمائی ضرور نیست حضرت غالب میفرمایند ؎

نگویم تا نباشد نغز غالب — چہ غم گر ہست اشعار من اندک[۲۴]

واین دعاگو ہم غزلے درین زمین حسب فرمایش آنعزیز درست کردہ است مگر حق
اینست کہ معارض خواجہ حافظ گردیدن از دانش دور است ۔ امام طبقۂ ثانیہ بابا فغانی
بودہ اند ظہوری و نظیری و عرفی و کلیم و دیگر شعرائے متاخرین ہمہ مقلد او شدہ اند و بر
غزلہائے شان شعرائے متاخر طبع آزمائی نمودہ و غزلہا گفتہ ۔ نزدم کتابے بود مجموعہ کہ بزرگے
ابتدا از غزل فغانی نمودہ بود و غزلہائے متاخرین کہ بران غزل بود بعد از ان نوشتہ ۔
کتابے بود بطور گلدستہ مشاعرہ ۔ این فقیر را در اینجا (یعنی آرہ) از بعضے بزرگان بلگرامی بدست
آمدہ بود در پیر پگہ مشمول دیگر کتابہا بہ غارت[۲۵] رفت حسرت آن کتاب از دل نمی رود ۔

---

۲۲ قاضی فرزند احمد صاحب مرحوم گیا کے رئیس تھے اور فارسی گو شاعر تھے ۔

۲۳ مولوی فصیح احمد حسرت بہیروی مرزا احمد دہلوی ریختی گو کے شاگرد تھے اور وہ حضرت غالب کے شاگرد تھے ۔

۲۴ گیا کے ایک مشاعرہ میں خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل کا مطلع ؎ ہرگزم نقش تو از لوح دل و جان نرود ۔ ہرگز از یاد من آن سرو خراماں نرود ۔ طرح دیا گیا تھا ۔ شاہ عبد العزیز صاحب آزاد کی فرمایش پر حضرت باقر نے ایک غزل لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ روش عرفی و حاجی ہمہ سہل است ولے ۔ در رہِ حافظ ما ہیچ غزلخوان نرود (دیوان باقر ردیف دال غزل نمبر ۶۴۳)

۲۵ بہت دنوں کے بعد یہ کتاب اتفاقاً مجھے مل گئی اور اب میرے پاس ہے ۔ عطا حسین ۔

غرض اینکہ غزلہائے فغانی را اساتذہ طرح قرار دادہ اند لیکن بر غزل حافظ کسے سبقت نکردہ مگر بہ ندرت در بعضے غزل۔ و امروز قطعہ خط عزیزی شاہ مجیب الحق سلمہٗ از سملہ آمدہ است دران خط دو خمسہ نتیجہ فکر خود برائے اصلاح فرستادہ اند یک خمسہ بر غزل کمال خجندی و خمسہ دیگر بر غزل این دعاگو باطمینان دیدہ فرستادہ خواہد شد۔ و از چند عرصہ طبیعت این دعاگو بعارضہ دوران سر و شدت درد سر بیار نادرست بود لہذا در فرستادن جواب خط آنعزیز توقف سہ چہار روز گردید و حالا در نوشت و خواند خطوط بسیار حرج رو خواہد داد زیرا کہ عبد الصمد و عبد الکریم سلمہما کہ بتقریب تعطیل کالج بر مکان بودند بعرصہ پنج چہار روز ہر دو نورچشمان باکی پور خواہند رفت و یک طالب العلم مدرسہ حنفیہ کہ دریں جا جاگیرشان بود و مردم ذی استعداد نوشت و خواند خطوط ما میکرد او بمکان رفت حالا کسے نخواہد بود کہ خط بخواند و نویسد۔ بہرحال آنعزیز از تحریر خطوط کف قلم نخواہند کرد بکدامی تدبیر خواندہ خواہد شد و اگر بوجہ مذکور در رسیدن جواب توقف رو دہد معذور خواہند داشت و مزاج این دعاگو از عرصہ دو سہ روز برسر افاقہ است لیکن ہنوز صحت کلی نیست اینقدر حواس درست شدہ کہ خط و غزل آن عزیز شنیدم و جواب نویسانیدم۔ و غزلہائے خود کہ میفرستیم باید کہ شعرائے فارسی آنجا را نمایند اگر بہ پسندند لطف است ورنہ استحقاق آن ندارم و دریں خط نگاشتہ اند کہ در مشاعرہ حالیہ صرف چار اشخاص غزل فارسی خواندند مگر تفصیل نہ نگاشتند اسامی آن حضرات زیر قلم کنند و معلوم نیست کہ در مشاعرہ منصب خواندن آخر برائے کیست از ان اطلاع منجو اہم زیادہ دعائے ترقیات۔

باقر علی تاریخ ۲۹ ر اکتوبر ۱۸۹۸ء

—— ⁘ ——

مولوی شاہ عبد العزیز آزاد کی غزل اور اوس پر حضرت باقر کی اصلاح

(۱) از دماغم ہوس روئے حسینان نرود — تا بعمر از دل من الفت خوبان نرود

(۲) تا نہ بینید رُخ نیکوے نوگاہے جانان — وقت مردن زتنم جان[۱] بہ آسان نرود

(اصلاح) تا نہ بینید رُخ خوب تو دم نزع مرا — جان رود آہ ز قالب مگر آسان نرود

(۱ لفظ جان میں نون ظاہر کیا گیا ہے اور اعلان نون جائز نہیں)

(۳) خوگر جور و جفا شد دل من چند[۲] انکہ — ظلم صد گونہ بہ بینید رہ افغان نرود

(اصلاح) خوگر جور و جفائے تو شدم بسکہ ز دل — با ہمہ ظلم و ستم نالہ و افغان نرود

(۲ کاف متحرک آخر مصرعہ میں درست نہیں کاف ساکن بعضے کلام میں آیا ہے)

(۴) عاشقان منتظر جلوہ نظر بر راہ اند — از رہ لطف مگر آن شہ خوبان نرود

(اصلاح) عاشقان منتظر انند براہش لیکن — ہیچگہ جلوہ کنان آن شہ خوبان نرود

(۵) روے گلرنگ تو بفربفت چنانم جانا — دل من گہ بہوائے گل و بستان نرود

(اصلاح) بسکہ شیدائے بہار گل روے تو بود — دل من گہ بہ تماشائے گلستان نرود

(۶) از سر لطف گہے شاد بگردان مارا — ظلم بر عاشق دلخستہ بدینسان[۳] نرود

(۳ ردیف اس مصرعہ میں بجائے خود نہیں ہے اور مضمون بھی پیش پا افتادہ ہے قابل بدر ہے)

(۷) دعوی عشق از و باطل و نا زیبا شد — ہر کہ در راہ وفا از سر مژگان نرود

(اصلاح) ہست بپائے طلبش سست بجولانگہ عشق — ہر کہ پا کردہ ز سر در رہ جانان نرود

(۸) مشتعل گشت بدل آتش عشق خوبان — چون کنم تا بلبم نالہ سوزان[۴] نرود

(۴ اس شعر کا مطلب باوجود غور کے کچھ معلوم نہیں ہوا خدا جانے تم نے کیا مطلب رکھے ہیں۔ بالجملہ ترکیب جیسی نہیں ہے)

(۹) خار را دید نشستہ چو بہ پہلوئے گلے — غیرتم گفت کہ دیگر بگلستان نرود[۵۵]

(۵۵ بندش اس کی بھرا اور ترکیب سست ہے اور نرود کا کوئی فاعل معلوم نہیں ہوتا)

(۱۰) ہرکہ در بزم تو آمد خوش و خرم آمد — دیگر آن کس ز برت خرم و شادان نرود[۵۶]

(۵۶ یہ شعر بے معنی ہے بدر)

(۱۱) عاشق و رندم و مست مے الفت زاہد — دل من جائے بجز کوئے حسینان نرود

(اصلاح) عاشقم کے بروم جانب مسجد زاہد — دل من جز طرف کوچۂ جانان نرود

(۱۲) جلوہ افگن شدہ در وادی ایمن مہ من — ارنی گوئے چرا موسی عمران نرود[۵۷]

(۵۷ یہ شعر بہت درست ہے)

(۱۳) ہست آزاد گرفتار بلائے شب غم — آفتے نیست کہ بر جان پریشان نرود[۵۸]

(اصلاح) ہست آزاد گرفتار بلائے شب ہجر — آفتے نیست کہ بر حال پریشان نرود

(۵۸ جان کی صفت پریشان درست نہیں ہے اس واسطے حال بنایا گیا)

(۲) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی شاہ مجیب الحق کمالی

سراپا سعادت و رشادت عزیز تر از جان قرۃ العین مولوی شاہ مجیب الحق[۲۶] صاحب اطال اللہ عمرہ۔ از ہیچمدان دعا گوئے خود باقر علی سلام و دعا مطالعہ نمایند۔ مکتوب بہجت اسلوب آنعزیز در وقت سعید چہرہ وصول افروختہ ابواب مسرت و انبساط بر دل کشود باین یاد آوری و عاجز نوازی دیر گاہ سلامت باشید۔ خمسہ آنعزیز مطالعہ در آمد ہر چند چشم بینا ندارم کہ خود بنیم مگر بگوش شنیدم۔ بر سلامت ذہن و دقت طبع و قاد آنعزیز آفرینہا کردم

---

۲۶ شاہ مجیب الحق صاحب کمالی حضرت باقر کے ہم جد اور رشتہ میں بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور سے ملتا ہے۔

ماشاءاللہ باوجود نومشقی معانیہائے نازک بخیال می آرند حسب الحکم آنعزیز محو و اثبات بعمل آمد از کثرت ترمیم و زیادہ تغیر و تبدیل ملول و شکستہ خاطر نخواہند شد زیراکہ در ابتدائے مشق ہر فن از ہر کسے ہمین قسم غلطیہا سرمیزند من اینقدر غنیمت شمردم کہ با وجود نومشقی گوہر نازک خیالی سفتند مگر چون از قواعد و اصول شاعری و رموز و غوامض این فن دستگاہے چندان معتدبہ ندارند غلطیہائے ترکیب و تخلف قاعدہ شاعری رو دادہ ہرچند بہ تغیر بسیار ترمیم ممکن بود خواستم کہ کلام بسیار صاف و نشستہ گردد تا کسے را از سامعان مجال اعتراض و جائے انگشت نباشد و خواستہ بودم کہ بر تضمین کلام استاد کمال دخل کردہ شود و آنچہ بر غزل این ہیچمیرز مصرعہا ضم کردہ اند از ان اغماض نظر کردہ شود زیراکہ کلام این ہیچمدان آن رتبہ ندارد کہ عزیزان بران مصرعہا ضم کنند مگر بلحاظ ملال خاطر آنعزیز کہ خاطر عزیزان نازک می باشد قلم اصلاح راندہ شد و خمسہ دو شعر معطل داشتہ آمد زیراکہ خیال قافیہ دران نکردہ اند قافیہ ہا در دو شعر بے ربط است و مناسب می نماید کہ فکر غزلہا کنند و چند غزل چکیدہ خامہ معنی نگار و نتیجہ فکر وقاد خود نزدم فرستند تا اصلاح کردہ فرستادہ شود از طبیعت داری آنعزیز امید است کہ در دہ دوازدہ غزل سلیقہ شعر گوی درست خواہد شد زیراکہ قواعد این فن و ضابطہ درستی و چستی ترکیب و احتیاط از حشو و لغو در این قدر بر طبع سلیم آن سعادتمند بخوبی جلوہ گر خواہد گردید۔ و چون درین وادی قدم نہادہ اند باید کہ چندے محنت کنند و کتابہائے اصول این فن بمطالعہ در آرند و اگر کدامی دیوان اساتذہ نزد آنعزیز باشد سیر آن کنند تا قوت افزاید۔ و یاد آنعزیز باد کہ در عظیم آباد وعدہ فرستادن رسالہ حضرت شاہ کمال[۲۷] قدس سرہٗ کردہ بودند آنرا چہ قدر ایام گذشت شاید از یاد رفت باز یاد دہی میکنیم کہ

[۲۷] حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ دیورہ کے رہنے والے حضرت باقر کے بزرگوں میں تھے۔ بہت بڑے ادیب اور نہایت اعلیٰ پایہ شاعر اور بہت بڑے صاحبدل بزرگ تھے۔ شیخ علی حزیں کے ہم عصر تھے اور شیخ کے بنارس کے اقامت کے زمانہ میں ان سے بہت دنوں تک خط و کتابت رہی تھی اور شیخ جیسے شخص نے ان کی علمیت اور فارسی دانی اور شاعری کو تسلیم کیا تھا۔ ان کا نام شاہ کمال علی تھا اور کمال تخلص تھا۔

مشتاق آن ہستم تا از کلام بزرگان خود خطے و فیضے برادرم از سعادتمندی آنعزیز بعید نیست کہ بمدعا
برسم و باید کہ آن رسالہ صاف صاف نوشتہ شدہ باشد تا کم حیثیت ہم بے تامل بخواند و پرچہ
اصلاحی ہم فرستادہ میشود اصلاح از ان بدریافت خواہد آمد و دیگر پرچہ صاف کردہ شدہ
است دران حرف مصرعہاے اصلاحی بقلم آمدہ تا بے تامل خواندہ شود۔ واین دعاگو را
مشتاق دیگر کلام خود دانند فقط زیادہ دعا۔

۱۶۔ جمادی الثانی (۱۳۱۶ھ) از مقام آرہ محلہ ناظر گنج

خمسہ مولوی شاہ مجیب الحق کمالی بر غزل حضرت مولوی باقر علی

(۱) مراد لیست کہ صد فتنہا ہمین باشد ذلیل کردم را آشنا ہمین باشد
(اصلاح) فغان ز دل کہ سر فتنہا ہمین باشد زخود ربودم را آشنا ہمین باشد
مگر ز بخت تشکایت مرا ہمین باشد اسیر زلف بگشتم بلا ہمین باشد
(اصلاح) ز بخت خویش شکایت مرا ہمین باشد . . . .

مریض عشق شدم ابتلا ہمین باشد

(۲) ہزار شکر درخشید نیک اخترمن ولے بصلح برآمد چو آن بت پرفن
(اصلاح) بسوے من بخرامید آن بت پرفن . . . .
قدم بناز و تجبتر نہاد بر سر من غبار مقدم او کرد دیدہ ام روشن
(اصلاح) قدم بناز و ادا ہا نہاد بر سر من . . . .

ز کحل طور نگو توتیا ہمین باشد

(۳) برآمدی ز پئے قتل و گفتۂ چہ ادا است کشیدۂ تبر کین و گفتۂ چہ ادا است

(اصلاح) تو از کرشمہ و ناز آنچہ میکنی زیباست — جفا و جور تو دانستہ ام کہ مہر و وفاست
نمودہ سر ما خم و گفتہ چہ اداست — نہادہ بسرم تیغ و گفتہ چہ اداست
(اصلاح) غرض ہر آنچہ بمن میکنی روا و بجاست — . . . .

فدائے ناز تو جانم ادا ہمین باشد

(۴) بتبیست کج کلہ و شوخ چشم و طرارے — فدائے حسن بخوبی بمکر عیارے
(اصلاح) نگار ماست عجب شوخ و شنگ و طرارے — تمام سحر و فسون پر فنے و عیارے
پئے نظارۂ جمالش چو گفتہ شد بارے — برونما دل و دین میکند طلب آرے
(اصلاح) پئے نظارۂ رویش چو گفتمش بارے — . . . .

برائے ہیچ رخے رونما ہمین باشد

(لہ نظارہ میں اضافت ساقط ہے)

(۵) فغان بکوہ و بیابان کردن عاشق — نفس زدرد فراقت شمردنِ عاشق
(اصلاح) زدن زخنجر بیداد گردن عاشق — بدوری تو غم و غصہ خوردنِ عاشق
بسنگ سر بزدن حیف مردن عاشق — بدست صدمۂ ہجراں سپردن عاشق
(اصلاح) زخانہ جاں پس دیوار کردن عاشق — . . . .

طریق مہر و شعار وفا ہمین باشد

(۶) سزاست شہرگ جاں زا بریدن و مردن — ز آب تیغ ہلاہل چشیدن و مردن
جمال روئے تو اے جان دیدن و مردن — بکوئے دوست چو بسمل طپیدن و مردن
(اصلاح) جمال صورت جانانہ دیدن و مردن — . . . .

عروج رتبۂ اہل وفا ہمین باشد

(سے ایجان میں نون ظاہر ہے اعلان نون جائز نہیں دوسرے یہ کہ آپ نے آخر مصرع میں معشوق کو مخاطب کیا ہے اور اصل مصرع میں غیبیت ہے دونوں مصرعوں میں تباین ہوتا ہے)

(۷) ز درد ہجر تو جان بر لب است ہان بنگر — بیا و بہ بین کہ شکستہ دلیم وخستہ جگر
(اصلاح) .... نگاہ کن کہ شکستہ دل است وخستہ جگر

تو جہے ز کرم بر کمالِ مضطر — زنا ز باقر دلخستہ را بکش در بر
(اصلاح) شدہ است ہمچو کمالی بس عاجز و مضطر ....

پے شکستن دل مومیا ہمین باشد

(سہ ان تین مصرعوں کا قایل اپنا حال بیان کرتا ہے اور اصل شعر کا قایل اپنی غرض۔ خمسہ میں مصرع تضمین کو اصل شعر کے ساتھ موافق وچسپاں ہونا چاہیئے اس واسطے اس قاعدہ کی بنا پر ترمیم کیا گیا)

شعر فہمی۔ سخن رسی۔ سخن شناسی

شاعری اور شعر گوئی کو فطری مناسبت کے علاوہ اکتساب کی بھی محتاجی ہے جب تک زبان کی لغات اور محاورات پر بدرجۂ کمال عبور اور دسترس نہ ہو اور صرف و نحو۔ عروض و قوافی اور بلاغت و معانی کے اصول و قواعد سے واقفیت تامہ حاصل نہ ہوئی ہو اور مدت دراز تک مشق سخن نہ کی گئی ہو شعر گوئی اور شاعری نہیں آسکتی لیکن شعر فہمی۔ سخن رسی اور سخن شناسی کا دارومدار زیادہ تر وجدان صحیح اور ذوق سلیم پر ہے یہ فطری صفتیں ہیں اور مبدء فیاض نے ان صفات سے بہت کم لوگوں کو مستفیض کیا ہے ان کم لوگوں میں ایک حضرت باقر بھی تھے۔ اچھے اشعار کی جانب اون کی توجہ فوراً منعطف ہوجایا کرتی تھی اور لطیف اور پر اثر اشعار کا اون پر بہت گہرا اثر ہوا کرتا تھا۔ مشکل سے مشکل اشعار کے مطالب اون کے ذہن میں فوراً آجاتے تھے اور معانی و مطالب کو نہایت صاف اور دلکش طریقہ پر بیان فرما کر دلنشین کردیا کرتے تھے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت باقر کے سامنے ایک شخص نے یہ شعر پڑھا۔

مجلس وعظ تو تا دیر رہے گی غالب پاس ہی میخانہ ہے پیکر کے ابھی آتے ہیں

اس شعر میں حضرت غالب کا نام سنکر وہ نہایت متعجب ہوے اور بار بار پوچھا کہ کیا یہ شعر واقعی غالب کا ہے۔ آخر خاموش ہو رہے مگر اون سے نہ رہا گیا اور اوسی روز حضرت غالب کی خدمت میں خط لکھ کر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ ایا شعر واقعی انہیں کا ہے۔ حضرت شاہ ظہور الحق صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غالب کا جواب لفظ بہ لفظ ابھی تک مجھے یاد ہے اور وہ یہ تھا۔ "اگر یہ شعر میرا ہو مجھ پر ایک ہزار لعنت ورنہ جس نے اس کو بغلط میری جانب منسوب کیا ہے اوس پر دس ہزار لعنت۔ مجھے کیا شامت آئی تھی کہ پاس ہی میخانہ ہوتے ہوئے مجلس وعظ میں جا کر بیٹھتا"۔ اس واقعہ سے ایک جانب حضرت باقر کے وجدان صحیح کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح باور نہ کر سکے کہ یہ شعر غالب کا ہو سکتا ہے دوسری جانب حضرت غالب کی استادی کا کمال ملاحظہ کرنی ہے کہ مذاق کے پیرایہ میں جواب دے کر کس لطافت کے ساتھ اس شعر کے سقم اور رکاکت کو ظاہر کر دیا۔

حضرت باقر ایک روز شیخ علی حزیں کا دیوان دیکھ رہے تھے اون کی ایک غزل کا مقطع نظر سے گذرا ؎

بملامت گران حزین میگفت چہ کنم دل باختیار کسے است

اس شعر کے دوسرے مصرعہ پر اونھوں نے سر دھن لیا۔ بہت دیر تک اوس کو بار بار پڑھتے رہے اور بالآخر اوسی وزن اور ردیف اور قافیہ میں خود ایک غزل لکھی جس کا مقطع یہ ہے (دیوان باقر ردیف تا غزل ۱۱) ؎

باقر این مصرعۂ حزنیم سوخت چہ کنم دل باختیار کسے است

ایک روز میں آرہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان دیکھ رہا تھا کہ حضرت باقر تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ اس وقت میرے پیش نظر جو غزل تھی اس کا مطلع یہ ہے ؎

قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

اس غزل کو میں پڑھتا گیا اور اس کے ہر شعر کی باریکیوں کو وہ بیان کرتے گئے جس وقت میں نے مقطع پڑھا ؎

آینے بدز عذاب اندہ حافظ بیتو کہ برہیچکسش حاجت تقسیر نبود

اس شعر کو سنکر بے حد متاثر ہوئے۔ تقریباً آدھے گھنٹہ تک اس کو بار بار پڑھتے رہے

ایک روز میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا دیوان طیبات دیکھ رہا۔ حضرت باقر میرے حجرہ میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور پوچھا کون کتاب پڑھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سعدی کا دیوان۔ فرمایا کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ میں نے ایک غزل کا مطلع پڑھا ؎

سرو سیمینا بصحرا میروی نیک بد عہدی کہ بے ما میروی

اس کے بعد جب میں نے دوسرا شعر پڑھا ؎

کس بدین شوخی و رعنائی نرفت خود چنینی یا بعمدا میروی

سنتے ہی بے اختیار ہو گئے۔ بار بار پڑھا آخر فرمایا کہ کاش اپنی تمام عمر میں میں نے جو کچھ کہا ہے حضرت شیخ سعدی لے لیتے اور اپنا یہ ایک شعر مجھے دیدیتے۔

اہل بہار شمال و مغرب کے کونہ کو بھنڈار کونہ کہتے ہیں اور عام خیال یہ ہے کہ برسات کے

موسم میں شام کے وقت اس سمت سے جب ابر اوٹھتا ہے تو تمام رات خوب برستا رہتا ہے
ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ برسات کا زمانہ اور بھادون کا مہینہ تھا۔ عصر کی نماز کے بعد آرہ
کے مکان کے صحن میں حضرت باقر بیٹھے تھے اور اون کے ملاقاتیوں میں چار پانچ اصحاب اونکے
پاس تھے کہ بھنڈار کونہ کی جانب سے نہایت تیرہ و تار ابر نمودار ہوا۔ سیاہ ابر میں سفید
سفید بگلوں کا اوڑنا نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں عرب شاہ نامی ایک صاحب نے
حضرت باقر سے کہا کہ "حضور ملاحظہ فرمائیں اس سیاہ ابر میں سفید بگلوں کا اوڑنا کیسا بھلا
معلوم ہو رہا ہے"۔ سب لوگ اودہر متوجہ ہو کر دیکھنے لگے۔ ایک صاحب نے اون سے
پوچھا کہ "حضور! بھنڈار کونہ کو فارسی میں کیا کہتے ہیں"۔ فرمایا "اس لفظ سے جو مفہوم
لیا جاتا ہے اہل فارس کی اصطلاح میں اس کا مرادف لفظ "سمت یمانی" ہے۔ چنانچہ
حضرت سعدی کی ایک غزل ہے جس کا ہر شعر مطلع ہے اوس کا ایک شعر یہ ہے ؎

برق یمانی بجست باد بہاری بخاست طاقت مجنون نماند خیمہ لیلیٰ کجا است"

اس شعر کو پڑھتے ہی اون کی حالت متغیر ہو گئی۔ آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور چہرہ
چمکنے لگا آخر بیتاب ہو کر مسجد میں (جو اوسی صحن کے ایک گوشہ میں تھی) جا کر بیٹھ گئے اور
مغرب کے بعد تک کسی سے گفتگو نہ کر سکے۔ اس واقعہ سے اون کی وسعت نظر اور
قوت حافظہ کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ سعدی اور
خواجہ حافظ میں غزل گوئی میں کون بڑھے ہوئے تھے فرمایا کہ شیخ سعدی اور امیر خسرو دہلوی
غزل گوئی میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں بزرگ اس فن میں تمام متقدمین اور
متاخرین شعرا سے بہت بالاتر ہیں۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت سعدی کی

ایک غزل پر خواجہ حافظ نے خمسہ بھی لکھا ہے فرمایا کہ ہاں اور جس غزل پر خمسہ لکھا ہے اوس کا مطلع یہ ہے ؎

گر دست دہد ہزار جانم در پائے مبارکت فشانم

اس کو پڑھ کر ان کی حالت دگرگوں ہوگئی آبدیدہ ہوگئے اور بار بار پڑھتے رہے اور فرمایا کہ مبدء فیاض کا خاص فیض تھا جو سعدی کے قلم سے ایسے اشعار لکھوایا کرتا تھا۔

مولوی سید اقبال علی بحر مرحوم (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے چھوٹے بھائی مولوی سید خورشید علی مرحوم ایک روز پٹنہ میں حضرت باقر سے ملنے آئے۔ اثنائے گفتگو میں اونھوں نے کہا کہ غالب کے اردو دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں جو مہمل اور بے معنی ہیں اور جنھیں اونھوں نے غالباً مدہوشی کی حالت میں کہدیا ہوگا۔ فرمایا ایسا کوئی شعر پڑھیئے۔ اوتھوں نے یہ شعر پڑھا۔

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

سنکر پہلے تو اس شعر کی دیر تک تعریف کرتے رہے اس کے بعد اس کا مطلب ایسے لطیف اور دلکش طریقہ پر بیان فرمایا کہ جتنے وہاں بیٹھے تھے نہایت محظوظ ہوے۔ مجھے ان کے الفاظ بجنسہٖ یاد نہیں رہے لیکن جو کچھ اونھوں نے بیان کیا اوس کو میں اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا:۔

اسی مضمون کا فارسی کا ایک شعر ایک استاد کا ہے غالب کے شعر سے اوس کا مضمون زیادہ صاف ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد غالب کے شعر کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ وہ شعر یہ ہے ؎

ہر جدائی او سوخت وقت شبنم خوش که در مشاہدۂ آفتاب می سوزد

شاعروں کے تخیل میں شبنم آفتاب پر عاشق ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے

اوس کی تمازت سے شبنم خشک ہو جاتی ہے گویا جل جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ہم بھی جل گئے اور شبنم بھی جلی لیکن جلنے اور جلنے میں فرق دیکھیے کہ ہم تو معشوق کی جدائی اور فراق کی آگ میں جل گئے اور خوشا وقت شبنم کا کہ وہ اپنے معشوق کے عین مشاہدہ میں اوس کی تجلیات کی گرمی سے جلتی ہے۔ اسی قسم کے مضمون کو حضرت غالب نے اپنے شعر میں نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ قاعدہ ہے کہ کسی چیز پر چاروں جانب سے جب نہایت سخت دباو پڑتا ہے تو وہ چیز پگھل جاتی ہے۔ حنا بھی پسکر خون کی طرح سُرخ رنگت پیدا کرتی ہے اور گوری رنگت کا آدمی جب شراب پیکر بدمست ہو جاتا ہے تو اوس کا چہرہ بھی خون کی طرح سُرخ ہو جاتا ہے اوس وقت اگر وہ آئینہ ہاتھ میں لیکر دیکھے تو اوس کے چہرہ کی سُرخ رنگت سے عکس پذیر ہو کر گویا وہ بھی حنائے سائیدہ کی طرح خون جیسا سُرخ ہو جاتا ہے۔ حضرت غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کے فراق میں اوس کی دیدار کی حسرتوں کی یورش اور کشمکش سے عاشق کا دل پگھل کر خون ہو گیا اس کے مقابلہ میں آئینہ کی خوش نصیبی دیکھیے کہ پسی ہوئی حنا کی طرح خون جیسا ہوا تو وہ بھی لیکن اوس کو یہ حالت معشوق بدمست کے ہاتھ میں جاکر اوس کے عین دیدار میں اوس کے رُخسار کے عکس سے نصیب ہوئی۔ عاشق کے دل کی یہ حالت فراق کی بدولت ہوئی اور آئینہ کی عین وصال اور مشاہدہ رخسار یار کی بدولت نتیجتاً ان میں یہ...

حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیات

کسی باکمال شاعر کی شاعری کی خصوصیات کا بیان کرنا آسان نہیں ہے خصوصاً

مجھ جیسے شخص کے لیے جس کو شعر گوئی سے کبھی تعلق نہیں رہا تاہم جب تک حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیتیں کم و بیش بیان نہ کی جائیں یہ مقالہ نامکمل رہ جائے گا اس لیے جہاں تک میرے فہم کی رسائی ہے کچھ عرض کیے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت باقر کی شاعری کی ایک خصوصیت جو بہت نمایاں طور پر مجھے نظر آئی۔ اون کے کلام کی برجستگی ہے۔ مجھے اون کا جس قدر کلام مل سکا وہ سب کا سب بلا کم و کاست اس دیوان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اون کے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے مسودوں میں یہ عجیب بات دیکھی گئی کہ اونہوں نے جو کچھ کہا فی البدیہہ اور بالکل برجستہ کہا اور لکھ لینے یا لکھوا لینے کے بعد اونہوں نے نظر ثانی یا غور مکرر کر کے اپنے کلام میں (معدودے چند مصرعوں کے سوا) کہیں ردوبدل نہیں کیا۔ پیر کی منقبت میں اونکا ایک سو چھ اشعار کا قصیدہ ہے اور مہاراجہ تنیا کی مدح میں ستر شعروں کا قصیدہ کہہ کر مولوی سید اقبال علی بحر مرحوم کو دیا تھا۔ دونوں کے اصل مسودے موجود ہیں۔ اون میں کہیں ردوبدل نہیں ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اون کو وہ مسلسل لکھتے چلے گئے اور لکھ لینے کے بعد اونہیں کسی شعر میں کسی ردوبدل کی ضرورت محسوس نہیں ہوی۔ اعلیحضرت حضور نظام آصف جاہ سادس غفران مکان کی مدح میں سترہ شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھوایا اور عرفی اور حزیں کے قصیدوں کے طرز پر پینتیس شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھ کر اوس میں اونہیں صرف ایک مصرعہ کو بدلنے کی ضرورت نظر آئی۔ اون کے اواخر زمانہ کے کلام میں ایک مصرعہ میں بھی کوئی ردوبدل نظر نہیں آیا البتہ اون کی قدیم بیاض میں جو غزلیں لکھی ہوئی ملیں اون میں گنتی کے صرف بارہ مصرعے ایسے ملے جن میں اونہوں نے کسی قدر تغیر و تبدل کیا اور اوس سے اون کی لطافت کو بہت بڑھا دیا۔ نمونہ کے طور پر دو مصرعے نقل کیے جاتے ہیں۔

ردیف الف کی غزل نمبر ۵ کے دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "خار راہِ تو بود ترم تر از بستر گل"۔ اس کو بدلکر "زینت جیب وگریبا نست چو گل خار رہت" لکھا۔

ردیف دال کی غزل نمبر ۲۳ کے چوتھے شعر کا پہلا مصرعہ لکھا تھا "گدائے کوئے جاناں حاصلِ کونین میدارد"۔ اس کو بدلکر لکھا "گدائے کوئے جانان شو کہ کامِ دو جہاں یابی"۔

(۲) شاعری میں اہل زبان کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی لازمی ہے ورنہ شاعری لچرسی ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کے بہتیرے فارسی گو شعرا سے لغزشیں ہو گئیں اور ایرانی محاورات کے بجائے فارسی زبان کے لباس میں ان کے قلم سے ہندی محاورات نکل گئے ہیں۔ مثلاً جہاں اہل زبان "طالع" کا لفظ لکھتے ہیں۔ (؎ کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت ۔ یارب از مادر گیتی بچہ طالع زادم ۔ حافظ) بعض ہندی نژاد شعرا نے بکلف "ساعت" لکھ گئے ہیں اس لیے کہ اس ملک میں لوگوں کے زبانزد یہی لفظ ہے۔ مثلاً "ساعت دیکھو" "یہ بچہ کس ساعت میں پیدا ہوا"۔ یا مثلاً ایک شخص نے بجائے "بے سبب" کے مہمل لفظ "غیر سبب" لکھدیا ہے (؎ ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج) ایسی لغزشوں پر اہل ایران ہنسا کرتے ہیں۔ شیخ علی حزیں کے متعلق مشہور ہے کہ جب کبھی کسی شعر میں اہل ایران کے محاورہ کے خلاف کوئی لفظ سنتے تھے بیساختہ کہدیا کرتے تھے "بوئے ہندی می آید"۔ اسی قسم کی لغزشوں اور فروگذاشتوں کے باعث حضرت غالب ہندی نژاد فارسی گو شعرا میں حضرت امیر خسرو اور حضرت حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کے سوا کسی کی شاعری کے معتقد نہیں ہوئے۔ مثنوی "باد مخالف" میں جہاں اپنے قول کی تائید میں مرزا عبدالقادر بیدل کو سند میں پیش کیا ہے وہاں بھی یہ کہنے سے باز نہیں آئے ؎

گرچہ بیدل ز اہل ایران نیست لیک ہمچون قتیل نادان نیست

خلاصہ یہ ہے کہ فارسی زبان میں اگر شاعری کیجائے تو اہل فارس ہی کے لغات محاورات اور اصطلاحات کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اہل زبان کے محاورات کے خلاف ہندی محاورات کو فارسی کا جامہ پہنا کر شعر میں لانا شعر کو متبذل اور تباہ کر دینا ہے۔ حضرت باقر کی شاعری کی یہ نہایت ممتاز خصوصیت ہے کہ ان کا دیوان اول سے آخر تک پڑھ جائیے ایک جگہ بھی ایسا محاورہ نہیں ملے گا جو ایرانیوں میں مستعمل نہ ہو یا جس میں ہندیت پائی جاتی ہو اون کی زبان تمام تر ایرانیوں ہی کی زبان معلوم ہوتی ہے اور ان کا کلام اساتذہ (مثلاً نظیری عرفی۔ صائب۔ حزیں) کے کلام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اون کا کلام ہر قسم کے حشو و زواید سے بالکل پاک ہے اور پیش پا افتادہ مضمون اون کے اشعار میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ ان عیوب کی جانب اونہیں بہت خیال رہا کرتا تھا چنانچہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب آزاد کو اون کی ایک غزل اصلاح دیکر جس خط کے ساتھ واپس کی تھی (یہ خط نقل کیا جا چکا ہے) اوس میں ان معایب کی جانب اونہیں خاص طور پر متوجہ کیا تھا۔ خود بھی اپنے کلام کے متعلق فرمایا ہے ؎

باقر بہ کلامم نبود حشو و زواید ۔۔۔ در گلشن ما رہ نبود خار و خسے را

پیش پا افتادہ مضمونے نہ بندد طبع من ۔۔۔ کے سر صید چنین صید است شہباز مرا

(۴) چوتھی خصوصیت ہر صنف شعر پر اون کی قادر الکلامی ہے۔ اون کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی۔ قصاید اور غزلوں اور قطعات کے علاوہ چار رباعیاں اور دو مخمس دیوان میں شریک ہیں۔ ان سب کو بغور دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ جس بے تکلفی سے وہ غزل گوئی پر قادر تھے اوسی طرح وہ تمام اصناف کلام کے کہنے پر قدرت تامہ رکھتے تھے۔ اور اون کے نثر مضامین سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نثر نگاری میں بھی وہ ویسے ہی قادر الکلام تھے۔

(۵) حضرت باقر کے شباب اور اوائل جوانی کے وقت کا کوئی کلام مجھے نہیں ملا۔ دیوان میں جس قدر شریک ہے وہ اون کے اواسط عمر اور اواخر عمر کا کلام ہے۔ اون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی ہی کے زمانہ میں اون کے کلام میں پختگی آگئی تھی اس لئے کہ وسط عمر اور آخر عمر کے کلاموں میں بہت ہی کم فرق محسوس ہوتا ہے۔

(۶) چھٹیں خصوصیت اون کے اشعار کی فصاحت بلاغت سلاست روانی اور صفائی ہے۔ اون کے اشعار میں اغلاق کہیں نہیں ہے اور شاعری کے ساتھ جبلی مناسبت ہونے کے باعث اون کے تمام اصناف کلام میں آمد ہی آمد نظر آتی ہے اور آورد اور تصنع کا کہیں شایبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ایک شعر میں اونہوں نے خود فرمایا ہے ؎

بود بہ نطق طبیعی فصاحتِ طبعم وگرنہ طبع مرا ذوق خود نمائی نیست

(۷) اون کا کلام نہایت شیریں ہے اور اوس میں نہایت درجہ جزالت اور متانت پائی جاتی ہے۔ اوس کے علاوہ اون کے جبلی عشق و محبت کی بدولت اون کی غزلیں درد سے مملو اور تاثیر سے لبریز پائی جاتی ہیں۔

شاعری اور زباندانی میں اپنے کمال کا اعتراف اور اشعار کے فصاحت اور بلاغت کا اظہار حضرت باقر نے شاعرانہ طرز پر کہیں کہیں خود بھی کیا ہے۔ میں سات شعر اس موقع پر نقل کرتا ہوں ؎

سخن آبدار تو باقر در نظر قیمتِ گہر بشکست
ہر کس کہ شنید شعر من گفت این کس چہ فصیح و خوش بیان است
نباشد دل چسان مشتاق اشعارِ خوشت باقر کہ شیرین کام جان زین شیوۂ گفتار می گر
بزیر خاک بخفتی و زندہ باقر کہ ذکر خیر کلامِ تو جا بجا باقیست

در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرۂ آفاق — در ناحیۂ ملک عجم غلغلۂ ما
ہست در ہند اگر شہرت نظم چہ عجب — اصفہان پر شدہ از شور سخندانی ما
تو ئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر — جزاک اللہ چہ ایران کردۂ ہندوستانی را

یہ اشعار شاعرانہ تعلی پر محمول کئے جا سکتے ہیں لیکن فی نفس الامر وہ حقیقت حال کا اظہار کرتے ہیں۔ شاعر کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اوس کے کلام کی فصاحت۔ بلاغت اور لطافت اور اوسکی قادر الکلامی اور کمال زباندانی کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کے فارسی گو اکابر شعرا اور اہل ذوق کو ہے بلکہ ایرانیوں اور اصفہانیوں کو بھی اون کی زباندانی اور شاعری کا معترف ہونا پڑا گویا ان لوگوں کے اعتراف کرنے سے اون کی شہرت ایران اور اصفہان تک پہنچ گئی۔

حضرت باقر کو اوایل عمر سے ایرانیوں سے ملنے کا شوق تھا۔ فارسی زباندانی اور ان لوگوں کی صحبت کی بدولت اونہوں نے فارسی زبان میں گفتگو کرنے میں اس قدر مہارت پیدا کر لی تھی کہ جب کسی ایرانی سے وہ باتیں کرتے تھے تو اون کے لب و لہجہ اور بات چیت سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ ایک فصیح اللسان ایرانی باتیں کر رہا ہے۔ اون کے آرہ میں قیام کے زمانہ میں تجارت پیشہ ایرانیوں کی آمد و رفت بہت رہا کرتی تھی۔ بعض وقت نہایت باکمال ادیب اور شاعر بھی آجاتے تھے۔ مسافروں کے قیام کی جگہ صرف قدیم شاہی سرا تھی جو حضرت باقر کے مکان سے بہت قریب تھی اس لئے اون لوگوں کو ان سے راہ و رسم پیدا کر لینے کا بہت جلد موقع مل جاتا تھا۔ میں نے شمس العلما نواب امداد امام بہادر مرحوم سے اور خود حضرت باقر سے اور اون کے تین چار دوستوں سے بھی سنا ہے کہ یہ لوگ جب اون کی گفتگو اور اون کا کلام سنتے تھے نہایت حیران رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شیرازی آئے جو حضرت شیخ سعدی

علیہ الرحمہ کے اولاد میں تھے۔ آدمی نہایت ذی علم اور فصیح اللسان تھے اور بہت اچھے شاعر تھے حضرت باقر کی گفتگو اور ان کا کلام سنکر اونہیں ان کے ہندی ہونے میں شبہ ہوگیا اور چند روز تک انہیں اصفہانی الاصل ہی سمجھتے رہے۔

اساتذہ کے ساتھ اپنے کلام کی مناسبت کا اظہار حضرت باقر نے مرقومۃ الذیل اشعار میں کیا ہے ؎

نہ حزین ماند نہ عرفی نہ نظیری باقر — تا شود شیفتۂ طرز غزل خوانی ما
کجاست عرفی و صائب کجا کلیم و حزین — منم فتادہ درین جا زہمزبان تنہا
باقر از کلک گہر ریزت نہ تنہا این غزل — ہر کلامے چون کلام سعدی و خاقانی است
بشعر عرفی و صائب نیافتم باقر — فصاحتے کہ بہ انداز این سخن پیدا است
ہمنوایم بہ بلبل شیراز — طوطی ہند ہم زبان من است
میگفت حزین باقر با عجز و ادب بامن — یک شعر چو اشعار تو موزون نتوانم کرد
کے حزین پیش تو زند دم ہم چہ جائے عرفی است — باقر اشعار خوشت از شعر سلمان شد لذیذ

ان اشعار میں بھی شاعرانہ تعلی معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکابر شعرا (مثلاً نظیری، عرفی، صائب، کلیم، حزیں اور غالب) نے متقدم شاعروں کی غزلوں اور قصاید کے طرز پر غزلیں اور قصیدے کہہ کر طبع آزمائیاں کی ہیں۔ حضرت باقر بھی ان بزرگوں کے طریقہ پر چلے ہیں اور اساتذہ کی غزلوں کے طرز پر غزلیں کہی ہیں۔ ان اشعار میں اونہوں نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ "ہم نے تتبع کو اوس درجۂ کمال تک پہنچا دیا کہ اگر یہ اساتذہ موجود ہوتے اور ہمارا کلام سنتے تو اوس کی قدر کرتے اور داد دیتے"۔ اونہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہوگا کہ اساتذہ کے بعض کلام سے اون کا بعض کلام واقعی بڑھ گیا ہے۔ مبدء فیاض کا فیض

بند نہیں ہوا ہے اور بہت ممکن ہے بلکہ کبھی کبھی دیکھنے میں بھی آیا کرتا ہے کہ متاخرین میں ایک شخص ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اکثر متقدمین سے بڑھ جاتا ہے ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید — دیگران نیز کنند انچہ مسیحا میکرد

بابا کمال خجندی ۔ بابا فغانی اور حاجی محمد جان قدسی کی ایک ایک غزل کے طرز پر حضرت باقر کی بھی ایک ایک غزل اون کے دیوان میں ہے ۔ سعدی، ظہوری اور عرفی کی دو تین غزلوں کے طرز پر اون کی دو تین غزلیں ہیں ۔ حافظ، نظیری، صائب حزیں اور غالب کی غزلوں کے طرز پر اون کی متعدد غزلیں ہیں ۔ ان سب کی صراحت میں بہت طوالت ہو جائیگی اس لئے صرف دو غزلوں کے مطلع کے اشعار کو پیش کرتا ہوں ۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ کی ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

شبِ فراق چہ داند کہ تا سحر چنداست — مگر کسے کہ بزندان عشق در بنداست

اس غزل پر ظہوری نے ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

بعشق قابل دیوانگی خردمنداست — بہر زحیلہ کہ آزاد مرد این بنداست

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

چو صبح من زسیاہی بشام مانند است — چہ گوئیم کہ زشب چند رفت یا چند است

حضرت باقر نے بھی ان غزلوں کے تتبع میں ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ۔ (ردیف تا غزل نمبر ۳۷) ؎

دلم بقتل ز دستِ تو آرزومند است — بہ تیغ عشوہ و تیرِ نگاہ سوگند است

نظیری کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

نظر بہ ظاہر و صیاد در خفا خفتست — اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتست

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع مشہور ہے ؎

بوادئی کہ دران خضر را عصا خفتست | بسینہ می سپرم راہ گرچہ پا خفتست

حضرت باقر نے بھی اسی طرز پر طبع آزمائی کی ہے اور غزل کہی ہے (ردیف تا غزل نمبر ۴۲) جس کا مطلع ہے ؎

بخواب ناز کہ آن شوخ مہ لقا خفتست | بچشم بینش حق جلوۂ خدا خفتست

دل تو یہ چاہتا تھا کہ ان اساتذہ کی جن جن غزلوں کے طرز پر حضرت باقر نے غزلیں لکھی ہیں اون میں سے کم از کم ایک ایک غزل کو بالمقابل لکھتا اور یہہ دکھاتا کہ اونہوں نے ان بزرگوں کے تتبع کا حق کس حد تک ادا کیا لیکن اول تو یہ مقالہ بہت طویل ہو چکا ہے۔ دوسرے یہ زمانہ فارسی شاعری کی عام کساد بازاری کا ہے اور ایسی تدقیقات سے عموماً طبایع کو دلچسپی باقی نہیں رہی ہے اس لئے اس سے قطع نظر کرتا ہوں۔

متاخرین شعرا میں نظیری اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ صایب جیسے شاعر نے اون کے متعلق کہا ہے ؎

صایب چہ مجال است شوی ہمچو نظیری | عرفی بہ نظیری نرساند سخن را

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ متاخرین شعرا متقدمین کی چیدہ چیدہ اور منتخب غزلوں ہی پر طبع آزمائیاں کیا کرتے ہیں اس لئے متاخرین کو اپنا کلام متقدمین کے کلام تک پہنچانا آسان کام نہیں ہے۔ اس تمہید کے بعد حضرت باقر کی ایک غزل کو نظیری کی ایک غزل کے بالمقابل لکھ دیتا ہوں اور اس امر کا فیصلہ کہ حضرت باقر نے تتبع کو کہاں تک پہنچایا ناظرین کرام کے وجدان اور ذوق سلیم پر چھوڑ دیتا ہوں۔

باقر	نظیری
۱۔ یار دیرینہ مرا از نظر انداخت دریغ	۱۔ راز دیرینہ ز رخ پردہ بر انداخت دریغ
از وفا تاخت عنان وبجفا ساخت دریغ	حال ما شہرہ بانشاے غزل ساخت دریغ

٢ - راز عشق تو بدل بود نهان همچو شرر
اشک غماز مگر پرده برانداخت دریغ

٣ - زخمی تیر نگاهِ تو نگشتم گاهے
برسرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ

٤ - مایهٔ عیش و نشاطِ دو جهان رفت بباد
لشکرِ غم طرفِ کشور دل تاخت دریغ

٥ - عقل بیچاره نهان بود پس پرده هنوز
عشق سفاک بجا نها علم افراخت دریغ

٦ - ساخت با غیر و برید از من و پیمان بشکست
بامن آن جان جهان نرد دغا باخت دریغ

٧ - در حریمش چو بناگاه رسیدم باقر
حالتِ زار بپرسید و نه بشناخت دریغ

٢ - عشق ازان روز که آتش به نیستانم زد
به پیامیم دل سوخته ننواخت دریغ

٣ - جوهر بینش من در تهه زنگار بماند
آنکه آئینهٔ من ساخت نپرداخت دریغ

٤ - کیمیاگر که مس جمله از و زر گردید
قلب ما را نزد اکسیر چو بگداخت دریغ

٥ - عقل تا پیر شد حسن شهادت نشناخت
دیر بر معرکهٔ عشق دلم تاخت دریغ

٦ - پے سکندر بلب چشمهٔ حیوان آورد
خیمهٔ بر لب آن چشمه نیفراخت دریغ

٧ - شرح بیچارگیِ کلک قضا میگفتم
شاه غیرت بسرم تیغ غضب آخت دریغ

٨ - کعبتینِ مه و خور مایهٔ عمرم بردند
چرخ کج باز بمن نرد دغا باخت دریغ

٩ - تو نظیری ز فلک آمده بودی چو مسیح
باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

حضرت باقر کے دیوان سے تھوڑے اشعار انتخاب کر کے نقل کرتا ہوں اور اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں ۔

از سینه ز لاغری عیان است — رازیکه مرا بدل نهان است

زعم خضر دراز است گرچه زلف دراز
درازی شب ہجران ز زلف ده چند است

بود شیرین برنگ جان شیرین
چه زہر عشق جانان خوشگوار است

گره از کاکل مشکین کشادی
دل مسکین دران دام بلا رفت

مو شگاف نکتهٔ زلفت بود اوراق شام
حل متن عارضت میگردد از تفسیر صبح

ساقی و شراب و گلشن و گل
بے روے نگار خوشش نباشد

بیصرفه بود ولا کشیدن
آہے که درو اثر نباشد

تماشایت یقین باشد اگر در روز محشر ہم
بکام تلخی ہجران چو وصلش خوشگوار افتد

اے وائے که بیمار غم عشق تو از جہان
میرفت و ز حسرت نگہے سوے تو میکرد

بیصرفه بخور که ہمچو باده
خون دلمت حلال باشد

باقر تو مگر مرید عشقی
طرز سخن تو دال باشد

سوخت خونم ز تف عشق بد انسان که مرا
تار ہاے رگ جان گشته چو زنار سفید

فتنه و آشوب و طوفان بلا
سرمه سا در چشم جانان ریختند

اسیر زلف تو گشتم بلا ہمین باشد
مریض عشق شدم ابتلا ہمین باشد

بکوے دوست چو بسمل طپیدن و مردن
عروج رتبهٔ اہل وفا ہمین باشد

عشق است به گلستان عالم
نخلے که درو ثمر نباشد

کس ندانست و را سایهٔ دیوار کجاست
کیست آنکس که برد راه بخلوتگه ناز

ہست سلطانی کونین بدست محمود
گر رسد یک نفسے در کف او زلف ایاز

چنان طوفان نمود اشکم که گردید
در و دیوار دیوار و در امروز

دل به تدبیر مبند آبروے عشق مریز
تیشه بر زخم مزن درد به درمان مفروش

دل وحشی بجوش آمد بہ شوقِ کوچۂ جاناں
زمن اے دوستان عشقے کہ دامن بر میان بستم

از تو نشوم جدا ولیکن
روزیکہ کنند در زمینم

رہ بکوے یار بر دن از قضا قسمت نشد
دست و پا ہر چند چون بسمل درین سودا زدم

زخونِ من کہ اے قاتل نگارین کردۂ پارا
زغیرت آب شد در سینہ خونِ صد شہید از من

چنان از ناتوانیہا بہ عشقش بے نشان گشتم
کہ مرگ از کاتبِ اعمال میپرسد سراغِ من

بر کشتگان خویش چو بگذشتۂ بناز
روحی فداک از تن بیجان بر آمدہ

کوتاہ کنم دامن صحرائے طلب را
گر دست دہد سلسلۂ زلف درازے

اس دیوان کو جس زمانہ میں میں ترتیب دے رہا تھا مجھے پٹنہ اور گیا جانے کا اتفاق ہوا۔ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ (۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء) کو آبگلہ جا کر میں شمس العلما نواب سیّد امداد امام بہادر اثر مرحوم سے ملا۔ اثنائے گفتگو میں اس دیوان کی تدوین کا ذکر آیا وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مکمل کر کے مسودہ میرے پاس بھیجدو میں تقریظ اور قطعہ تاریخ لکھدوں گا۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ (۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء) کو میں نے دیوان کا مسودہ برادرم خان بہادر مولوی سیّد عبد الصمد صاحب کے پاس حیدر آباد سے بھیجدیا اور اونہوں نے آبگلہ جا کر شمس العلما مرحوم کو دیدیا لیکن افسوس کہ ایک ہی ماہ کے اندر اون کے فرزند اکبر فخر قوم نواب موید الملک سر سیّد علی امام کے، سی، اس، آئی کا یکایک انتقال ہوگیا۔ خان بہادر سید عبد الصمد صاحب جب شمس العلما مرحوم کے پاس تعزیت کے لئے گئے اونہوں نے فرمایا کہ دیوان کو اول سے آخر تک میں نے دیکھ لیا تھا اور تقریظ لکھنی شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ یکایک یہ حادثہ پیش آیا اب دل و دماغ

دونوں بیکار ہو چکے اور مجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ یہ فرماکر دیوان کو واپس کر دیا۔

میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت باقر کے جس قدر اشعار مجھے ملے سب کو میں نے دیوان میں شریک کر دیا ہے۔ اصل مسودوں میں بعض جگہ کاغذ ضایع ہو گیا تھا یا الفاظ مٹ گئے تھے یا پڑھے نہیں جا سکے۔ ایسے تمام مقامات میں طباعت میں جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور مسودوں میں جہاں جہاں الفاظ مشکوک نظر آئے طباعت میں اون الفاظ پر استفہام (؟) کی علامت دیدی گئی ہے۔

لفظ 'جاناں' جہاں جہاں منادی آیا ہے وہاں حضرت شاعر نے اپنے ہاتھ کی کتابت میں 'جانا' بسقوط 'ن' لکھا ہے۔ طباعت میں اون کی کتابت کی اتباع کی گئی ہے۔

حیدرآباد میں اور دوسرے مقامات میں بھی مطابع کے کاتبوں نے کتابت میں حروف 'ن' اور 'ی' کو جہاں جہاں وہ مفرد آتے ہیں یا لفظوں کے آخر میں آتے ہیں نقطوں کا دینا چھوڑ دیا ہے۔ اس دیوان کی کتابت میں بھی مطبع نے زیادہ تر یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

اضافتیں جہاں جہاں بہ اشباع کسرہ ہیں وہاں کسرہ دیدیا گیا ہے۔ دیوان کی طباعت میں تصحیح کی بہت کوشش کی گئی لیکن پھر بھی زیادہ تر میری سہو نظری کے باعث غلطیاں رہ گئیں۔ مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ میں نے عزیزم مولوی سید شاہ عبد العزیز صاحب آزاد کے پاس بھیج دیا تھا اونھوں نے غلط نامہ مرتب کرنے کی زحمت گوارا کی جس کو میں نے نظر ثانی کے بعد دیوان کے آخر میں شریک کر دیا ہے۔

میں نے اس مقالہ کی ابتدا اجناب باری عز اسمہ و رفع ذکرہ و جل جلالہ

وعم نوالہ کی حمد و ثنا سے کی اور ختم کرتا ہوں دعائے ازدیاد عمر و دولت و اقبال
و حشمت و جاہ و جلال پر بادشاہ انجم سپاہ قیاصرہ خدم خواقین حشم عرش رفعت قدر قدرت
ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی امیر المومنین امام المسلمین محی الملت والدین
قامع الاشرار والمفسدین سلطان الاعظم ملک الاکرم الذی بید اقتداره
مقالید الزمان وبکف کفایتہ زمام مصالح نوع الانسان حامی بلاد اللہ
عن الجور والطغیان ماحی آثار الظلم والعدوان خداوند جہاں قطب دائرۂ زماں
عدل گستر علم پرور سلطان العلوم السلطان ابن السلطان مظفر الملک والممالک نظام الدولہ
نظام الملک نواب سر میر **عثمان علی خان** بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی، سی
اس، آئی۔جی، سی، بی متع اللہ العالمین بطول حیاتہ وبقائہ وخلّد ظلال
خلافتہ وابّد علی العالمین انوار رافتہ کے جن کے عہد معدلت مہد میں اور دار الخلافت
بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن میں اس دیوان کی تدوین
اور طباعت اور اشاعت کا میں نے شرف حاصل کیا۔

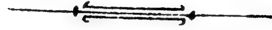
سید عطا حسین

۱۰۔جمادی الاول ۱۳۵۵ھ روز پنجشنبہ
محلہ لنگم پلی۔حیدرآباد دکن

غلطنامہ مقدمہ دیوان باقرؔ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۳	حضرتِ	حضرت
۳	۱۴	گارزوں	گازروں
۴	۱۴	علماء	علما
۵	۱۱	سنہ ۳۰ ہجری	سنہ ۲۰ ہجری
۶	۱۰	بالگرامی	بلگرامی
″	۱۲	بالگرام	بلگرام
۱۴	۱۶	اولیاء	اولیا
۱۵	۱	میمور	تیمور
۱۷	۲	اِسی	اُس
۲۱	۵ حاشیہ	محب اللہ	اہل اللہ
۲۵	فٹ نوٹ ۱۸	[۱]	[۷]
۳۶	۱۵	الیا	ایسا
۳۸	۶	کو جاننے والے	کے جاننے والے
۴۰	۲	بڑہڑوا[۱]	بڑہڑوا[۸]
″	فٹ نوٹ ۱۹	[۱]	[۹]
۴۶	۳	مایل	مسایل
″	۱۲	دولت پور[۱]	دولت پور[۱۰]
۴۹	۱۱	چار	چاڑ
″	۱۷	ٹپتی	ہٹتی
۵۰	۱۳	الترتیب	ترتیب
۵۲	۱	گزشت	گذشت
″	۱۱	عشق	عشق
۵۶	۳	آبگلہ[۱]	آبگلہ[۱۱]
″	فٹ نوٹ ۱	[۱]	[۱۲]
۶۷	۶	جمواوان[۱]	جمواوان[۱۳]
″	فٹ نوٹ ۱۹	[۱]	[۱۴]
۷۴	۱۳	”بہای	بُھای
″	″	سورہو“	سورہو،
۷۵	۱۶	ہوتی تھی	ہوتی تھی۔
۷۸	۱۹	اجازن	اجازنی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۱	۱	مما سوی	عماسوی	۱۲۵	۱۲	خطوظ	خطوط
۹۶	۱	ازذبور	ازدبور	۱۲۹	۱۲-۱۳	بیاض سے میں	بیاض میں
۹۹	۲	زجا	رجا	۱۳۳	۱۵	مخالف	مخالفت
۱۰۵	۱	منبرا	میرا	۱۴۴	۸	اغصاے	اغضاے
"	۱۹	ضروریات	ضرورت	۱۴۵	۱۸	تعبیرِ	تبرِ
۱۱۴	۱۷	صنائع	ضایع	۱۵۷	۲	نظم	نظمم
۱۱۹	۶	سنہ ۱۳۷۵ھ	سنہ ۱۲۷۵ھ	۱۶۵	۱	نواله	نوالهٔ



دیوان باقر

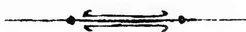


از افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہِ مملکتِ فصاحت
و بلاغت و معانی سرآمد علمائے ربّانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی
بحرالشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت زین المعرفت شہید المحبت
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدرالواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشفِ
اسرارِ خفی و جلی

حضرت شاہ باقر علی

الچشتی القادری الفخری الاصدقی المتخلص بہ باقر

قدس اللہ سرہٗ و نوراللہ مرقدہ





قصیدهٔ در مدح حضرت قدوة السالکین زبدة العارفین خواجه قیام صدق الصادقی الچشتی القادری الفخری قدس سرّه العزیز

بگوشهٔ بنشستم، سحرگہاں تنہا — نموده بر دل شیدا در تأمل وا

خیال فتنهٔ دوراں گذشت در دل من — بخاطرم متصور شد ازدحام بلا

ز روئے غور بدیدم که اندریں دوراں — رواج فسق و فجور است و زور مکر و ریا

نمانده است دریں روزگار پرآشوب — ز زہد و ورع نشانے نه نامے از تقوا

٥ چه بدعتے ست که سنت نمی شود نامش — چه سنتے که نه کفر است نزد اہل ہوا

ادائے نافله و مستحب ہمه یکسو — ز فرضہائے خدا گشته اند بے پروا

چناں گریز نمایند از ادائے نماز — که سوئے قبله نه افتد اگر بلغزد پا

نموده قطع نظر از عوام کالانعام — بحال حضرت صوفی شوم چو دیده گشا

ز وضع حضرت ایشان است لرزه براندام — بگویم از سر حسرت که آه واویلا

نموده گورپرستی تمام ملت خویش — زاہل قبر بخواہند جمله حاجتها ۱۰

بحال خویش ادائے مراسم واعراس — شمرده اند فزون‌تر ز فرض ہائے خدا

بگرد مرقد والائے اولیاء الله — چه بدعتے که نسازند ازرهِ سودا

زشعله ہائے قنادیل و دود ہائے چراغ — کنند سطح زمیں رشک جرم ہائے سما

زنغمہائے نے و بوق و از صدائے دہل — کنند روضهٔ اجداد معبد ترسا

بگرد تربت پیران طوافها سازند — برند سجده به پائین مرقدِ شهدا ۱۵

بوا نمائی حبِ جناب آل رسول — شوند نوحه کناں گرم بت پرستیها

چه لافها نزنند از کرامت و اعجاز — کشیده تنگ برآغوش خرقهٔ تقوا

بکیش فقر توکل نموده نام طمع — زخوان بخشش یاراں شوند زله رُبا

بدستِ اہلِ کرم گر نظر نه دوخته اند — چرا به صاحب زر میکشد دلِ والا

بحق شاں بتعنت نه لب تواں بکشاد — که خضر وادی دیں اند حضرتِ علما ۲۰

بود ز کوشش اینان فروغ خانهٔ شرع — زنفس قدسی ایشاں ستون دیں برپا

ولے ز موعظت و پند مدعا ازند — حصول پرورش نفس نے رضائے خدا

پس از تصور این فتنه و بلائے زماں — بگفتم از سر حسرت بدل منِ شیدا

زمانه گشت تہی از نفوس پاک نژاد — نمانده اند کنوں بر گزیدگان خدا

بحضرتِ که کنم عرض حال دل اے وائے — که ہست تا بکند حل ز لطف مشکلها ۲۵

غریق لجهٔ حیرت بدم که یک ناگاه — سروش غیب بگوشم چنین رساند ندا

که ای بوادی فکر و خیال سرگردان — تویی بفهم علوم و رموز دین یکتا

بعقل و دانش و فرهنگ و وضع دینداری — نمانده است بگیتی کسی نظیر ترا

چراست با همه فضل و کمال و وقت رای — تو همت همه پوچ و تخیلت بیجا

۳۰ نهفته اند بسی برگزیده در آفاق — که نیست هیچ زمانی تهی ز فیض خدا

بگویم از سر اخلاص ای عزیز جهان — بگوش جان بشنو این نوید روح افزا

محب خاص خدا حضرت قیام الصدق — که مثل او نبود کس ز دوستان خدا

گذشت پایهٔ قدرش ز کرسئ ادراک — فزوده حد کمالاتش از حد احصا

برو بحضرت او حرف مدعا سر کن — بخوان بوصف کمالش قصیدهٔ غرا

۳۵ کنون که سامعه افروز گشت مژدهٔ غیب — ز ارجمندی بخت بلند و فکر رسا

ز فرط شادی و بهجت چنان بالیدم — که جسم خویش بدیدم محیط ارض و سما

ز جوش شدت مستی چنان ز خود رفتم — که خویش را بخود اندر نیافتم اصلا

ز جوق جوق طربها ز موج موج نشاط — برنگ بلبل شیدا شدیم نغمه سرا

سر تو گردم و قربان تو شوم ای بخت — هزار طالع خضری کنیم بر تو فدا

۴۰ یکی هزار ز شکر تو می نیارم گفت — ز روی خاک رساندی مرا به اوج علا

رسید نوبت آن کز دل نشاط آگین — کنم ترانه در مدح آن شه والا

امام قبلهٔ ارشاد و پیشوای طریق — چراغ راه هدی اختر سپهر علا

خلیل عہدِ کرم خضرِ وادیِ ایماں　　کلیمِ طورِ حقیقت مسیحِ عصرِ ولا

امیرِ ملکِ توکل شہنشہِ تسلیم　　ہژبرِ بیشۂ صبر و نہنگِ بحرِ رضا

خدیو صدر نشین اریکۂ عظمت　　مہِ سپہرِ جلالت شہِ فرشتہ لقا　۴۵

برحم ہمچو ابوبکرؓ و قہر ہمچو عمرؓ　　بجود و بذل و شجاعت نظیرِ شیرِ خدا

چو آشنا بہ تکلم کند لبِ شیریں　　بہر سخن بہ برد رشکِ معجزۂ عیسیٰ

بمحفلے کہ بود شمعِ عارضش روشن　　چراغِ روز بود جلوۂ یدِ بیضا

بسوئے خارقِ عادات اگر شود مائل　　کند بخندۂ عظمِ رمیم را احیا

بجوشش وجد و طرب ہا رسیدہ دست افشاں　　ببارگاہِ حبیبِ خدا شبِ اسرا　۵۰

ہوائے مدحِ شہنشہ براں کشد دامن　　کہ کلکِ شوق کند مطلعے دگر انشا

چو بوئے غنچہ شود عطر بیز موجِ ہوا　　بہر زمیں کہ گزاری قدم نسیم آسا

چنیں کہ عطر فشانست بوئے گل شاید　　شمیدِ نکہتِ زلفِ تو از شمال و صبا

زظاہرِ تو صفا یافت باطنِ پرہیز　　زباطنِ تو جلا یافت ظاہرِ تقویٰ

بسے ز سر قدم لافہا زند منصور　　بحضرتِ تو مگر لب بہ بندد از دعویٰ　۵۵

گذشت از سرِ کون و مکاں بیک جولاں　　زبسکہ تیز جہاندی سمند سیر شہا

بخیلِ بندۂ نازِ تو ہر سحر خورشید　　بہ آستانِ بلندت شود جبیں فرسا

تمام خیلِ چشیندگانِ لذتِ عشق　　زخوانِ نعمتِ فیضِ تو اند زلہ ربا

بجرم نابلد از راہِ خضر را داند　　بوادئِ طلبت ہر کہ شد قدم فرسا

٦٠ کلاهِ چشتیت زہے خوشش نمایدت برسر — قبائے قادریت در برآمده زیبا

غلام درگهِ والائے تست مستغنی — طفیل سایۂ نعلین تو ز ظلِ هما

اگر ز پرتو رویت نه مقتبس گشتے — کجا شدے بجہاں مہر جلوه گر به ضیا

ز فرق تا بقدم بسکه جلوه سامانی — بهر زمیں که خرامی شود چمن پیدا

بسان دیدۂ انجم شود همه تن چشم — بچشم دل نگرد سوئے تو اگر اعمیٰ

٦٥ ز ساحلِ کرمت کس نرفت تشنه دہاں — زبسکه بحرِ نوالِ تو ہست موج افزا

اگر لعاب ز لعل افگنی در آں آہنگ — مبدل است بشیرینیِ تلخیِ دریا

ز ارض تا به سما از تشرعت شورے — ز ملک تا ملکوت از تورعت غوغا

ز کوششِ عملت ملک شرع آباد است — ز زورِ بازوئے علمت ستون دیں برپا

بذوق وجد درآئی دمیکه پاکوباں — فلک ز زلزلۂ ارض آیدت در پا

٧٠ بملک شرع توی قہرمانِ عالیشاں — بخطه ہائے طریقت شہنشہِ والا

میان طائفۂ جمله صوفیانِ جہاں — توی چو شمس میانِ نجوم جلوه نما

تمام اہل صفا مقتبس ز نور تو اند — چنانکه کسب کند نور مه ز مہر سما

شود کشاده بروئے جہاں درِ فردوس — برنگ غنچه کشائی دمیکه بند قبا

کند توجه و لطفِ تو ذره را خورشید — تفقد و کرمت قطره را کند دریا

٧٥ گدائے عرصۂ کوئے تو حاصلِ کونین — بیک جوے نشمارد ز جوشش استغنا

باوج مرتبه ہستی تو آں سلیماں فر — که ہست خانقہت رشکِ مسجدِ اقصا

هلاک جلوهٔ روئے خوشِ تو شمس و قمر   فدائے خوبیِ قدِ تو سدره و طوبیٰ

چشیدے ار مزهٔ از چکیدهٔ لعلت   دگر نگشتے سکندر بگردِ آبِ بقا

گزشته طایرِ فکرم ز آشیانهٔ قدس   ز بس به اوجِ ثنائے تو گشته بال کشا

کیم که حرفے ز وصفِ تو بر زبان رانم   نه من منم که بخوانم مدیحتت شاها ۸۰

چه ذرّهٔ بتواں گفت مدحتِ خورشید   چه قطرهٔ بتواند ستودنِ دریا

مگر ہدیۂ در خدمتِ تو آوردم   محقر است مگر بیں بضاعتِ ما را

قبول داشت سلیماں ز مور پائے ملخ   تو ہم اگر بہ پسندی چه کم شود شاها

چو گشت مهرِ خموشی کمالِ نادانی   بہ نکتۂ صفتِ عالیت زبان مرا

کلید قفلِ دہانست جوششِ قلمم   بالتماس رسانیدنِ مطالبها ۸۵

بدوری تو بشوقِ زیارتِ قدمت   کجا است صبر که امروز را کنم فردا

ز فضلهائے خداوند دو جہاں دارم   امیدِ یک نظرِ لطف تو منِ شیدا

رسیده ام بجنابِ تو با ہزار امید   بحالِ زار زبونم توجہے فرما

ز پا فتاده ام از دستِ گردشِ گردوں   تو دستگیریِ ما کن شہا ز بہرِ خدا

مفوض است بتو حلِ مشکلاتِ جہاں   چه کم شود که کنی حل ز لطف مشکلِ ما ۹۰

گذشته است خدنگِ حوادثم از دل   شکسته است بپا خارہائے کرب و بلا

ز دستِ بختِ گراں خوابِ خویش دل تنگم   نموده خوں جگرم طالعِ زبوں بخدا

بقلبِ صرفه ربا آمده است نفسِ لعیں   فتاده است سرم آه در کمندِ ہوا

بسوئے منکر و منہیست میل خاطر من | ہوائے فسق بجاں یافتہ است استیلا

۹۵ زار تکاب مناہی و شغل ممنوعات | فتادہ ام ز اوامر بسے بعید و جدا

ز عمر ہائے عزیزم بسے گذشت و ہنوز | نشد گہے در توفیق بر دل من وا

عروس پردہ نشین اریکۂ عصمت | نکرد جلوہ زمانے بحجلۂ دل ما

ز پا فتادہ نشانہائے کوشش عملم | ز چیرہ دستی نفس لئیم وا ویلا

بوادی طلب از رہ فتادہ ام بس دور | کہ خضر راہ تواں گشت جز تو یا مولا

۱۰۰ بسے نماند ہلاکم بورطۂ عصیاں | تو ناخدائے من غرقہ شو ز بہر خدا

ازیں زیادہ بخوف ملال خاطر تو | بصفحہ طول ندادیم حرف مقصد را

توئی کہ واقف اسرار رازہائے دلی | چہ حاجت است بہ پیش تو عرض مطلبہا

نگاہ ناز ز حالش شہا دریغ مدار | کہ ہست بندۂ نازِ تو باقر شیدا

خوش آں بود کہ کنوں اختتام عرض کلام | بحضرتت چو گدایاں کنم بحرف دعا

۱۰۵ ہمیشہ جلوۂ قد تو ظل گستر باد | بفرق غلاماں درگہ والا

زصدمہ ہائے حوادث خدا نگہدارد

جمیع بندۂ درگاہ تو خصوص مرا

قصیده

در فخر خود و منقبت آل اطهار سلام اللہ علیہم و اصحاب کبار رضی اللہ عنہم و پیر خود قدس اللہ سرہ فرماید

من کیستم آں جوہر مرآت نظیرم — کز شعشعۂ نور قدیم است خمیرم ١

ہمتائے من ار فرض کنی فرض محال است — ممکن بدو عالم نبود شبہ و نظیرم

بر تارک فرہاد و شاں تیشۂ فولاد — بہر لب شیریں نہاں چشمۂ شیرم

در چشم حقیقت طلبی چشمۂ مہرم — در بادیۂ تشنہ لبی ابر مطیرم

آنجا کہ بود نغمۂ بے صوت سمیعم — آنجا کہ بود معنی بے لفظ بصیرم ٥

در دیدۂ باطل صفت گرد و غبارم — بر کاکل حق غالیۂ مشک و عبیرم

یوسف نمط اندر نظر عشق جوانم — یعقوب صفت در نگہ عاقلہ پیرم

از چشم جہانم ہمہ پوشیدہ چو عنقا — پیدا بدو عالم صفت ماہ منیرم

بر حسن رخ خویش گہے والہ و شیدا — در سلسلۂ زلف بتاں گاہ اسیرم

سلطان نجاتم بری از طاعت و برتر — از شوق جناں فارغ و ز خوف سعیرم ١٠

بر عارض گل شبنم و در باغ صبایم — آہنگ ہزار منقار صفیرم

با عشق دلا آشوب ہمہ سوز و گدازم — پیش رخ حسن آئینۂ عکس پذیرم

ہم فردم و ہم مطلق ہم جزوم و ہم کل — ہم جذر و مد بحرم و ہم بحر غدیرم

در سلسلۂ فقر و فنا زینت و فخرم — بر مسند جم خندہ زند نقش حصیرم

۱۵ آں بادشہِ عظمت و جاہم کہ مہ و خور — باعجز و ادب سجدہ برد پیش سریرم

آں طوطیِ خوش لہجہ ام از گلشن معنی — کز بلبل قدس است بگو طرز صفیرم

در حلقۂ ارباب صفا نعرۂ یاھُو — در محفلِ رندانہ صدائے بم و زیرم

تا چند تواں گفت کہ من اینم و آنم — خامش بدے اے کاش لبِ کلک دبیرم

اینہا ہمہ بشمردم و از روئے حقیقت — از خود خبرم نیست چگویم کہ خبیرم

۲۰ آزادیم از فکر خودم بود سزاوار — تقدیر بزنجیر الم کرد اسیرم

چوں بخت بکامم نرسانید چہ حاصل — گر انوری عصر و گر رشک ظہیرم

راضی برضا گشتم و خرسند ز تقدیر — حلواست اگر قسمت و گر نان شعیرم

ہرچند بود راست کہ از ماست کہ برماست — لیکن ز قضا بود بدینگونہ مصیرم

ہاں نسبت ذات ست کہ با آں ہمہ دُوری — پیوستہ باو ساختہ چوں شکر و شیرم

۲۵ انعام عمیمِ تو بدریوزہ گرے عقبیٰ — در شیوۂ مطلب طلبی کرد دلیرم

دانندۂ احوال نہانی و عیانی — از لطف نگاہے بمن اے رب قدیرم

سرگشتہ ام و گمشدہ در وادیِ عصیاں — گرداں بسوئے خویش ازیں راہ خطیرم

ہرگز نبود غیر ترا ہیچ وجودے — پیداست احد در نظر از جملہ کثیرم

برہان وجود است احد را رخِ احمدؐ — مدلول و دلیل آمدہ مقصود خمیرم

۳۰ با عترت و اصحاب بود روئے نیازم — در بارگہ آلِ نبیؐ بندۂ پیرم

آگہ نیم از تفرقۂ حاصل و محمول — دانم کہ سگِ درگہ صدیق و امیرم

از دست برو دل خبر ما طلع الشمس | ہم مست کند زمزمۂ خم غدیرم
پیران جہاں زلہ بر خوان نوالش | مولاست علی ہست علی مرشد و پیرم
فردوس بود بارگہِ حضرت اصدق | یارب کہ بخاکِ در آں شاہ بمیرم

۳۵ باقر نخند پاک بجز اشک ندامت
باشد سیہ از نقش گنہ لوح ضمیرم

قصیدۂ ناتمام

در مدح اعلیحضرت غفران مکان نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصف جاہ سادس بادشاہ دکن نور اللہ مرقدہٗ

کہ از استماع رپورٹ انتظامات قحط (۱۳۱۸ھ مطابق سنہ ۱۹۰۰ع) وکیفیت صرف شدن زیادہ از دو کرور روپیہ در پرورش رعایائے سرکار نظام متاثر شدہ فی البدیہ فرمودند مگر ناتمام ماند

۱ فلک را کورسای ہا بقصرِ لامکان قدرت | زہے ہرشش لبس بود بوسد زمین آسمان قدرت
علوئے منزلت نازم کہ اقبال سکندر را | نشانیدہ ست در خاکِ مذلت موشان قدرت
چہ دارد وقعتے سرہائے کیکاؤس وکیخسرو | کہ پا نگذارد از تمکین بفرقِ فرقدان قدرت
زہے تمکین و جاہِ تو کہ تا نا شاہ عادل را | ز سر نگذاشت باقی در جہان نام و نشان قدرت
۵ بہ پشتِ اشہب گردوں عنان بگسستہ گر تازد | کند او را کجا با مرکب خود ہمعنان قدرت
چو در فوج عدو تابد فروغ تیغ برانت | برآرد از نہاد شان فغان الامان قدرت

شہاں را شوکت و حشمت بہ یکجا گر کند منزل — کند بالا سرِ خود را ز خیلِ خسروان قدرت

خلاند خار در دل دشمنت را عز و تمکینت — نہد مرہم بہ زخمِ کہنہ ریشِ دوستان قدرت

بود تا دور گردوں باد دایم دولت و عمرت — بود تا دہر و سرمد باد یارب جاودان قدرت

۱۰ بروں آمد ز بطنِ مادرِ گیتی دریں عالم — بہ اقبالِ بلند و بخت میموں توأمان قدرت

ہمہ شاہان عالم زلہ بردارِ تو بودندے — شہا بر سفرۂ تقدیر چوں شد میہمان قدرت

بیانِ مدح ذاتِ تو نہ کارِ چوں منے باشد — کجا ایں بندۂ عاجز کجا عظمت نشان قدرت

بنازم طالع خود را کہ مداحِ توام شاہا — ز خاکِ پستیم برداشت سوئے آسمان قدرت

تعالی اللہ زہے شانے کہ آمد اے شہ والا — قضا را ہمسر و ہمدم قدر را ہمعنان قدرت

۱۵ توئی فرمانروائے مالکِ ملک و نگیں شاہا — ترا دولت فزوں بادا و افزوں در جہاں قدرت

بمدحِ تو ز نادانی بسے رہ داد پستی را — کسے کز کوتہ اندیشی بگوید آسمان قدرت

نشیمن قدسیاں سازند ہر رفعتِ شانش
بزیر قصر گردوں افگند گر سایبان قدرت





ردیف الف

۱

تعالی شانه ره نیست در ذاتش چه و چون را ‌‌ ‌ باین نطق و بیان کس چون ستاید شان بیچون را

هنوز آن لذت و مستی است در جانم به بیداری ‌‌ ‌ که دادم بوسه‌ها در خواب شب آن لعل میگون را

دلش را تا بدست آرم چها تدبیرها کردم ‌‌ ‌ ندیدم هیچ تاثیرے کدامی سحر و افسون را

بغیر از جلوهٔ جانان نیاساید دل عاشق ‌‌ ‌ خدا خورسند گرداند مگر دلهائے محزون را

معنبر گیسوان از دل اسیر دام گیسویش ‌‌ ‌ صنوبر قامتان از جان غلام آن قد موزون را

برو اے بوالهوس از عشق بازی دم مزن هرگز ‌‌ ‌ که آسان طے نمودن نیست این صحرای پرخون را

بجمع مال و زر ممسک پریشانی نمیدانی ‌‌ ‌ که مال و زر چه بر جان ریخت او استاد تو قارون را

برون از سمعه و عجب و ریا شو خوش بر رندان ‌‌ ‌ بیا زاهد بکش اینجا شراب و بنگ و افیون را

چنانم جوش وحشت شد که کردم سیرگاه خود ‌‌ ‌ چو مجنون دامن صحرا و دشت و کوه و هامون را

چنان از بد و فطرت شد گریبان گیر عشق او ‌‌ ‌ که در طفلی بخواندم قصه فرهاد و مجنون را

حصولِ مدعائے دل کجا و من کجا باقر
کہ نتواں راست فرمودن ز فکرے بخت واژوں را

۲
دور از تو چہ حال است ببین تاب و تبِ ما — اے سرور عالی نسب اُمی لقبِ ما
دورم ز دیار تو مگر سجدہ بسُویت — پیوستہ بود مشغلۂ روز و شبِ ما
پروردۂ دردیم ندانیم اب و عم — ما عشق نژادیم مپرس از نسبِ ما
جا کرد خیال رخت اندر جگر و دل — از عشق تو مملواست ورید و عصبِ ما
تا ہست بہم جان و تنِ ما نشود دُور — از گوشۂ داماں تو دست طلبِ ما
این حسن دل افروز تو خود آفت جاں بود — جور تو فزوں ساختہ رنج و تعبِ ما
ہر چند شدم خستہ بس از سیلی اخوال — این شکوہ چو یوسف نہ برآید ز لبِ ما
داریم خیال رخ پرنور تو ہر روز — صرف است بیاد سر زلف تو شبِ ما
ویرانہ ام آباد شد از وصل تو صد شکر — از روئے تو روشن شدہ چوں روز شبِ ما
از ما بفراقِ خودت احوال چہ پُرسی — دور از لب جاں بخش تو آہ است و لبِ ما

گفتم کہ یکے بوسہ بفرمود کہ باقر
بیہودہ مزن حرف بترس از غضبِ ما

۳
ہر دم غمت دہد سرِ داغ دگر مرا — شوق نظارۂ گلِ باغ دگر مرا
زہر آب غصہ حصۂ من گشت و جام غم — ساقی چہ حاجت است ایاغ دگر مرا
گردے ز کارواں نہ عیاں گشت و ہر نفس — شوقش عناں کشد بسُراغِ دگر مرا

فیض محبت است که از عرش برترم ‌ ‌ این باده داده است دماغِ دگر مرا

امشب ز شمع عارض او خانه روشن است

باقر چه احتیاج چراغ دگر مرا

۴

هوسم نیست بادشائی ها ‌ ‌ من و در کوئے تو گدائی ها

نارسائی طالعم بنگر ‌ ‌ که بکو بیت نشد رسائی ها

زاهدا می بنوش با رندان ‌ ‌ تا کجا زهد و پارسائی ها

نیست جز خستگی و دلسوزی ‌ ‌ حاصل ربط و آشنائی ها

بیش از ینم جدا ز خود مپسند ‌ ‌ که ز حد شد فزون جدائی ها

باقر از دست روزگار مرا

کو دماغِ غزل سرائی ها

۵

روئے چوں آئینه ات مایهٔ حیرانی ما ‌ ‌ طره ات شانه کش زلف پریشانی ما

زینت جیب و گریبان است چو گل خار زرہت ‌ ‌ هست خاکِ درِ تو صندل پیشانی ما

پارسائی چه بود زهد و ورع یعنی چه ‌ ‌ سجدهٔ بارگهت هست مسلمانی ما

هر سحر چاک زند جیب و گریبان چه کنم ‌ ‌ بنود دست جنوں را غمِ عریانی ما

از دم گرم لوا وکله از داغ جنوں ‌ ‌ داشت ساماں دگر بے سروسامانی ما

دل نه از کوچهٔ زلف تو بروں شد وائے ‌ ‌ شد نه از قید رها یوسف زندانی ما

دلِ مستاں برود نعرهٔ یا هُو چو کنیم ‌ ‌ هوش صوفی به برد طرز حُدا خوانی ما

چوں نباشیم بجاں ناصیہ فرسائیِ درت — شد خط بندگیٔ تو خط پیشانیٔ ما

باقر از بس غزل نغز نَے خامہ سرود

قدسیاں راست زباں گرم ثنا خوانیٔ ما

۶ نہ ہوائے باغ و بستاں نہ سرِ بہشت ما را — غم عشق گلعذارے شدہ سرنوشت ما را

شدہ ایم فارغ از بسکہ زنیک و بد بکلی — نہ بدوزخ است جذبے نہ کشد بہشت ما را

چہ خوش است ناتوانی کہ بشدتِ جنوں ہم — زکمال رحم طفلاں نزنند خشت ما را

زجمال چہرۂ تو ہمہ جا است جلوہ نو — نبود تفاوتے در حرم و کنشت ما را

نہ ہمیں است گل و گلشن بنظر چو خارِ بے جاں — کہ جہنم است بے تو چمنِ بہشت ما را

زملامت تو ناصح نرود زدل کہ گشتہ است

رقمِ وفائے خوباں خط سرنوشت ما را

۷ بسکہ از دل نرود وحشت دیرینۂ ما — صرف لہو است چو طفلان شب آدینۂ ما

جلوہ فرما نفسے در دلِ بے کینۂ ما — قدمے ہنہ زکرم بر سر و بر سینۂ ما

بسکہ از پرتوِ عشقِ تو صفا یافتہ است — جلوۂ مہر دہد کیسہ در آئینۂ ما

نیست یک جور و جفائے کہ نکردی لیکن — ہیچگہ سیر نشد خاطرت از کینۂ ما

ما زدردِ غمِ ہجران تو مردیم ولے — تو نگفتی چہ شد آں عاشقِ دیرینۂ ما

تا چہ صیقل بودے کافریدیش کہ او — از دل سنگ تو بیکرہ بیرد کینۂ ما

روزگاریست کہ ما سجدہ بر کوئے تو ایم — مدہ از یاد حق خدمت دیرینۂ ما

ہم اگر دست دہد عیش دو عالم باقر
مشکل از دل برود کلفت دیرینۂ ما

۸
آرزوئے صحت جاں نیست بیمارِ ترا　　میل آزادی نمی باشد گرفتارِ ترا
صد برنگ یوسف مصری خریدار تواند　　رونقِ دیگر بود امروز بازارِ ترا
می توانش بر سر آمد یکدم ای رشکِ مسیح　　کہ بود حال دگر امروز بیمارِ ترا
ای دل بے طاقتم با درد رنجوری بساز　　کہ مسیحا چارہ نتواں کرد آزارِ ترا
تا حریم جلوہ گاہت جذبۂ دل رہبر است　　گام فرسائے دیارِ شوق دیدارِ ترا
جلوۂ فیضِ تو تا بد قابلے می باید بش　　ہر دلے نتواں صدف گردید اسرارِ ترا
دیدۂ در خواب امشب جلوۂ آں ماہ را
گردِ سر گردیم باقر بخت بیدارِ ترا

۹
بکام جاں برساں جام عشق و مستی را　　زلوحِ سینۂ خود شو غبار ہستی را
بغیر نقد دل و جاں چہ بر تو افشانم　　قبول دار ز ما عذر تنگدستی را
برنگ آئینہ روشنگر حریم دل است　　بسنگ توبہ مزن جام مے پرستی را
بہ قتلِ عاشق مسکیں یکے زغمزہ بس است　　زابرواں چہ کشی خنجر دو دستی را
خوش است گریہ و گہ نالۂ حزیں اے دل　　مدہ زدست خود ایں شیوہ ہائے مستی را
دگر بہوش نہ آمد زبیخودی باقر
چشید ہر کہ ز جام مئے الستی را

۱۰

نه بینم گر رخت را بر که بندم دیدهٔ خود را / بجز یادت کنم چون خوش دلِ غمدیدهٔ خود را

شنیدی فتنهٔ فردا هم امروزش تماشا کن / دمے در جلوه بیرون ده رخِ پوشیدهٔ خود را

نکردم آشنا یکره درین باغِ جهان یارا / زگلهائے تمنا دامنِ برچیدهٔ خود را

بعشقت اے مهِ کامل ندانستم هلال آسا / کنم کاهیده از غمها تنِ بالیدهٔ خود را

زلالِ لعل نوشت را منم لب تشنه تو انم / به آبِ خضر تر سازم لبِ تفسیدهٔ خود را

سرم قربانِ نازِ تو بکامِ ما سیه روزان / تبسم ریز کن لعلِ مسی مالیدهٔ خود را

رسا گر میشود بختم زسنگِ آستانِ تو / دهم بالینِ آسایش سرِ شوریدهٔ خود را

خموشی تا کجا باشد بود چینِ جبین تا کے
به باقر مهربان فرما دلِ رنجیدهٔ خود را

۱۱

دهد نورے دگر در چشم بینش دیدنِ مینا / فزاید کامِ جان را لذتِ بوسیدنِ مینا

بمستان می دهاند یاد طرزِ سجدهٔ حق را / به پیشِ ساقیِ مهوش جبین سائیدنِ مینا

تو چون ساقی شوی از فیضِ دستِ تو عجب نبود / برنگِ گردشِ پیمانه از گردیدنِ مینا

به بزمِ آن بتِ میکش تماشائے دگر دارد / زشادی خندهٔ جام و بخود بالیدنِ مینا

ز بزمِ میکشان آمد مرا خوش این ادا باقر
بخدمت گشتنِ پیمانه بر خود خندنِ مینا

۱۲

سرو و گل و بهار نیاید بکارِ ما / گلزارِ ما توئی و توئی نوبهارِ ما

شکر خدا که در برم آمد نگارِ ما / آمد بکار زندگیِ مستعارِ ما

دی شب که بر سرم نرسیدی بوعده آه　　جانا چها طپید دلِ بیقرار ما
عمرے گزشته است که از نامه و پیام　　یادم نمی کند بت نسیان شعار ما
از تند باد دهر و ز آشوب روزگار　　هرگز ز کوچهٔ تو نخیزد غبار ما
ای سرو من بیا بتماشا که هست چون　　از آب اشک تر چمنِ انتظار ما
تیر دعا رسد به نشانِ قبول چون　　گر بر کمال خود نرسد اضطرار ما
بے پرده از حجاب تماشا همی کنم　　رشکِ تجلی است کنون استتار ما
هر جا که هست بے هنرانند سربلند　　قدرِ هنر کجا است درین روزگار ما

باشد هنوز چشم امیدم برحمتش
عصیاں اگرچه گشت چو باقر شعار ما

۱۳
آفتابیست که روشنگر جانست مرا　　داغِ عشقِ تو که در سینه نهانست مرا
حالت گریهٔ هجر تو چه گویم چونست　　رود باریست که از دیده روانست مرا
نگه نرگس فتان تو غارتگر دل　　خندهٔ لعل لبت آفت جانست مرا
من ز جورت نکنم شکوه ننالم اے دوست　　هر جفائے که کنی راحت جانست مرا
من بقربان[۱] تو از بهرِ خدا زود بیا　　دل سودا زده بس بے تو طپانست مرا
آه تا دور ز بزمِ طربت افتادم　　کار با زمزمهٔ آه و فغانست مرا

---

[۱] بقربان تو و قربان تو هر دو محاوره است ۔ مرزا طاهر وحید گوید ؎ شنیدم گفتهٔ جاناں چه میگردد وحید اینجا ۔ چه میگردد بقربانِ تو میگردد بقربانت ٭ و میر محمد افضل ثابت گوید ؎ از کوئے تو رفتن است مشکل ۔ قربان سرِ تو میتواں رفت ٭

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر
اصدق اصدق ہمہ دم وردِ زبان ست مرا

۱۴
بیا ساقی بدہ جامے رہا کن از خودی مارا
بروں کش از بر و دوشم لباسِ زہد تقوی را

بجاں یار است و در دل یار و من دور از وصالِ او
کہ باشد تا از و پرسیم شرحِ ایں معمارا

دلم خوں کرد خاموشی فدائے ناز و تمکینت
بدشنامے بجنبش آر لعلِ بادہ پیمارا

ز قد دلکشش عمرے بود خالیست آغوشم
خوشا وقتے کہ بینم در کنار آں ماہ سیمارا

برنگ شمع تا گہ جلوہ فرما در شبستانم
رہا کن از سرِ من وعدۂ امروز و فردارا

کجا آں طالعِ میموں کہ بینم بر مرادِ دل
بہ پہلو شاہدِ رعنا و در کف جامِ صہبارا

نباشد ہیچ ممکن را وجودے غیر حق باقر
کشا چشمِ حقیقت بیں یکے داں موج و دریارا

۱۵
خوش عمر بغربت گزرد ہمچو منے را
از بیوطنی غم نبود بیوطنے را

از دردِ فراقِ تو شب و روز کنم جاں
با من چہ مساوات بود کوہکنے را

چوں خار کند خستہ تنت را ورقِ گل
نسبت چہ دہد کس تو نازک بدنے را

زلفِ تر جاناں بہ نگاریں بر و دوشش
ابریست کہ سیراب نماید چمنے را

آں طرۂ طرار ز خود مشک فشانست
اینجا نہ بود قدر ختا و ختنے را

اے تازہ نہالِ چمنِ حسن چہ سازم
دور از قدِ رعنائے تو سرو و سمنے را

در کون و مکانست فروغش کہ ندیدم
بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را

مسجود ہماں حق بود اے شیخ چو بینی — سر گرم بسجود صنمے برہمنے را

افتادہ جدا دور تر از شہر و دیارم — از لطف بیاد آر بعید الوطنے را

نازیم بشیرینی گفتار تو باقر
کو تاب سخن پیش تو شیریں سخنے را

۱۶

دادم نہ گہے دل بہ من جز تو کسے را — بے یاد تو ہرگز نکشیدم نفسے را

در درد دل عاشق و کجا زہد تو زاہد — ایں درد نباشد چو توئے بلہوسے را

کس ہیچ نداند کہ بہجرت گزرد چوں — از راز خود آگہ نکنم ہم نفسے را

ہر انچہ خدا داد تواں کرد قناعت — در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را

پرسید دریں قافلہ سالار کدامست — از وے کہ شنیدہ است صدائے جرسے را

گشتیم در آفاق جہاں لیک ندیدیم — از جملہ حسینان جہاں چوں تو کسے را

باقر بکلامم نہ بود حشو و زواید
در گلشن ما رہ نہ بود خار و خسے را

۱۷

کرا چشمے کہ تا بے پردہ بیند آفتابش را — قیامت جلوہ گر گردد چو بردارد نقابش را

چہ دل با ابلق ایام بندی کز سبکتازی — نمی باشد ثباتے ہستی پا در رکابش را

کسے زیں بزم نہ تواں شد حریف می گسارش — کجا باشد جگردارے کہ بر تابد عتابش را

ز بیداری چشم خون فشانِ من چہ می پرسی — خیالِ زلف شبگونت پریشاں کرد خوابش را

من از میخانہ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر

افاقت بروئے ننماید ز بدمستی خرابش را

۱۸

سویم نمیرسد چو صبا نو بهار ما | یادم نمیکند بت نسیان شعار ما

انداز ناز و غمزه و طرز تغافلش | صبر و شکیب برده و تاب و قرار ما

خوں میکند دلِ گل و نسرین بروئے خود | چوں غازه میکشد بت گلگوں عذار ما

کردی شهید ناز خودا کنوں زروئے صدق | شمعے بیار بر سر لوحِ مزار ما

از فیض جلوه اتش همه برق تجلی ام | پروانه همچو شمع بگردد نثار ما

هم در شباب صرصر عشق تو کرد پیر | دیرے نداد رو که خزاں شد بهار ما

هستم دریں چمن چه یکے نخل بے ثمر | بے برگی است سرو نمط برگ و بار ما

شرم گنه ببیں که ز آمرزگار حق
باقر نخواست عفو دلِ شرمسار ما

۱۹

حالتِ نزع است بنمائید محبوب مرا | بر سرم آرید دارم حال بد خوب مرا

گر شود گاهے گزارت در حریم خلوتش | اے صبا از ما سلامے یار محبوبِ مرا

خاطرم چوں شاد گردد قاصد خود بے جواب | من گرفتم حرز بازو ساخت مکتوبِ مرا

در طلب سرگشته ام دیر و حرم گردیده ام | تا کجا منزلگه است آں شوخ مطلوبِ مرا

یک تماشِ خوش گه سودا بیازمن نبود | خود پسندید از کرم ایں جنس معیوبِ مرا

گرچه باقر هر نفس گرم فغان و زاریم
نیست رحمے بر من آں ترکِ دل آشوب مرا

جان من سوخت فراقت صنما زود بیا — اے پری شیوہ دلے ماہ لقا زود بیا ۲۰

ایکہ از شرم و حیا جانب ما رو نکنی — من بقربان حیائے تو بیا زود بیا

نکہتِ مشک فشاں طرۂ او زود بیار — از حریم مہ من پیک صبا زود بیا

دم نزع است و تمنائے وصالت در دل — نشتر غم شکند بہرِ خدا زود بیا

شدتِ تشنگیٔ شوق تو سوزد جگرم — اے بہ لعل لب تو آب بقا زود بیا

با شدم درد زباں بے تو ز سودائے رخت — شاہد کج کلہ تنگ قبا زود بیا

باقر خستہ دل از درد فراق است بجاں
اے ہمہ سحر و فسوں ناز و ادا زود بیا

چوں بشوخی بنگرد آں میگسار آئینہ را — عکس روئے او نماید لالہ زار آئینہ را ۲۱

چوں بدستِ خویش گیرد آں نگار آئینہ را — میکند گرمی حسنش بیقرار آئینہ را

جم اگر یک رہ کند نظارہ روئے زشت خود — بر صفائے روئے تو سازد نثار آئینہ را

جلوۂ چینِ جبینِ او بآغوشِ دلش — ہمچو دریا می نماید موجدار آئینہ را

چوں مقابل شد بہ آں گلگوں قبائے سبزہ رنگ — در کنار آمد عجب رنگیں بہار آئینہ را

بسکہ حسنِ بے مثالِ او نخواہد غیر خود — می نگردد ماہ من ہرگز دوچار آئینہ را

از درونِ پردہ اتش بیروں کنم در دست گیر — جاں بلب آورد دردِ انتظار آئینہ را

با دلِ عاشق چہ سازد گر چنیں سیماب ساں — جلوۂ روئے تو سازد بیقرار آئینہ را

از درونِ لوح دل حرف دوئی را محو کن

کن مصفا باقر از گرد غبار آئینه را

۲۲
بیا از چهره روشن کن شب تاریک زندان را
که شمعے نیست چوں روئے تو بزم می پرستاں را

دم نزع است اے ہمدم بشوقش میدہم جاں را
تواں آورد بر بالینم آں عیسے دوراں را

مده از دست اے زاہد بخلوت دین و ایماں را
بیا بیرون نظر کن مصحف رخسار خوباں را

بپا لیش گر شوم قرباں زہے قسمت چہ عید است ایں
کہ قرباں میکنم بر پائے او صد عید قرباں را

بنازم جذبۂ عشق زلیخا را کہ در راہش
تحمل کرد یوسف ضربت سیلی اخواں را

ز تاثیر فغان نے بجان من عجب نبود
کہ در دِ آہ سوزانم زند آتش نیستاں را

پریشاں میشود شیرازہ جمعیت خوباں
پریشاں چوں کنی بر چہرہ آں زلف پریشاں را

ز برق جلوۂ تو بزم گردد وادی ایمن
فروغ عارض تو شمع میگردد شبستاں را

فروغ جلوہ حسنت بوقت سیر گلزارت
سراپا دیدۂ بینا نماید نرگستاں را

بدور عارضت آمد ز دیر و کعبہ استغنا
کہ کویت سجدہ گہ گردید ہر گبر و مسلماں را

نسیم آسا بیا گلہائے داغ ما تماشا کن
دلت گر میکشد ای سرو من سیر گلستاں را

پئے درس محبت چوں بمکتب خانہ میرفتم
چو مصحف در بغل میداشتم تصویر جاناں را

بخاک تربتم یکرہ بیا جاناں چہ کم گردد
کہ از شمع رخت روشن کنی گور غریباں را

ز آسیب جزا باقر چہ می ترسی کہ حق فردا
خرد با نقد آمرزش متاع جنس عصیاں را

بود حبسِ دوام اے وائے زندانیِ الفت را / رہائی کے تواند شد گرفتار محبت را ۲۳

قناعت شیوه ام باشد توکل خوئے طبع من / به مسکینی غنی هستم چه سازم مال و دولت را

حسینانِ جهاں رسمِ وفا میدانستند اکنوں / مگر منسوخ بنمودی تو آئینِ مروت را

به اوج مرتبت باید تواضع خوئے خود کردن / مآلِ کار جز ذلت نشد ارباب نخوت را

کشی در مجلسِ وعظم کنی از خلوتم بیروں / کجا دانی تو اے واعظ علوی شانِ عزلت را

طپم در خاک و خوں زینساں بحسرت جاں دهم تا کے / خداوندا یکے بنما رخِ آں ماه طلعت را

تواں از فرق پا کردن که آمد نامه از یارم / که بس شوقِ ملاقاتِ تو باشد ما بدولت را

چه میخسپی دلِ شب جلوهٔ حق را تماشا کن / بهشیاری سرِ پائی بزن ایں خوابِ غفلت را

مصیبت چند بر تابم به دوری دیارِ خود / چساں صبحِ وطن سازم خدایا شامِ غربت را

زخوفِ کثرتِ عصیاں همی لرزی بجاں باقر
فراموش میکنی ناداں زغفلت شانِ رحمت را

جلوه آرا چوں شود ماهِ پری تمثال ما / میکشد کارم به بیهوشی بگردد حال ما ۲۴

جلوه فرما گر شود در کلبهٔ تارم چه دور / شمع روئے عنبریں گیسوئے مشکیں خال ما

نیست خالی از الم هرگز مرا وقت طرب / از محرم میشود غمناک تر شوال ما

سوخت جانم سوز عشقت قصه کوته میکنم / مختصر تفصیل ما میباشد از اجمال ما

دیده گوهر فشاں و چهره زردم ببیں / از دلِ زارم چه میپرسی به بیں احوال ما

ذکر حسنِ عارضت میباشدم وردِ زباں / نیست جز یادِ لبِ لعلِ تو قیل و قال ما

حبذا لحنے کہ ہر دیوار و در آمد برقص — دلربا خوش نغمہ سنجیدہ شب اقوال ما

جہد ہا کردم بحمد اللہ کہ پیوستم بدوست — مرحبا بخت بلند و حبذا اقبال ما

از زبانِ آں ستمگر تا چہ می آرد پیام — میرسد از دور یارب پیک فرخ فال ما

حالتِ نزع است از بہرِ خدا آں ماہ را
میتواں کردن خبر باقر برو از حال ما

۲۵

از جور و جفائے تو نباشد گلۂ ما — باشد ز چنیں شیوہ بلند حوصلۂ ما

اینک غزلِ تازہ بہ پیشِ تو کنم عرض — یک بوسہ ز رخسار تو باشد صلۂ ما

در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرۂ آفاق — در ناحیۂ ملک عجم غلغلۂ ما

در مشرب چشتم غلامِ شہ اصدق — با خواجہ حسن دست زند سلسلۂ ما

پا کردہ ز سر بستہ احرام مدینہ — رقصاں ز طربہا برود قافلۂ ما

رفتیم بسودائے تو در دامن ہر دشت — کو خار کہ سرسبز نہ شد ز آبلۂ ما

ہر گوہر نظم است بہ از عقد ثریا — آں کیست دریں عہد کہ بخشد صلۂ ما

از دشمن و از دوست نداریم شکایت — رحم است بر آنکس کہ بسازد گلۂ ما

پے کرد مرا پائے طلب طی مراحل
باقر چہ کنم دور بود مرحلۂ ما

حیرت زدہ کرد آں رُخِ زیبائے تو ما را — آئینہ نمط محو تماشائے تو ما را

در کوئے تو رفتن نتوانیم کہ کردہ است — زنجیر بپا زلف چلیپائے تو ما را

وقت است کہ آئی تو سوار از پے صیدم — وحشت بنمود آہوئے صحرائے تو مارا

فارغ ز خم بیداری کونین نگشتیم — تا جائے بسر ساختہ سودائے تو مارا

از خویش برفتیم بگردہ است چنان است — بوئے سر گیسوئے سمن سائے تو مارا

بر خاک بیند از دم آن جنبش ابرو — از ہوش برد نرگس شہلائے تو مارا

با خاک برابر چو شود کالبد ما — از دل نہ رود نقش تمنائے تو مارا

گر آمدنت ہست بیا جان من امروز — خون کرد جگر وعدۂ فردائے تو مارا

از میل حسینان جہان بود فراغم — تقدیر نمود عاشق شیدائے تو مارا

گفتیم کہ داری سر ما ہیچ بغیر مُود
باقر نبود ہیچ بدل جائے تو مارا

۲۷

در دیدہ و دل نیست بجز جائے تو مارا — در دل نبود جز بہ تمنائے تو مارا

در درد دل من بہ شدنی نیست ز عیسیٰ — ہاں زندہ کند لعل مسیحائے تو مارا

در پرتو رخسار تو بینم رخ خود را — آئینہ بود طلعت غرائے تو مارا

از گردش چوں ساغر پر جوش مے آب — بیہوش کند نرگس شہلائے تو مارا

ہنگام تماشائے تو سودائے محبت — افگند چو گیسوئے تو بر پائے تو مارا

بودیم برخ بستہ در از روئے حسیناں — بنمود قضا عاشق شیدائے تو مارا

فرداست بعید آہ ہم امروز بجاں گشت — قرباں شومت وعدۂ فردائے تو مارا

از مہر و وفا گوے کہ بس سمع خراش است — ایں قصۂ اسکندر و دارائے تو مارا

باقر سخنے سنج کہ دل میبرد از دست
این شوخی انداز سخنہائے تو مارا

۲۸
خنداں بدل بود گل داغ از بہار ما | باشد طراز دامن وحشت غبار ما
از سر ہوائے بادۂ اطہر بروں دہی | زاہد اگر چشی ز مے خوشگوار ما
ای برق ہوشدار کہ امشب بہجر یار | گرم طپیدن است دل بیقرار ما
تا سر بر آستان بلندت نہادہ ایم | از عرش برتر است سر اعتبار ما
آمد بہار و شاہد گل چہرہ بر فروخت | یکرہ در آ بجلوہ تو ہم نوبہار ما
آفاق سیل حادثہ برہم زند اگر | ہرگز ز کوئے یار نجنبد غبار ما

قطع نظر ز رحمت عامش نکردہ ایم
باقر شد ارچہ کثرت عصیاں شعار ما

۲۹
تواں دیدن بیاد آتش تجلیگاہ ایمن را | نماید جلوہ آتش خورشید محشر چشم روزن را
چہ باشد سرو تا پیش قد او قد برافرازد | چہ باشد رونقے پیش رخ او روئے سوسن را
بیا با دام زلف و تیر مژگاں بہر صید من | بفرما مطلع خورشید یکرہ پشت توسن را
بہ بین نیرنگی شانش کہ شوق دانۂ گندم | کشد سوئے زمیں آں آدم فردوس مسکن را
مشبک میکند چوں خانۂ زنبور دلہا را | بغمزہ سر دہی یکرہ اگر آں چشم پرفن را
نباشد کاروانم را بشبہا خطرۂ غارت | چراغ کور میسازد چو نرگس چشم رہزن را
برعنا قامتی شد مشتہر ہر چند در عالم | نداند سرو بستاں چوں قدت طرز چمیدن را

نمی باشد بکیشِ ما میانِ نیک و بد فرقے — بچشمِ دوستی چوں دوست می بینم دشمن را
پر پرواز بکشاید باوجِ رحمتت یارب — چو مرغِ روح بگزارد بگیتی خانۂ تن را

بلوحِ دل بود باقر ہمیں نقش تمنایم
کہ بینم وقت مردن جلوۂ آں روئے روشن را

۳۰

بدیدم تا ز بالائے تو طرزِ دلربائی را — زلوحِ دل ستردم نقش حرفِ پارسائی را
درونِ گوشۂ خلوت تو اے زاہد چہ می بینی — بہ بیں در روئے یارم جلوۂ شانِ خدائی را
بطرزِ ناز تو عرضِ نیازِ خویشتن کردم — نمودم وقف درگاہِ تو مشق جبہ سائی را
بود انداز و نازِ او ز خوبانِ جہاں یکسو — نمیدانم کجا آموخت طرزِ دلربائی را
جمالِ آفتابت شد بذرات جہاں روشن — بروئے خوبرویاں جلوہ داری خودنمائی را
دلِ من بندۂ عشق است اے زاہد بنہ یکسو — زمن ایں خرقۂ سالوس زہد و پارسائی را
بکارِ مشکلِ من یا علیؑ مشکل کشا رحمے — بدستِ قدرتت بخشید حق مشکل کشائی را
منِ گم کردہ رہ را حضرتِ صدق نما راہے — مخصص کرد حق بہرِ تو کارِ رہنمائی را
بقربانِ تو از جور و جفا ہا ہرچہ خواہی کن — مبر پیشم تو از بہرِ خدا نامِ جدائی را

طپد در خون دلِ باقر رقیباں کامیاب از وے
تواں دیدن بچشمِ عبرتے شانِ خدائی را

۳۱

روئے تو نشد مقابلِ ما — خوں گشت بدوریت دلِ ما
جا میدہم بدیدہ و دل — آئی تو اگر بمنزلِ ما

باسحر و فسوں چنیں دلِ تو گاہے نشدہ است مائلِ ما
از آہ و ز آب دیدہ گل کرد اسرارِ نہانی دلِ ما
چوں روز شبِ من است روشن شد روئے تو شمع محفلِ ما
اے راحت جانِ من کجائی شد پارہ بفرقتت دلِ ما

پرسید کہ ہاں کجاست باقر
آں کشتۂ ناز بیدلِ ما

۲۲ خوشا دمیکہ بہ بینم بہار رنگ ترا خوشا نصیب کہ بوسم دہانِ تنگ ترا
ز تند خوئے تو عاجزم چناں ہردم بجان و دل بدہم جائے خشم و جنگ ترا
دلِ تراست اگر میل ناوک اندازی دل و جگر بنمایم نشان خدنگ ترا
نتیجۂ نہ بسحر و نہ در فسوں اثرے چساں بدست خود آرم دلِ چو سنگ ترا
بگفتمش کہ مبر نام و ننگ من فرمود برو برو کہ نخواہیم نام و ننگ ترا
یکے بسوئے منِ خستہ ہم کماں درکش کہ تا بسینہ چو دل جا دہم خدنگ ترا
بشوق بر کہ پے مشق برق اندازی سر من است کہ گردد نشان تفنگ ترا

متاع صبر و سکوں سوخت در دلِ باقر
ز غازہ کرد چو مشاطہ شعلہ رنگ ترا

۲۳ پردہ می اندا از رخ شاہد رازِ مرا روسیہ باد آہی اشک غمازِ مرا
یوسفِ مصری بشوخی و ادا ہا کے رسد آں سراپا خوبیِ با عشوہ و نازِ مرا

در نخچیر شد ز هوش و سرو ناز از پا فتاد — دید در گلشن چو قد سرو طناز مرا

پیش پا افتاده مضمونے نبندد طبع من — کے سر صید چنیں صید است شهباز مرا

هر زماں نام خدا دارد تلاش طبع شوخ — بر خیال فتنهٔ نو فتنه پرداز مرا

خوش نمی آید بچشم جلوهٔ حسن کسے

هاں تواں بنمود باقر جلوه پرداز مرا

۳۴

بیا بسوئے من اے رشک نوبهار بیا — چو جان بقالب جان داده در کنار بیا

بیا بیا ز کجا مے کشیده می آئی — که لغزشیست برفتارت از خمار بیا

به نعشم ار نرسیدی پے نماز اکنوں — ز بهر فاتحه چوں شمع بر مزار بیا

گل است خنده زن و سرو می چمد باناز — تو نیز در چمن اے سرو گلعذار بیا

یکے ز ناز قدم رنجه کن که در پایت — متاع صبر و خرد می کنم نثار بیا

فدائے تیزی رهوار تو گہے سویم — عناں گسسته تو اے ترک شهسوار بیا

بمن که محرم راز توام چه شرم و حیاست — عبث بود ز من خسته ننگ و عار بیا

طپید بخاک چو بسمل به دوری تو یکے

بسوئے باقر دلخسته اے نگار بیا

۳۵

بصلح چوں کشم اے وائے خوئے جنگ ترا — چگونه نرم بسازم دل چو سنگ ترا

خدنگ غمزه ات از بهر کشتنم کافی است — بریدن ار نبود تیغ سر بزنگ ترا

تو رشک حور بهشتی بت فرنگ نژاد — ز خلد به شمرم کشور فرنگ ترا

زوعدهٔ تو خوشم خواه دور یا نزدیک | که زود می‌شمرم وعدهٔ درنگ ترا
براندی از برِ خویش و درشت فرمودی | بیاں کنم بکہ ایں ماجرائے جنگ ترا
ہم چو جاں بہ تنِ زار خویش شمشیرت | بسینہ جا بدہم ہمچو دل خدنگ ترا
زچشم بد گلِ روئے تو در امان بادا | خزاں مباد الٰہی بہار رنگ ترا
زناوکِ مژہ ام گشتہ کہ ہیچ سپر | نبودہ است چو تیرِ قضا خدنگ ترا

زعشق تو بہ بشر ما خدائے را باقر
کہ عشق بردہ بتاراج نام و ننگ ترا

۳۶ یارب چہ تمنا است منِ خستہ تنے را | در بر بکشم سرو قدے گلبدنے را
باآں رخِ رنگیں کہ بود چشم بدش دور | نسبت نبود ہیچ مطرا سپ چمنے را
قربان بہ دمِ خنجرِ تیزِ تو سرِ من | بر نعش بیا کشتۂ خونیں کفنے را
یک جلوہ بفرما طرفِ بزم حریفاں | کن از رخ خود رشک چمن انجمنے را
اے من بفدایت بسرِ خود ندہم جا | با نکہت زلفِ تو نسیم ختنے را
اے غیرت گلشن بچمن بے گل رویت | کے خوش بکنم جلوۂ سرو و سمنے را
ای ہمنفساں مژدہ کہ عاشق شدہ ام من | شمشاد قدے ماہ رخے سیم تنے را
برپائے تو اشک گرافشانم چہ بنازم | در راہ تو قیمت چہ بود جان و تنے را
درکام دلم نغز ترا زشربت خضر است | یک بوسہ زدن پستۂ شیریں دہنے را
در مایدۂ دولت دنیا کہ حرام است | ہرگز نہ بیالائے تو دست و دہنے را

دنیا ہمہ پوچ است و غمش پوچ تر از پوچ — بردار ز دل این ہمہ رنج و محنے را

باقر ز رہِ دور و دراز آمدہ سویت

لطفے کن و دریاب غریب الوطنے را

۳۷

فراق یار کجا و توان و تاب کجا — مرا ز چشم ندانم کہ رفت خواب کجا

مرا وظیفہ ز لختِ دل است و خون جگر — شراب ناب کجا ساقیا کباب کجا

مکن کرشمہ کہ از عشق فارغم اکنوں — زمان شیب کجا عالم شباب کجا

کنوں فتادہ بے دست و پا زدن ای دل — طپیدنِ تو کجا رفت و اضطراب کجا

کشاد بند قبا چہرہ پر عرق چوں گل — تو میروی مہ من گو بہ این شتاب کجا

بروں شد است بمستی سحر ز خانۂ خود — ز چہرہ ماند کجا برقعہ و نقاب کجا

نشست غیر بہ بالا و من فرو چہ شود — حباب بحر کجا و دُرِ خوش آب کجا

فتادہ ام من مست گنہ ز حق غافل — نماز صبح دعاہائے مستجاب کجا

میان ابرو دو چشم تفاوتے است عظیم — سرشک من ز کجا گریۂ سحاب کجا

بگفتۂ تو کہ بود جملہ منتخب باقر

چو شعر حافظِ شیراز انتخاب کجا

۳۸

دیدم نہ عارضِ تو و ہستی تو برملا — از غایتِ ظہور بماندی تو در خفا

من یا کبار عشقِ تو ہستیم با کسے — جز تو خدا گواہ کہ نگشتیم آشنا

بیصرفہ ہست شکوۂ عیسیٰ بلب رساند — خود بودہ است وردِ دلِ خستہ لا دوا

از کثرت گناه نماندہ است چارہ ام
جز آنکه برکشی قلم عفو بر خطا

یارب مرا بدرگہ محبوب خود رساں
در دل نماندہ است جز این ہیچ مدعا

اے حسن پردہ پوش کنم محو جلوہ ات
فارغ شویم تا ز تماشائے ماسوا

ہم احمدی و ہم احدی ای فدیت لک
شانِ رسالتی تو و ہم شانِ کبریا

چوں تو بہ حسن نیست حسینے بروزگار
چوں تو بہ دلبری نبود ہیچ دلربا

دل میکشد بسوئے تو حسنِ ملیح تو
کاہم من ضعیف توئی طرفہ کہربا

پیکان غمزہ میزنیم در دل و جگر
تیر افگنی و میفگنی تیر بے خطا

شد سازوار از مددِ بخت کامراں
از بہر من ہر انچہ بگفتی تو ناسزا

۳۹ روئے چوں آئینہ ات مایہ حیرانی ما
طرہ ات شانہ کش زلف پریشانی ما

تو بہ حل برساں بار خدایا نشود
کہ شود غرق بلا کشتی طوفانی ما

منعما اطلس و دیبائے تو خوب است و مرا
نبود خوبتر از جامہ عریانی ما

ناگہ افتاد مرا بار امانت بر سر
طرفہ آورد بلا این ہمہ نادانی ما

دل دیوانہ بہ بند سر زلفت در ماند
نشد از قید رہا یوسف زندانی ما

ہست در ہند اگر شہرت نظمم چہ عجب
اصفہاں پر شدہ از شور سخندانی ما

نزود درد سر من ز مداوائے مسیح
ہاں شود خاک درت صندل پیشانی ما

نہ حزیں ماند نہ عرفی نہ نظیری باقر

تا شود شیفتۂ طرز غزل خوانی ما

تقدیر بسر بر زده سودائے تو مارا — بہ نمود قضا عاشق شیدائے تو مارا ۴۰

مجنوں تو بدہ دامنم از دست کہ ای دوست — دل گیر دا زیں تنگی صحرائے تو مارا

شوقم بکشد ہر نفس آں روز کدام است — کاید بہ نظر صورت زیبائے تو مارا

امروز بیا با رخ بے پردہ در آغوش — تا چند کشد وعدۂ فردائے تو مارا

آں بخت رسا کو کہ برنگ سر زلفت — باشد سر سودا زدہ برپائے تو مارا

بنشاند بروز سیہے تیرہ تر از بخت — زلف سیہ غالیہ فرسائے تو مارا

ہم از نگہ مست و ہم از غمزۂ جادو — دل برد ز کف نرگس شہلائے تو مارا

ہستم بہ ہمیں جامۂ عریانی خود مست — منعم نہ سزد اطلس و دیبائے تو مارا

گر جاں بلب آمد کہ کند زندہ جاوید — یک بوسہ ازاں لعل شکر خائے تو مارا

جز دیدن روئے تو ہوا و ہوسے نیست — فارغ ز جہاں کرد تمنائے تو مارا

دستم کششی بے سبب دگاہ برانی — خون شد جگر از شورش بیجائے تو مارا

در دیر و حرم چوں بہ برم سجدہ کہ کرد است — قسمت ز ازل ناصیہ فرسائے تو مارا

گفتم کہ بہ بیں حال بدم گفت کہ باقر
گر جان رود ت نیز چہ پروائے تو مارا

زآہ و نالہ فرصت نیست یک ساعت لب مارا — رسائی تا بر عرش است یا رب یا رب مارا ۴۱

شب ہجرم قیامت شد نہ خواہد آمدن یارا — گریبان سحر در دست داماں شب مارا

بجولان گردهی ای قیس در میدان بیتابی ‌‌ بگردد همعنان شبدیز عشقت اشهب مارا

بود عشق بتان کارم بود پیر مغان یارم ‌‌ برو واعظ بکار خود چه پرسی مذهب مارا

سحرگاه وجود من درین حسرت بشام آمد ‌‌ که سازی روزگاهی از رخ روشن شب مارا

شب وصل است میخواهی تو عرض مطلبم از من ‌‌ سرت گردم چه می پرسی تو خود گو مطلب مارا

بود آن ماه سیمین جلوه گر در برج آغوشم ‌‌ ببین اختر شناس امشب عروج کوکب مارا

بگفتا چون به او گفتم که ده یک بوسهٔ غبغب
که باقر تو که باشی تا به بوسی غبغب مارا

۴۲

رسان در شهر جانانم زراه بیخطر مارا ‌‌ نشان در کوچه اش یارب بگردان دربدر مارا

نه چون سیلاب خون جوشد ز ابر چشم گریانم ‌‌ که مژگان کجت جانان بدل زد نیشتر مارا

براهت جان بیفشانم بپایت سر فدا سازم ‌‌ بیا جانان که از تو نیست دیگر دوست تر مارا

نباشد جز بدست تو خدایا نفع و نقصانم ‌‌ عدو گردد اگر عالم رساند کی ضرر مارا

قناعت پیشه ام گردان به اوج عزتم برسان ‌‌ بخاک ذلتم بنشاند حرص سیم و زر مارا

بدست قهرش افتادم ز جورش گشته بربادم ‌‌ برین نفس لعین یارب بده فتح و ظفر مارا

بدین دار پر آشوب چو گشتم از عدم ظاهر ‌‌ نه آسودم دو روزه هم که پیش آمد سفر مارا

ندانم جز بذات تو نه بینم جز جمال تو ‌‌ بغیر از جلوهٔ رویت نه آید در نظر مارا

به وادی طلب سرگشته و بی راهبر میگردم ‌‌ خدایا پیر اصدق را بگردان راهبر مارا

بکنج عافیت بنشان زهر رنج و بلا برها ‌‌ مده عشق بتان یارب مده این دردسر مارا

براہِ دوستی یک جلوہ فرما در آغوشم
بہا از من اگر خواہی نباشد سیم و زر مارا

بحقِ نورِ ذاتِ خود بحقِ نورِ محبوبیت
بدہ نورِ نظر یارب بگردان دیدہ ور مارا

بہ پہلوئے تو بنشستم شود گر باعث ننگت
مران از بارگاہ خود میندا ز از نظر مارا

بسے ملکِ جہاں دیدم بسے گشتم کنوں باقرؔ
بکوئی او نشینم نیست مقصودِ دگر مارا

۴۳
نمی کشد دل من سوئے بوستان تنہا
چو سیر گل بکنم بے تو جانِ جان تنہا

کنوں بمجمع یاران خوشی ازاں اندیشم
کہ جا ہمی کنی در قبر جاودان تنہا

دلا بہ نالہ بسر کن کہ دوستان رفتند
بماندہ است وجودم ازاں میان تنہا

کنوں ز تو بگلستاں ہمی رسد صیاد
دگر نہ دشمن جاں بود باغبان تنہا

نہ بلبلے و نہ قمری و نہ ہمصفیر یکے
دریں چمن چہ بہ بندیم آشیان تنہا

چو پے قدم سگِ کوئے تو میکشد دامن
براندم زدر تو نہ پاسبان تنہا

بسے بخاک طپید و بسے بخوں غلطید
______ بینداخت یک جہان تنہا

کجا است عرفی و صائب کجا کلیم و حزیں
منم فتادہ دریں جا ز ہم زبان تنہا

جدا ز منزل مقصود رہ غلط کردم
ز بسکہ دور فتادم ز کاروان تنہا

نہ برد با خود و فرمود صبا ہیم باقرؔ
گرفتہ ایم اجازت ز باغبان تنہا

۴۴
میدہم جاں بفراقت صنما زود بیا
ای قدومت پئے بیمار شفا زود بیا

زخمی تیغ تغافل ز تو باشم تا کے چند داری ز من اعراض روا زود بیا
تا بہ آغوش ترا تنگ بگیرم چو قبا اے بت کج کلہ تنگ قبا زود بیا
مردہ را زندہ کند نغمۂ جاں بخش لبت اے چو لولی فلک نغمہ سرا زود بیا
از من خستہ تمنائے وصالش برگو با جواب خوشے اے پیک صبا زود بیا
کن منور ز رخت خانۂ بے نور مرا مایۂ نور و ضیا شمع رخا زود بیا

در فراق رخ تو باقر دل سوختہ را
جاں بلب آمدہ عیسیٰ نفسا زود بیا

۴۵ چو در بر میکشم یک دم پری رو نو جوانے را غنیمت تر ز عمر خضر میدانم زمانے را
نمی خیزد صدائے بلبل و نے نغمۂ قمری نہ باقی داشت در گلشن خزاں یک آشیانے را
بود آب خضر آب دم تیغت چہ کم گردد کنی سیراب زان آبے لب تشنہ دہانے را
مرا با ہمت عالی فریبد غمزۂ دنیا بدام آرد چساں کس طائر عرش آشیانے را
نمی دانم کجا ہستی کجا باشد مکان تو ز تو بس جستجو کردم نمی یابم نشانے را
مرا تعلیم کردے کاشکے افسوں گرے افسوں کز و تسخیر میکردم دل نامہربانے را
بہ پرہیز از طعام سفلگاں گر جاں بلب آید مدہ زیں لقمہ ہرگز لذتے کام و دہانے را
خداوندا نصیبم ساز طوف روضۂ خواجہ بکن زیب جبینم سجدۂ آں آستانے را

تو ئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر
جزاک اللہ چہ ایراں کردہ ہندوستانے را

۴۶

دریاب کمینه بندهٔ را | در کوچهٔ خود طپندهٔ را
ای رشک مسیح زنده فرما | این مرده بنام زندهٔ را
محروم مران ز درگہِ خود | ناچیز و حقیر بندهٔ را
در حلق چکاں زلال مطلب | این زہر محن چشیدهٔ را
دستے بده و ز خاک بردا | سرپیش خودت فگندهٔ را
از راه خطا شہا بگرداں | در راه خودت طپندهٔ را
دامن بچکاں گزار اعمیٰ | ہمچوں تو عصا کشندهٔ را
ای خواجۂ ہر دو کون درباب | بر خاک درت طپندهٔ را
شاہا چو توی معین بکن دور | از بنده غمِ گزندهٔ را

باقر بودت غلام بنگر
مسکیں بقفا روندهٔ را

۴۷

از گلِ روئے تو کردند گلستاں پیدا | وز لب لعل تو شد چشمۂ حیواں پیدا
آمد از نور جبینت مہ تاباں پیدا | شد ز عکسِ رخ تو مہر درخشاں پیدا
من نقرباں وجودت کہ پے شام وجود | شد ز نورِ رخِ تو شمع درخشاں پیدا
عرش و فرشِ ره سیرِ تو نمودند ترا | قبلہ گاہے ز پے سجدۂ دوراں پیدا
پیش ازیں امن و اماں بود ولیکن بنمود | سحر چشمِ تو عجب فتنۂ دوراں پیدا
من ندانم کہ چہ چیستی لیکن بہ یقیں | ہست از صورتِ تو شوکت یزداں پیدا

نکته سنجاں بجہاں ہند و سخنداں بسیار
ہمچو **باقر** بجہاں شد نہ سخنداں پیدا

۴۸
از گلو انداخت و از کف سبحه و زنار را　　برده از دین و ملت کافر و دیندار را
شد به آفاقِ جهان تا غلغلِ حسنت بلند　　در کساد انداخت یوسف گرمی بازار را
افگنده تا از ادا ابروے نگاهِ ناز خود　　ناتوانیها فزوں شد نرگسِ بیمار را
صبحدم باد صبا تا نکهتِ زلفت رسائد　　از خجالت آب شد خوں طبلهٔ عطار را
نیست جرمم جز بعشقِ تو و معذورم دراں　　سر مکن از بهر قتلم غمزهٔ خونخوار را
بسکه در جوش جنوں زد دامنِ خود چاک چاک　　لاجرم بگرفت مجنوں دامنِ کهسار را
پنبه ساں سوزد بیکدم گنبدِ هفت آسماں　　گر بعشقت سر دهم یک آه آتشبار را
لاف عرفاں میزنی زاهد تو با عجب و ریا　　سوز از آه نهانی پردهٔ پندار را
گر ترا پیش آید ای دل مشکل و رنج و تعب　　یاد کن مشکل کشایت حیدر(رض) کرار را

گر به پیشش برکشی **باقر** سرودِ درد و غم
بر نخیزد نغمه منقار موسیقار را

۴۹
دیدم شب آں دو نرگس مستِ شراب را　　دادیم سر به گریه دو چشمِ پرآب را
می آمد جبه به بر سبحه در گلو　　کردم سلام شیخ مشیخت مآب را
در خواب راحتے عجبے بوده ایم دوش　　در بر کشیده آں بتِ مستِ شراب را
لب تشنه ام بحلق من تشنه جاں بریز　　از تیغ آبدار خودت قطره آب را

معشوق جلوه‌گر شبِ ماه است در چمن — ساقی بیار کشتی و جامِ شراب را

در شراب و مجمعِ یاران گلشن است — مطرب به نغمه آر سرود و رباب را

ظلمت سرائے من شده روشن شبِ وصال — برداشتی چو از رخ روشن نقاب را

من با توام قریب تو هم شو بمن قریب — از غیب گوش کرد دلم این خطاب را

شد تر تمام نامهٔ عصیانِ من ز اشک — حاضر کنی چه دفتر غرق در آب را

المختصر ببخش و ز اعمال من مپرس — با من مده طویل حساب و کتاب را

زاهد چو تارِ شبها چها خورده پیچ تاب — در کاکل تو کرده نظر پیچ و تاب را

این سن رسیدگی سبب منع عیش نیست — سبقت ربا است پیریم عمرِ شباب را

چون دید لمعهٔ گهرِ گوشواره ات — چشم فشاند دانهٔ اشک خوش آب را

یکچند بود مونس و غمخواره ام چنان — از دل بریم منتِ عهدِ شباب را

جولان گر است جلوه دهِ شهسوار من — کو طالعِ رسا که ببوسم رکاب را

بینائے من که هست در آن سن چون پری — در شیشه کرده بند مگر آفتاب را

رفتی بناز چون لبِ دریا بهرِ غسل — گرداب بحر دوخته چشم حباب را

هستم گدائے کوئے تو نازم به بخت خود — در رزم بجو نه طالع افراسیاب را

در هجرِ خویش ای بتِ فرزانه میروی
دیوانه کرده باقر خانه خراب را

شناسم و نه بدر روئے التباس مرا — در آ بجلوه و بنما بهر لباس مرا ۵۰

دگر بجلوه گرائی چه میکنی اے شوخ | ربوده بیکے جلوه از حواس مرا
نمی روم ز سرِ کوئے تو اگر رضواں | بباغ خلد بخواند بالتماس مرا
گہے که رحمتِ عام توام بیاد آمد | نمود جلوه بشکل امید یاس مرا
کلیم آتش روئ کسے مراجان سوخت | بوادئ تو چه حاجت باقتباس مرا
بکوئے عشق تو آنم که سر بکف دارم | عبث ہمیشه بکشتن دہی ہراس مرا

فدائے شیوهٔ ایں جہل عارفانه را
چگویمت که کیم باقرم شناس مرا

۵۱ بروئ خویشتن بستم ہمه من باب عشرت را | بیاد عارضت بگزیده ام تا کنج عزلت را
عنایت بر سر و چشمم ولے ای من فدائ تو | دریغ از من چرا داری کہن رسمِ مروت را
که شبہا نور حق بینی به بیداری و ہشیاری | مده در چشم خود جا مست غفلت خوابِ غفلت را
زفکرِ این و آں بگذر ز حرص و آز شو خالی | ز دست خویشتن مگذار دکان قناعت را
ز ارباب جہاں بپچیده ام ___ لیکن | ز جاں ہم دوست تر میدارم ارباب محبت را
دریں ویرانه از غفلت چه خسپی ای دلِ ناداں | که من از دور میشنوم صدائے کوس رحلت را
بفرما مر قدم را یا خدا ___ | ببارای ابر رحمت بر مزارم آب رحمت را

___ جان زار بر دلِ باقر
چگویم حالتِ بیتابی شبہائ فرقت را

۵۲ ایکه شبہا بوسه میدادم زنخدانِ ترا | میمکیدم تا سحر لبہائے خندانِ ترا

می نہادم لب برخسار ملیح و در بغل　　میکشیدم ساعدِ چوں شاخ مرجانِ ترا

از قدم تا سر ہمی دیدم جمال ظاہرت　　در نظر میداشتم اسرارِ پنہانِ ترا

از مسی مالیدن و خائیدن پان شنگرف　　طرفہ زیبے میفزود آں لعل و دندانِ ترا

بوسہ میخواہی ز من ای خرد سال نازنین　　من فدائے سادگیِ طبع نادانِ ترا

خوش بگفتی باقرا در طرزِ رنداں ایں غزل
من فدائے شوخیِ ایں طبع جولانِ ترا



ردیف با

۱
دل را بسان شمع منور کند شراب — روشن برنگ آئینه پیکر کند شراب
مئے در پیاله کن غم فردا چه میخوری — تا بیخبر ز فتنهٔ محشر کند شراب
سازد برنگ لاله بیک جام تردماغ — در کاسهٔ سر ساقیم نه مکرر کند شراب
مستانه مئے ز ساقی گلچهره گیر تا — مستغنیت ز جرعهٔ کوثر کند شراب
بنمایدش محیط جهان کم ز قطرهٔ — وقتیکه در پیاله قلندر کند شراب

باقرؔ نه در جهان بود اکسیرے به ازین
خاک است خود اگرکه همه زر کند شراب

۲
بسے دل میطپد بے تو در آغوشم بیا امشب — فدائی ناز و تمکینت بیا جانان بیا امشب
بیفگن سایهٔ زلف درازِ خویش بر فرقم — بسر بنشیں که آسائیم در ظلِّ هما امشب
تو در روزِ سیه بنشیں و بر سرزن سیه رو مدعی من — که در دست من شیدا است آن زلف رسا امشب
بفرما از چراغ عارض خود خانه ام روشن — دل و جان تا کنم جانان بپای تو فدا امشب
خدا سازد قبولِ بارگاهِ خود بصد زاری — پئے وصلِ تو بر می آدرم دست دعا امشب
گهے در خانه گه بیرون زدرد انتظار او — بیاید نا گهان ای کاش یارِ بیوفا امشب

بخیزد باقر بیدل سحرگہ مست مدہوشے
بغمزہ گر کنی مائل دو چشم سرمہ سا امشب

برقص آرد چمن را در چمن گردیدنت امشب — کند گل غنچہ را اے سرو من گل چیدنت امشب ۳
زند چاک دگر در دامن صبر و شکیبائی — بدوشش افگندہ دامان قبا رقصیدنت امشب
ہمہ تن جلوہ سامانی سراپا طرز و اندازی — سرت گردم بود زیبا بخود نازیدنت امشب
بیا و جلوہ فرما سرت گردم کہ چون نرگس — سراپا چشم گردیدم بشوق دیدنت امشب

خوشا وقتے کہ دلبر در بر و ساغر بکف داری
حلالت بادلئے باقر بخود بالیدنت امشب

برفرق حسن گرچہ بود افسر آفتاب — پیش رخت ز ذرہ بود کمتر آفتاب ۴
در جلوہ گاہ نیر رخشان عارضت — طشتے پے نثار بود پر ز زر آفتاب
تو آن شہی کہ دم ذکر نام تو — شاید پئے خطیب کند منبر آفتاب
شاہا توئی کہ سوختہ جلوۂ ترا — مانند ابر سایہ کند بر سر آفتاب
از غیرت تجلی نور رخت ز ابر — بر روئے خویش برفگند چادر آفتاب
پیش تو صوفیان جہان را چہ نسبت است — ہان از مہ و نجوم بود برتر آفتاب
آنانکہ لذت مئے فیضت چشیدہ اند — کشتی کنند از فلک و ساغر آفتاب
چون نیر جمال تو تابندگی دہد — گردد برائے جلوہ بسے مضطر آفتاب
گویند چون نہی قدم از خانقہ برون — کردہ است مے جلوہ از طرف خاور آفتاب

خلقے برند سجدہ بہ پیش وے وترا　　از روئے صدق سجدہ کند بر در آفتاب

گویند اگر چنیں زپئے فخر او بس است　　باشد جمال ترا مظہر آفتاب

گر در ہوائے رفعت شانِ تو بر زند　　ریزد باوج زینۂ تو شہپر آفتاب

ہر چند جلوہ تاب وضیا گستر است لیک　　چوں چہرۂ تو نیست صفا پرور آفتاب

از بس صفائے ظاہر و باطن توئی شہا　　در خوئے چوں فرشتہ و در پیکر آفتاب

گر بگزرد نسیم تو یکرہ بآسماں　　جرمِ نجوم نافہ شود عنبر آفتاب

انجم چہ باشد ورخ مہ را چہ نسبت است　　نبود جمال روئے ترا ہمسر آفتاب

گر بنگری بدنیا و عقبیٰ ترا سزا است　　ہرگز نخواست است زر و زیور آفتاب

گردد چو مانعِ حرکت عشوہ ات زند　　در بحر اخضر فلکی لنگر آفتاب

زیں بادہ سر خوشم کہ ز فیض نگاہ تو　　بس ذرّہ ہا کہ گشت ضیا پرور آفتاب

ثنا ہا تو اصدق و من از صدق بندہ ات　　من ذرّۂ تو ام تو ضیا گستر آفتاب

باقر بسایۂ سپر رحمتِ تو باد
تیغِ شعاع چوں بکشد بر سر آفتاب



ردیفِ تا

۱

برون ز عرشِ برین بے تو آہ و نالہ گذشت
شرارِ شعلۂ افغاں ز اوجِ ہالہ گذشت

چناں گذشت ز آغوشِ من کہ تو گوئی
مہِ دو ہفتہ برون از میانِ ہالہ گذشت

دمید جاں بہ رگ و پے نسیمِ کاکلِ او
بہ ترنّمِ چو بیتِ عنبرین کلالہ گذشت

بہ دورِ نرگسِ مستِ تو شیخِ صد سالہ
ز راہِ شرع بشوقِ مئے دو سالہ گذشت

بکیشِ ما بود آں زندۂ ابد ساقی
کز ایں بساط بدورِ مئے و پیالہ گذشت

۲

چوں دو زلفِ تو ہمدگر شکست
طاقت و تاب را کمر شکست

خواستم گریہ سر کنم از ضعف
نفسم در گلو مگر شکست

غمزۂ کافرت ز شوخیہا
نشترم در دل و جگر شکست

سنگدل از جفا دلم مشکن
کہ نہ بندد چو ایں گہر شکست

کارِ عشق است در شکست بلے
کوہکن را ز تیشہ سر شکست

مرغِ دل در ہوائے شوقِ رخت
بر پرید آں قدر کہ پر شکست

سخنِ آبدار تو باقر
در نظر قیمتِ گہر شکست

۳ کعبه کو میخانه را باشد قرین ابروئے تست
میکده با کعبه یکجا نرگس جادوئے تست

سایهٔ طوباش باشد آفتاب رستخیز
هر کسے کو سایه پرورد قدِ دلجوئے تست

عرشیاں را طائرِ دل آنکه می آرد بدام
پیچ و تابِ کاکل و چینِ سرِ گیسوئے تست

بادهٔ عشرت ز دورِ آسماں هرگز مخواه
ساغرِ غم نوش کن اے دل که جاں داروئے تست

چاک چاک از جوشِ وحشت در لحد سازد کفن
هر که از جاں دادگانِ چشم چوں آهوئے تست

باقر از تکلیف رضواں کے بجنت رخ کند
زاں که آں مسکیں گدا از ساکنانِ کوئے تست

۴ کدام دل که ز وابستگان دامِ تو نیست
اسیرِ حلقهٔ گیسوئے مشک فامِ تو نیست

نسیم گوشهٔ باغ جناں خوش است ولے
به اعتدال مزاج هوائے بامِ تو نیست

ز لوح دل بتواں حرف کام بستردن
دو روزه گردش گرداں اگر بکامِ تو نیست

خضر بشربتِ آبِ بقا چه مینازی
برو که جامِ فنا آشنائے کامِ تو نیست

عروج اوج حقیقت ز عشق پخته طلب
که محرمِ حرم راز عقلِ خامِ تو نیست

فروغ بزم سخن خود اگر کلیم بود
نه خوش کنم که در و لذتِ کلامِ تو نیست

تواں رساند دماغی ز داغ حسرت دل
چو جام لاله شرابے اگر بجامِ تو نیست

چکیدهٔ قلمت باقر است اعجازے
مگر ز عالم وحی است ایں کلامِ تو نیست

۵ ز دست خویش بقیدِ سلاسل افتاده است
هر آں ولے که بزلفِ تو مائل افتاده است

زجا نمیرود از سختیِ جفا هایت
که دل بمشربِ عشقِ تو کامل افتاده است

تمام جلوه و من محوِ حیرتم که کدام
میانهٔ من و دلدار حائل افتاده است

ترا چه سود که باشد به شش جهت دیدار
چو دیدهٔ دلت از دیدن عاطل افتاده است

رقیب گر زرهِ غم بسر زند وقت است
که زلفِ یار بدستم حمائل افتاده است

کسے چگونه برد جان ز دستِ آن بیرحم
که ترکِ غمزهٔ او سخت قاتل افتاده است

تو شرحِ دوریِ خود میکنی منم باقر
که دستِ من بمیانش حمائل افتاده است

٦

بحرِ بے پایانِ این عالم حبابے بیش نیست
عمر خود باشد اگر چون خضر خوابے بیش نیست

در حریمِ عظمتِ جانانه قیمت کے نهند
دیده و دل عاقبت خونے و آبے بیش نیست

شربتِ وصلت چشیدن مایهٔ عیشے است و بس
صدمهٔ هجران کشیدن اضطرابے بیش نیست

ذرهٔ دردے طلب تا محرمِ رازے شوی
حاصلِ این زهدِ تو زاهد ثوابے بیش نیست

لذتِ آبِ دمِ تیغش چشم آن بخت کو
حکم بهرِ کشتنم باقر عتابے بیش نیست

٧

سحرگهان چو ز آغوشم آن صنم برخاست
به ترکتاز دلم لشکرِ الم برخاست

بنازگشته چو رقصان ز نغمهٔ خلخال
ز کنجهائے لحد خفتهٔ عدم برخاست

بسیلِ نیستیم داده رختِ هستی را
بجوششِ عجب از سینه موجِ غم برخاست

فشاند بر قدمش نقدِ جان دلم آن شوخ
پئے معانقه چون از رهِ کرم برخاست

فشانده طشت زراز مهر صبح بر پایش — ز خواب ناز مه من چو صبحدم برخاست

بسوخت نه طبق قصر آسمان بے تو
ز بسکه شب ز دلم دودِ دردِ وغم برخاست

۸
تا این دلم بکوئے تو ماوا گرفته است — ملک جم وسکندر و دارا گرفته است
رنگِ دگر رخ تو ز صہبا گرفته است — این شعله بین ز آب که بالا گرفته است
یکخانهٔ ز جلوهٔ لیلیٰ تہی نبود — مجنون عبث رہ صحرا گرفته است
مانند شمع رشتهٔ جاں را بسوخت آه — یا رب چه آتشیست که در ما گرفته است
کو شادیٔ که باعث صد گونه رنج نیست — کس غیر ازیں چه بہره ز دنیا گرفته است
ہر کو رسیده است بمضمون آں کمر — دامے فگنده است که عنقا گرفته است
نور رخش نگشت گہے شمع بزمِ من — دل از سیاه روزی شبہا گرفته است
افتاد چوں نه دامن لیلیٰ بدست قیس — بیچاره طرف دامن صحرا گرفته است
دست حنائی تو بخمیازه بر نشد — این فتنه آتشیست که بالا گرفته است
ای شیخ رو که شیوهٔ ذکرِ خدا دلم — یاد از صدائے قلقل مینا گرفته است

باقر ز دردِ ہجر رخ ہمچو روز تو
خوئے فغان و نالهٔ شبہا گرفته است

۹
تا رکم را افسر از دیبائے بے سامانی است — زیب جسمِ ناتوانم خلعتِ عریانی است
با ہزاران عجز رضواں بندهٔ نازِ ست — تا نصیبم بر درِ او منصب دربانی است

یوسفِ گم گشتهٔ دل را نشان میجیتم آه
می ندانستم بچاهِ غبغبش زندانی است

چشمِ عالم نرگس آسا و اسوئے دنباله ماند
سرمهٔ چشمِ تو نورِ دیدهٔ حیرانی است

ذرهٔ درد دے بدل ناصح ز صد تقویٰ بہ است
پند ترکِ عشق از تو با من از نادانی است

باقر از کلکِ گہر ریزت نہ تنہا ایں غزل
ہر کلامے چوں کلامِ سعدی و خاقانی است

۱۰

ہمدرد مرا جز دلِ پُر درد کسے نیست
غیر از نفسِ گرم مرا ہمنفسے نیست

از دیر و حرم رستہ ام از دولت عشقت
پیشِ تو جبیں سایم و کارم بکسے نیست

تا راست نماید نفس نیست نفس حیف
کیں ہستی موہوم بجز یکنفسے نیست

منزلگہ عشقت کہ رفتہ است ز فرگاں
در جادهٔ ایں بادیہ یک خار و خسے نیست

غیر از تو بہ پیشِ کہ بنالم و بگریم
کالے جانِ جہاں جز تو کسے داد رسے نیست

وقت است نمائی نفسے جلوه کہ اکنوں
باقی ز وجودم صنما جز نفسے نیست

از دورنسیمِ تو نشاں میدہد از تو
در قافلہ ات حاجتِ بانگِ جرسے نیست

از شدت وحشت نہ طپد مرغ دلم چوں
جز دیدنِ روئے تو ہوا و ہوسے نیست

در خاطر باقر بخدا اے بشہ خوباں
جز دیدنِ روئے تو ہوا و ہوسے نیست

۱۱

بردنِ دل ز عشوه کار کسے است
کشتنِ بیگنہ شعار کسے است

خضر ہم آنکہ تشنہ اش باشد
آب شمشیر آبدار کسے است

نہ نشاند بہ پہلوم از ننگ — انچہ فخرِ من است عارِ کسے است
داروئے علتِ دلِ شیدا — لبِ نوشیں خوشگوارِ کسے است
من بہ پژمردگی خود شادم — کہ خزانِ من از بہارِ کسے است
مست سازم ز جامِ مدہوشی — نرگسِ چشمِ پرخمارِ کسے است

باقر ایں مصرعۂ حزینم کشت
چہ کنم دل باختیارِ کسے است

۱۲
کسے را حاصلے ہیچ از بقا نیست — کہ مستِ بادۂ ذوقِ فنا نیست
بگیتی در ہمہ بتخانہ یک بت — بحسنت ای صنم نامِ خدا نیست
بود خاکش بسر گوید ہر آنکس — کہ خاکِ کوئی تو خاکِ شفا نیست
چناں از ناقہات دُور افتادم — کہ با بانگِ درا گوش آشنا نیست
کنم سودا نبقدِ جاں ولیکن — بہ بازارِ بتاں جنسِ وفا نیست
چہ کار آید بچشمم سرمۂ طور — زخاکِ مقدمت گر توتیا نیست
ز زیور فارغ است حسنِ خداداد — کہ مرجاں پنجہ محتاجِ حنا نیست
خدا را از رخِ خود پردہ بردار — کہ صبر از جلوہات ای مہ لقا نیست
لبِ عیسٰے ترنم آشنا بود — کہ دردِ عشق را ہرگز دوا نیست
بگو ناصح کدامیں مذہب است ایں — کہ می با یار نوشیدن روا نیست
چہ حاصل از مے و مطرب بمحفل — اگر آں ساقیِ رنگیں ادا نیست

اگر تو آفتابی ذرهٔ من | برنگ سایه از ذاتت جدا نیست

چه شد باقر اگر پیمانه نوشید
جوان رنداست پیر پارسا نیست

شور حسن نمکینت بجهان افتاده است | خوبیِ روئے خوشت در دزبان افتاده است
غیر پیمانه کشِ بزمِ تو و شیشهٔ ماست | که ز طاقِ دلت ای طرفه جوان افتاده است
یوسفِ مصر بمیزان تو ہمسنگ نبود | پلهٔ حسن تو اے ترک گران افتاده است
نیست رعنائی سرو چمن از بے سببے | سایهٔ قامت آں سرو روان افتاده است
ہمچو مارِ سیه از رشک تہ پیچم چکنم | طره‌ات آه بدستِ دگران افتاده است

ہست ز فیضِ نظرِ حضرت غالب باقر
شورِ نظمِ تو که در ملک جہان افتاده است

ہرگز دلم ز دیدن حسن تو سیر نیست | گر بنگرم بروے تو تا حشر دیر نیست
ما بلبلان قدسی عرش آشیانه ایم | روح القدس به نغمهٔ ما ہمصفیر نیست
افتاده ام ز پائے بده ساقیا شراب | زیراکه غیر جام میم دستگیر نیست
چشم سرش چه بنگرد از سرّ معرفت | آنراکه دیدهٔ دل دانا بصیر نیست
ما ئیم سالکانِ طریقِ رضائے دوست | شوقِ نعیم در دل و خوف سعیر نیست
پندم بترک شاہد و ساغر چه میدہی | ناصح برو که یک سخنت دلپذیر نیست
نبود سرے که نیست ہوائے رخت درو | نبود دلے که در خم زلفت اسیر نیست

باقرؔ ترا ز کثرت عصیاں چرا است غم
آخر خطائے تو ز عطایش کثیر نیست

۱۵
خوں شد جگر ز حسرت و جاناں بجانساخت　　زیں درد جاں سپردم و درماں بجانساخت
بوده است آشیانهٔ ما گلشنِ قدم　　کسبِ[1] ہوائے عالم امکاں بجانساخت
آمد نسیم طرهٔ مشکیں علاج ما　　عنبر فشانیِ گل و ریحاں بجانساخت
بوده است بزم مے چه قدر بے توبے نمک　　دورِ قدح چو گردشِ دوراں بجانساخت
تدبیر کار بے سر و سامانیم فزود
باقرؔ تهیهٔ سر و ساماں بجانساخت

۱۶
دل چو آئینه محو طلعت اوست　　سرخوش از بادهٔ محبت اوست
گر عقوبت کند سزا دارم　　ور بہ بخشد گناه رحمت اوست
حبذا جلوهٔ رخِ خویش　　یک نظر هر که دید قسمت اوست
در همه کائنات و هر موجود　　جلوه فرما جمال صورت اوست
هر که دانست غیر حق موجود　　رحم بر فهم برفراست اوست
رو به آور بصانع بیچوں　　بیں که چون و چگونه صنعت اوست
ز آفتاب قیامتش چه خطر　　هر که در سایهٔ حمایت اوست
گر زندم ز خواجگی چه عجب
باقرؔ از بندگاں دولت اوست

---

[1] کسب ہوا کنایہ از نشستن در رخانہائے سرد و سیر کردن و راکنہ بادہ تا باد سرد از آں کسب کنند (بہار عجم)

چه وحدت است کز و شیخ و برہمن پیداست
بخلوتیکه تو ئی لطف انجمن پیداست ۷

خیال جلوهٔ روئے تو میبرد از خویش
سفر ہمیشه مرا از تو در وطن پیداست

برنگ گل دل عشاق را کند صد چاک
تبسمے که ازاں غنچهٔ دہن پیداست

گزشت عمر که خو کرده ام بنا کامی
برنج عشرتم آرامش وطن پیداست

چه خجلتے که برد نافهٔ ختا و ختن
ز نکہتے که ازاں زلف پرشکن پیداست

بهر کجا که دہی جلوه خوش گلستانیست
بهر زمیں که خراماں شوی چمن پیداست

به بے ستوں تو اگر گوش دل نہی شنوی
صدائے ناله و فریاد کوہکن پیداست

شریک مجلس جمعیتیم و روئے دل با اوست
چه خلوتے است که ما را در انجمن پیداست

حدیث عشق چه آرم بلب که خونخوار است
تلاطمے که ازیں بحر موجزن پیداست

بشعر عرفی و طالب نیافتم باقر
فصاحتے که به انداز ایں سخن پیداست

دل من است که کارش بجز طپیدن نیست
نصیب من بفراق تو آرمیدن نیست ۱۸

بگاه گفتن حال دل حزیں فرمود
مگو مگو که مرا طاقت شنیدن نیست

ہمیں به پستی ہجر تو ساختم ناچار
که تا بپایهٔ وصالت مرا رسیدن نیست

تو خود بگو که ازیں دیده ام چه سود اگر
نصیب دیده جمال رخ تو دیدن نیست

بجیرتم چه تواند نمود دست جنوں
کنوں که پیرہنم قابل دریدن نیست

براه عشق ز رنج و تعب منال ای دل
که کار عشق بجز بار غم کشیدن نیست

چه سود ازانکه اگر تبت است وگر تاتار　　نسیم زلف تو آنجا که دروزیدن نیست

چگونه نخل مراوست بگو ثمر ریزد　　تراکه لخت دل از دیده ترچکیدن نیست

تو قیمت دل شیدائے من عبث پرسی　　چو مدعا دل خریدن نیست

توئی نتیجهٔ احباب دو مشرهٔ موجود　　که جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

همین که می شنود لطف او بود **باقر**
وگرنه قصهٔ تو لایق شنیدن نیست

۱۹ خاک در تو سرمهٔ نور نظر بس است　　جانان غبار راه توام تاج سر بس است

بر خاک آستان تو بودن حضر بس است　　رفتن بسوئے کعبهٔ کویت سفر بس است

بسیار مشکل است سلوک طریق عشق　　سالک بهوش رو که درین ره خطر بس است

لیل و نهار عالم امکان ندیده ام　　زلف و رخ تو عالم شام و سحر بس است

ای طالب رضا چو قناعت نه دولتیست　　دست تهی زبهر تو گنج گهر بس است

رگزن چرا تو نشتر خود راست میکنی　　مژگان یار بهر رگم نیشتر بس است

در نزع ساعتے سر بالین من بیا　　از بهر زنده ماندن من این قدر بس است

باقر نه حد تست تماشائے او مدام
گر بنگری جمال رخش یک نظر بس است

۲۰ ساقی محفل رندان چو بکف جام گرفت　　مستی از نرگس مست تو مگر دام گرفت

جان بحسرت بسپرد و نتوانست سیکے　　بوسهٔ از لب لعلت دل ناکام گرفت

من بقربان تو اے بخت کہ در سیر چمن
ناگہاں دست من آن سروِ گل اندام گرفت

بدیارِ تو پس از عمر رسیدم صد شکر
کہ تمنائے دلم صورت انجام گرفت

بہر سیرِ چمن خلد منت نزود
ہر کہ در سایۂ دیوار تو آرام گرفت

دل بیتاب کہ میداشت طپیدن شب و روز
در تہِ خاک کنوں راحت و آرام گرفت

مستیِ رو ندہد ہیچ بجز داغ دلش
ہر کہ در دست ز خود لالہ صفت جام گرفت

تا بکف دامن تسلیم گرفتم باقر
دل ناشاد ز ناکامی خود کام گرفت

ای جان و دلم سوختۂ آزار محبت
جاناں چہ کنم پیش تو اظہار محبت

آغوش من و شاہد صد گونہ تمنا
بالین من و سایۂ دیوار محبت

ای عیسی جان بخش چہ پرسی ز مرامم
عمریست کہ جانم شدہ بیمار محبت

ای جلوۂ حسنت بفزوں بادکہ گرم است
از گرمی رخسار تو بازار محبت

رخسار گل و جلوۂ گلشن نکند خوش
آنرا کہ شکستہ است بدل خار محبت

با خاک برابر نشود چوں دل بیتاب
اینست اگر شوخی رفتار محبت

ما از کف خود سبحۂ صد دانہ نہادم
تا زیب گلویم شدہ زنار محبت

ای باقر دلخستہ چنیں حال تو چونست
شاید کہ دلت گشتہ گرفتار محبت

آں دل کجا کہ از غم عشقت فگار نیست
کو گلرخے کہ بر گل رویت نثار نیست

در بزم مے ز شربت خود ای خضر ملاف — آبِ حیات بادہ نمط خوشگوار نیست

با آنکه خون بے گنہان ریخت این قدر — آن سنگدل ز کردۂ خود شرمسار نیست

تاراج دل نمود ز جولان اسپ چوب — دردہر شہسوار چو آن نے سوار نیست

ما را ز سیر باغ چہ تکلیف میدہی — نزہت فزا چو روئی تو باغ و بہار نیست

بس جانگزا است دغدغۂ روز حشر لیک — سوہان روح ہمچو شبِ انتظار نیست

با جرم بے شمار و امید لطف تو — اندیشہ ام ز پرسش روزِ شمار نیست

دانم کہ از گرانی دلہا شدہ است خم — بے وجہ طرۂ تو چنین تابدار نیست

خواہی علوئے رتبہ ز پندار درگذر — نخوت باوج مرتبۂ انکسار نیست

باقر بنامرادی خود خاطرم خوش است
از چرخ شکوہ ام — از روزگار نیست

۲۳

ماہ من نہ جیقہ جیقہ[۲] ابروئی خمدار داشت — از برائے قتل عاشق تیغ جوہر دار داشت

برہمن زنار تار رشتہ دارد در گلو — کافر عشقت ز تار زلف تو زنار داشت

ہیچگہ مسکین دلم ننمود عرض مدعا — غنچہ سان خاموش پیش او لب اظہار داشت

شیخ شہر آمد برون با امتزاج کفر و دین — در بغل میداشت مصحف در گلو زنار داشت

کردہ است از یک نگہ دیوانہ صد فرزانہ را — طرفہ سحرے ماہ من در نرگس بیمار داشت

دور از بزم وصالت عاشق رنجور تو — چشم تر جانِ حزین و سینۂ افگار داشت

---

۲ جیقہ جیقہ کردن ابرو۔ چیزے از برنج میسازند با سودۂ طلق آمیختہ زنان ولایت بر پیشانی وابرو چسپانند مثل مقیش ریزہ کہ مرسوم بعض زنان ہند است برائے آرایش و خوش آیندگی۔ مرزا جلال اسیر ؎ کردہ جیقہ جیقہ ابرو را ؛ دادہ عرض جوہر مو را۔
(بہار عجم)

باقر مسکیں بکوئے رشک فردوس تو شب
نالۂ آتش فشانے گریہ ہائے زار داشت

یک بوسہ بدہ بہاش جان است — گر سود من است وگر زیان است
بے روئے خوش تو ام شب و روز — یا نالۂ زار یا فغان است
آمد بخرام یا صنوبر — یا سرو روان من حیان است
جز وصل تو نیست مقصد من — دانائے رموز راز دان است
در شوق وصال و آرزو یت — بنگر کہ دلم چیان طپان است
از کرسی و عرش تا بیامت — فرقے چو زمین و آسمان است
شمشیر بکف بیا بسویم — مقصود دلت گر امتحان است
در چرخ مدان شہاب ثاقب — آہ دل ما شرر فشان است
از سینۂ ریش خود خدنگت — بیرون نکشم کہ میہمان است
از دست منش ببر چو خواہی — مسکین دل من ترا ازان است
طوطی نہ شود گہے نوا سنج — جائیکہ لبت شکر فشان است

از لطف قدیم خود بہ بخشائے
باقر ز غلام آستان است

از سینہ ز لاغری عیان است — رازیکہ مرا بدل نہان است
اے دل ز جفائے او چہ نالی — کین ناز برائے امتحان است

از خانه مراں کہ بر جبینم | از بندگیِ درت نشان است
مردن بدرت ز زندگی خوشتر | کیں مرگ حیات جاودان است
ہر کس کہ شنید شعر من گفت | ایں کس چہ فصیح و خوش بیان است
در ہجر خودت شنو فغانم | خوشتر ز نوائے بلبلان است
سیمیں بدنا بیا بفرما | نامِ تو چہ و کجا مکان است

اے فخر رسل باو نگاہے
باقر ز کمینہ امتان است

۲۶

در ہجر دوست ای دل شیدا چہا گذشت | دور از جمال آں رخ زیبا چہا گذشت
تو شب بعیش صحبت یاراں گذاردی | دانی کجا کہ برمن شیدا چہا گذشت
جانا چہ گومیت کہ نہ پرسیدیم بناز | ہاں بر دلت بگوے کہ بے ما چہا گذشت
دو داز نہاد خلق برآمد بیک خرام | آں مہ بہر طرف کہ بناز و ادا گذشت
از تاب و پیچ طرۂ خوباں رہا شدم | منت خدائے را کہ بخیر ایں بلا گذشت
راضی شدم بمرگ و طبیبم جواب داد | جانِ من از علاج و دلم از دوا گذشت
یک بوسہ زان دہن بہ تنِ مردہ جاں دمید | گویا ز حلق جرعۂ آبِ بقا گذشت
تنگ آمدم ز شورشِ روباہ سیرتاں | فریاد من بحضرت شیرِ خدا گذشت

از باقر شکستہ دل خود بروں فگن
ایں دردِ بیکسی کہ ز حد یا خدا گذشت

زلاله زار فزون تر بهار داغ من است　　شگفته تر ز گلِ نوبهار باغ من است

جحیم یک شرر از شعله زار داغ من است　　بهشت سبزهٔ بیگانه[۳] ز باغ من است

ز خاک پیرهن و کوئے یار مسکن من　　همین نشان من است و همین سراغ من است

ز بهشتی نه شوی زاہدا گہے ہشیار　　اگر چشتی ز شرابیکه در ایاغ من است

نسیم گلشن و بوئے گُلم نیاید خوش　　ز بسکه نکهتِ زلفِ تو در دماغ من است

مباد سایهٔ داغِ تو از سرم خیزد　　که در لیالیِ هجرِ تو این چراغ من است

بکنج خلوت یادش نشسته ام باقر
که از دو کون و مکان باعث فراغ من است

وصف تو برتر از بیان من است　　تو نه آنی که در گمان من است

جور و ظلمت نتیجه دارد　　این همه بهر امتحان من است

یکدو ساعت کشیدنت در بر　　گو نیا عمر جاودان من است

تیغ سر کرده گو بیدم بکُشم　　جند انار دل ستان من است

نتوانم ز جا که برخیزم　　این چنین طاقت و توان من است

همنوایم به بلبلِ شیراز　　طوطی هند همزبان من است

از جفا ها هر انچه خواهی کن　　گر ترا سود در زیان من است

نفسے گوش کن فسانهٔ من　　که عجب طُرفه داستان من است

---

۳ سبزهٔ بیگانه یعنی سبزه بے موقع که قابل پیراستن و برکندن باشد میرزا صائب ؎
تلاش صحبت آئینه روئے میکند شوقم　　که جوهر را نگاهش سبزه بیگانه میداند (بهار عجم)

طائرِ قدسی ام فلک پرواز | بر سرِ سدره آشیاں من است
حق سلامت بدارد احسن[۱] را | زور بازوئے ناتواں من است

جبہ سائی درگہش باقر
باعث فر و عز و شان من است

۲۹

ترا بدرگہ حق زاہدا رسائی نیست | اگر ز عجب و ریا در دلت صفائی نیست
اگر بمیکدہ رفتم ترا چہ اے زاہد | مرا برنگ تو دعوائے پارسائی نیست
تو دست کش ز علاجم کہ ای طبیب مرا | امید بہ شدن از حالتِ کذائی نیست
بہ تیغِ قہر سرش میکند فلک بہ دو نیم | ہر آں کسے بدرت گرم جبہ سائی نیست
کنم چہ شکوہ ز کوتاہ دستی خود حیف | کہ تا بزلف رسایت مرا رسائی نیست
گرفتم اینکہ توئی فارغ از غم ہجراں | بیا بیا کہ مرا طاقت جدائی نیست
رہِ خلوص نہ رفتی چہ دم زنی از زہد | قبول درگہ حق سجدۂ ریائی نیست
بود بہ نطق طبیعی فصاحت سخنم | وگرنہ طبع مرا ذوق خودنمائی نیست
برفتمش چو سحر گہ بخندہ گفت آں شوخ | تو کیستی کہ مرا با تو آشنائی نیست
اگر تو دل بشکستی شکستۂ خود را | چنانکہ بہر شکستِ تو مومیائی نیست
اگر نہ گشت رضامند زیں قدر چہ کنم | کہ غیر دین و دلم بہر رونمائی نیست

تو با سریر سلیماں چہ میکنی باقر
بکوئے یار اگر منصب گدائی نیست

---

[۱] مراد از مولوی سید احسن التوحید صاحب مرحوم اند کہ بہ رشتۂ قریب برادر خورد حضرت شاعر بودند۔

۳۰

منم که سجده گهم سنگ آستانۀ تست — بگرد کعبه بگشتن طواف خانۀ تست

بطرف این جگرِ خسته و دلِ محزون — بزن خدنگ نگاهت که خوش نشانۀ تست

ادا و ناز سپاهان لشکر اند ترا — متاع مملکت دلبری خزانۀ تست

بخلوتِ دل شبها چنین منال ای دل — که جان گداز عجب آه عاشقانۀ تست

نبود پیش تو هرچند بوده اند حسین — رواج جور و ستم آنچه در زمانۀ تست

اگر ببخشیم از حضرتِ تو لطف و عطاست — وگر عذاب کنی عدل خسروانۀ تست

بترک مے نکنم گوش زاهدا سخنت — اگرچه بهر من این پند مشفقانۀ تست

چه مشتهر شده باقر فسانۀ عشقت
که هر کجا بزبانها همین فسانۀ تست

۳۱

غیرتِ بیت الحزن کنج غم آباد منست — آنکه شادی را نشاید طبع ناشادِ منست

آنکه پیشِ کس نه بگشاید کف رادِ منست — وانکه قیدے برنتابد طبع آزادِ منست

در دماغِ من رسد از ناله‌ها بوے اثر — غالباً امشب دلا گوشش بفریادِ منست

نے همین انسان بود محوِ جمالِ روے او — دلفریبِ قدسیان شوخِ پریزادِ منست

منکه عاشق مشربم باسرو و شمشاد م چه کار — قامتِ رعنائے خوبان سرو شمشادِ منست

جز لبِ لعل شکر ریزش نه بخشد صحتم — عیسیِ مریم اگر باشد که جلادِ منست

دام زلفِ عنبرین و دانه خالِ کنج لب — درپے صیدِ دلم آن ترک صیادِ منست

من فدائے لطف او باقر کہ اوستاد نست

۳۳
بزم است و جمع میکشان آں مونس ہمدم کجاست　　نقل و شراب است و سبو آں ساقی بزمم کجاست
چوں اشک چشمم گوہرت کے آبداراست ای صدف　　ای ابر نیساں خوشنشت چوں دیدۂ پر نم کجاست
ای ماہ گر با عارضش لاف صفائی میزنی　　آں ابروئے پر جنبش و آں کاکل پر خم کجاست
لطفے بمن میداشتی با غیر اکنوں ساختی　　آں جستجویم کو ترا آں پرسش حالم کجاست
دور از جمال روئے تو کشت ایں غم تنہائیم　　آں مہربان من چہ شد آں مونس جانم کجاست
در رفتن راہت مرا فرسودہ شد پائے طلب　　پروا کنم تا سوئے تو ہم آں پر و بالم کجاست

از ہجوم رنجہا باقر چہ مینالی عبث
خاطر خالی ز اندوہ و دل بیغم کجا است

۳۴
آمد ز ناز و صد ستم ایجاد کرد و رفت　　از غمزہ کار خنجر جلاد کرد و رفت
با شکوہ و عتاب سخن کردہ و نجاست　　صد گونہ جور بر دل ناشاد کرد و رفت
آمد ز بہر سیر چمن با خرام ناز　　شمشاد را ز بندگی آزاد کرد و رفت
ترکانہ شد سوار و در آمد بہ ترکتاز　　ویران ہزار خانۂ آباد کرد و رفت
آں شہسوار بیں ز وجودم براہ او　　مشتے غبار بود کہ برباد کرد و رفت
نازم بہ بخت خود کہ شب آں مہ بخانہ ام　　یک جلوہ کرد و خاطر من شاد کرد و رفت

اے سنگدل یکے نشنیدی و ملتے
باقر بر آستان تو فریاد کرد و رفت

حسرت بوسهٔ لعل لب جانانم سوخت
شدت تشنگی چشمهٔ حیوانم سوخت

در شب وصل به آغوش خود از شدت شوق
تنگ بگرفت چنانم که گریبانم سوخت

رفتم از جان به تمنائے وصالت گاہے
نرسیدی بسر آخر غم ہجرانم سوخت

بے خطر ساخت از دغدغهٔ روز جزا
آتشِ آه دلم دفتر عصیانم سوخت

آتشیں ہمچو شرر میچکدم قطرهٔ اشک
در فراقِ رخ تو دیدهٔ گریانم سوخت

تا تجلی گه حسنش برسیدم لیکن
تاب دیدار کجا جلوهٔ او جانم سوخت

بردرِ دولت آں شاه چو رفتم باقر
شوکت خسروی و دبدبه شانم سوخت

بہشتے در نظر باشد ز شکلِ روئے زیبایت
گلستان شد مشامم از نکہت زلفِ سمن سایت

درون قالبِ جاں داده جانِ رفته باز آید
حدیثے گر کنم گوشے از ان لعلِ مسیحایت

گزارم گر شود دیگره بخلوت خانهٔ نازت
سرت گردم بپا افتم چو آن زلفِ چلیپایت

بصحرائے جنون آخر بحسرت مردی ای مجنون
نیامد در مشامِ تو نسیم زلف لیلایت

بکامم شیرهٔ ریز از دہانِ شکرین خود
اقربانت بنه بر لب لبِ لعل چو حلوایت

چه سازم گلشنِ جنت چه سازم سایهٔ طوبیٰ
که جایم بود در ظلِ ہمایوں سرو بالایت

بود ہر عضو عضوِ من ز عکسِ جلوه اش روشن
دلِ من منزلت باشد و باشد دیده ام جایت

بسویت سجده میریزد زروئے صدق یا اسد اللہ
نظر فرما بسوئے باقرِ مسکیں شیدایت

من فدائے لطف او باقر که اوستاد نست

۳۳
بزم است وجمع میکشان آں مونس همدم کجا است — نقل وشراب است وسبو آں ساقی برزم کجا است
چوں اشک چشمم گوهرت کے آبدار است ای صدف — ای برنیسان جوششت چوں دیده پر نم کجا است
ای ماه گر با عارضش لاف صفائی میزنی — آں ابروئے پر جنبش وآں کاکل پر خم کجا است
لطفے بمن میداشتی با غیر اکنوں ساختی — آں جستجویم کو ترا آں پرسش حالم کجا است
دور از جمال روئے تو کشت ایں غم تنهائیم — آں مهربان من چه شد آں مونس جانم کجا است
در رفتن راهت مرا فرسوده شد پائے طلب — پروا کنم تا سوئے تو هم آں پر و بالم کجا است
از هجوم رنجها باقر چه مینالی عبث
خاطر خالی ز اندوه و دل بیغم کجا است

۳۴
آمد ز ناز و صد ستم ایجاد کرد و رفت — از غمزه کار خنجر جلاد کرد و رفت
با شکوه و عتاب سخن کرده و نجاست — صد گونه جور بر دل ناشاد کرد و رفت
آمد ز بهر سیر چمن با خرام ناز — شمشاد را ز بندگی آزاد کرد و رفت
ترکانه شد سوار و در آمد به ترکتاز — ویران هزار خانهٔ آباد کرد و رفت
آں شهسوار بیں ز وجودم براه او — مشتے غبار بود که برباد کرد و رفت
نازم به بخت خود که شب آں مه بخانه ام — یک جلوه کرد و خاطر من شاد کرد و رفت
اے سنگدل یکے نشنیدی و مدتے
باقر بر آستان تو فریاد کرد و رفت

حسرت بوسۂ لعل لب جانانم سوخت | شدت تشنگی چشمۂ حیوانم سوخت
درشب وصل بہ آغوش خود از شدت شوق | تنگ بگرفت چنانم کہ گریبانم سوخت
رفتم از جان بہ تمنائے وصالت گاہے | نرسیدی بسر آخر غم ہجرانم سوخت
بے خطر ساخت از دغدغۂ روز جزا | آتش آہ دلم دفتر عصیانم سوخت
آتشیں ہمچو شرر میچکدم قطرۂ اشک | در فراق رخ تو دیدۂ گریانم سوخت
تا تجلی گہ حسنش برسیدم لیکن | تاب دیدار کجا جلوۂ او جانم سوخت

بردر دولت آں شاہ چو رفتم باقر
شوکت خسروی و دبدبۂ شانم سوخت

بہشتے در نظر باشد زشکل روئے زیبایت | گلستان شد مشامم از نکہت زلف سمن سایت
درون قالب جاں دادہ جان رفتہ باز آید | حدیثے گر کنم گوشے ازاں لعل مسیحایت
گزارم گر شود دیگرہ بخلوت خانۂ نازت | سرت گردم بپا افتم چو آں زلف چلیپایت
بصحرائے جنوں آخر بحسرت مردی ای مجنوں | نیامد در مشامم تو نسیم زلف لیلایت
بکامم شیرۂ ریز از دہان شکرین خود | اقربایت بنہ برلب لب لعل چو حلوایت
چہ سازم گلشن جنت چہ سازم سایۂ طوبیٰ | کہ جایم بود در ظل ہمایوں سرو بالایت
بود ہر عضو عضو من زعکس جلوہ اش روشن | دل من منزلت باشد و باشد دیدہ ام جایت

بسویت سجدہ میریزد زروئے صدق با اصدق
نظر فرما بسوئے باقر مشکیں شیدایت

٣٦

مستیِ نرگسِ فتّان تو بی چیزی نیست — شکنِ کاکلِ پیچان تو بی چیزی نیست

خلشِ خار بود دامنِ گل را لازم — یوسفا سیلیِ اخوان تو بی چیزی نیست

در درونِ لبِ لعلِ مسی مالیدهٔ تو — لمعهٔ گوهرِ دندان تو بی چیزی نیست

مانعِ غرق شود تا بدر روِش دل را — خال بر چاه زنخدان تو بی چیزی نیست

دهنت تنگ شکرکان ملاحت لب تو — با شکر شور نمکدان تو بی چیزی نیست

باقر از آتش عشق است ترا سینه کباب
دود آهِ دلِ بریان تو بی چیزی نیست

٣٧

دلم بقتل ز دستِ تو آرزومند است — به تیغ عشوه و تیرِ نگاه سوگند است

بقتل عاشق مسکین چسان کمر بستن — کمر چو نیست ترا از کجا کمربند است

ز عمر خضر دراز است گرچه زلف دراز — درازیِ شبِ هجران ز زلف ده چند است

مرا که منزل جانان ندیده ام چه خبر — که یار کجاست بخارا کجا سمرقند است

دلم بوادیِ عشقش کشید خانه خراب — به دام درد بلا کرده حیف در بند است

ز زهر گریهٔ خود جان برم که تریاقش — ز لعل نوش چو گلبرگ او شکرخند است

بهای من چه بود بوسهٔ لب لعلت — چه گویم که بغیر از بهای تو چند است

ز غفلت است که ناخوانده گردش در جیب — ببین که نامهٔ شوقم هنوز سربند است

مرا که طینت اضداد شد یکی گفتن — توان که خاطر من پر غم است و خرسند است

همیشه لازم و ملزوم بوده است به دهر — ز عاشقان همه رندی و ناصحان پند است

دریں چمن شجرِ عشق من بحمد اللہ — باآب جاریِ چشم ترم برومند است

دو وائے دل نتواند شدن چرا باقرؔ
که عارض ولب لعلش عجب گل و قند است

بازلف مسلسل چو سحر دید بیامت — این مرغ دلِ زار در افتاد بدامت

در پردہ توئی در طلبِ مقصد و کامت — اے سفلہ بود دم زدن از عشق حرامت

باقامت رعنا چو شدی جلوہ گرِ بام — شد شہر پر آشوب تر از صحن قیامت

در لہو و لعب عمر بسر ساختم اکنوں — از کردہ شدم منفعل ای وائے ندامت

در دور دو چشمِ سیہ مست تو زاہد — بنمودہ فراموش ہمہ زہد و کرامت

تا رِ سر گیسوئے تو کردہ است چو مویم — بنمود ہلال آہ مرا ماہ تمامت

ما فارغم از مشک کہ شد مست دماغم — از نکہت زلفِ سیہ مشک شمامت

بے صرفہ بود وعدۂ فردات کہ باشد — فردائے تو ہمدوش بفردائے قیامت

واعظ دلِ من شیشہ و پند تو بود سنگ — مشکن تو عبث شیشہ ام از سنگ ملامت

تو جانِ جہانی بجہاں زندہ بباشی — رہوار فلک رام تو ایام بہ کامت

بس تشنہ جگر آمدہ ام پیش تو ساقی — یک جرعہ چشم کا شکے از دردی جامت

باقرؔ ز سر عشق بتاں باز نہ آئی
تا چند کنم پند ترا چند ملامت

آنکہ عرعر بندہ اش شد سرو آزادِ من است — خانہا کرد آنکہ ویران خانہ آبادِ من است

من سرِ تسلیم خم استاده با عجز و نیاز — پر غضب تیغ دو دم در دست جلادِ من است

آنکه سوز دعا ملے را آه گرمِ من بُود — وآنکه محزون کرد خلقے طبع ناشادِ من است

آنکه قصرِ چرخ بشگافد که باشد ناله ام — عرش را در جنبش آرد آنکه فریادِ من است

بر وجود عارضی ما را چه جائے ناز چوں — با عدم ملصق وجودِ سست بنیادِ من است

ہمچو مجنوں جاده پیمائے دیارِ وحشتم — دشت و صحرا شہرِ من ویرانه آبادِ من است

زندگی شد یا خدا بر من بلائے جانِ من — از ہجوم فتنها پیشِ تو فریادِ من است

رحمتے فرما بحالم جدّنا یا دستگیر
سرفرازم کن بگو باقر ز اولادِ من است

۴۰

اے دل شدۂ خسته و بیمارِ محبت — پیداست ز سیمائے تو آزارِ محبت

تا زد به اولوالعزمی او خواجگیِ دہر — آنکس که شود بندۂ سرکارِ محبت

از بندگیِ غیر رہا گشته تو ای دل — چندانکه شود باش گرفتارِ محبت

از زندگیِ بے مزه عشق چه حاصل — منصور صفت شو به سرِ دارِ محبت

از دردِ دلِ زار محال است نناله — آنکس که خلد در دلِ او خارِ محبت

مرغ دلِ وحشت زده ناگاه در افتاد — در دامِ خمِ طرّۂ طرّارِ محبت

خوش وقت تماشائی ہنگامۂ یوسف — میرم به تماشائی بازارِ محبت

در کون و مکاں واقفِ ہر راز نہاں شد — آں دل که شود محرمِ اسرارِ محبت

برخیز مسیح از برم ایں دردِ سرت چیست — ہرگز نه شود به ز تو بیمارِ محبت

برداشتن بارِ عبادت بود آساں
آں کیست چو **باقر** کہ کشد بارِ محبت

۱۴۱

گلِ رخسارِ تو یا نو بہار است — سیہ زلفِ تو یا مشکِ تتار است
بیا جاناں نسیم آسا بسُویم — براہت جان و دل ہر دو نثار است
دریں دریا بکن غسلے سرانجام — دو چشمِ من چہ بحرِ موج دار است
خیالِ قامتت در دیدۂ تر — خوشا سروے میانِ جویبار است
بگردِ عارضت خطِ سیہ فام — حلب بیں در حصارِ زنجبار است
تو در بزمِ کہ مے خوردی بفرما — کہ چشمِ تو چنیں مستِ خمار است
کسے کو برد نقدِ عقل و ہوشم — بتے سیمیں تنے گلگوں عذار است
کہ میگوید کہ رنگیں از حنا شد — نگار پایت از خونم نگار است
بیا اے بیوفا بہرِ دوا اش — مریضِ عشق برآہو سوار است
بیا تا کے بود گرمِ طپیدن — بہ ہجرِ تو دلم بس بیقرار است
چرا بر خود نہ پیچم ہمچو زلفت — بہ رخسارِ تو زلفِ تابدار است
دریں صحرا بسے سرہاست غلطاں — مگر جولانگہ آں شہسوار است
بود شیریں برنگِ جاں شیریں — چہ زہرِ عشقِ جاناں خوشگوار است
بود افزوں فروغِ او کہ داغش — چراغِ خلعتِ شبہائے تار است
بروزاہد زبزمِ مے پرستاں — ترا با صحبتِ رنداں چہ کار است

نمی پرسد ز تمکیں عاشقاں را   مہ من شوخ و شنگ و میگسار است
خدنگ سینہ دوز بے با نگاہت   دو ابروئے محبت یا ذوالفقار است
جہد بر پائے خود ولہا کند خوں   مرا معشوق طفل نے سوار است
رخ رنگیں تو یا گلشن سبز   دل پر داغ من یا لالہ زار است

تو پوشی راز عشق از من چہ باقر
ز رویت درد پنہاں آشکار است

۴۲

سرم وقف سجود آستانت   کرم فرما منم از بندگانت
تو شاہد باز پنہاں بودی ای شیخ   شد آخر بر ملا راز نہانت
تو بودی طالب حق زاہدا چوں   کنوں شد میل با حسن بتانت
بکر دے خندہ گر آں غنچہ لب   ندانستے کسے راز نہانت
بگاہ عرض حال من نفرمود   خمش من نشنوم شرح و بیانت
تو تنہا میروی در کویش اے دل   نہ خوف عسس و نے پاسبانت
مکانت عاقبت زیر زمین است   اگر خود لامکاں باشد مکانت
نہاں تا چند اے عنقائے مغرب   کجا جویم کجا یابم نشانت
زمین و آسماں را پشت بشکست   کشیدم من مگر بار امانت
نمی آید بگوشش دلبر اے دل   رسد گر تا فلک شور و فغانت

تو باقر پیل تن بودی جوانے

کجا شد طاقت و تاب و توانت

بخواب ناز کہ آں شوخ مہ لقا خفتست ۴۳ بچشم بینش حق جلوۂ خدا خفتست

دہد نہ رخصت یک بوسہ ام شب وصلت بناز در بزم آں ماہ از حیا خفتست

نسیم او کہ رساند بسوئے من کہ صبا گزر نیافت بباغیکہ آشنا خفتست

شب فراق بہ بیداریم گزشت و ہنوز بخواب ناز در آغوش دلربا خفتست

نہ ہمچو شمع بہ بیداری سحر خیزد مریض عشق کہ شب مایل دوا خفتست

بہ حال زار و زبونے شیم تواں دیدن کہ چشم من ہمہ بیدار و بخت ما خفتست

رسیم چگونہ سلامت بساحل مقصود کہ کشتی آمدہ در موج و ناخدا خفتست

من و ستیزۂ شبہائے تار و ناکامی خوشا کسیکہ ہم آغوش مدعا خفتست

ز روئے خاک بہ بر دارش و بدہ دستے کسے بسایۂ تو ہمچو نقش پا خفتست

گہے بکوئے تو آسودم و بخاک درت ندیدیم کہ گدائے درت کجا خفتست

چہ لاف میزنی از نکتہ دانیت باقر
بسے بخاک بہ از تو سخن سرا خفتست

الم بگذشت و غم بگذشت و صد رنج و بلا بگذشت ۴۴ چہ دانی تو کہ در ہجرت بجان من چہا بگذشت

پے تعظیم سرو استاد و نرگس محو دیدن شد چو در گلشن پے سیر آں بت گلگوں قبا بگذشت

گر تو خود بفرمائی علاج درد او ورنہ مریض علت عشق تو از دار الشفا بگذشت

سحر گاہاں نمیدانم کہ بود آں نازنیں شوخے کزیں رہ با رخ زیبا و با ناز و ادا بگذشت

نه تنها در دماغ عاشقانت عطر بیز آمد
که بوئے عنبرین زلف تو از چین و ختا بگذشت

ز عیشش میشود روزی چه دو تنهائی روز افزون
به قسمت هر که قانع گشت داز حرص و ہوا بگذشت

ندیدم ہیچگہ روئے اجابت وائے ناکامی
ز ہفتم آسمان شبہا مرا تیر دعا بگذشت

به آغوشم کشید از مهر و بخشیدم گنه صد شکر
بت نازک فراج من لطف از ما مضا بگذشت

نه آمد ماه من یک شب گہے در خواب ہم باقرؔ
بیاد جلوه اش عمرے مرا صبح و مسا بگذشت

۴۵

صبح دیدم مه من سوئے گلستاں میرفت
با گروه رفقا خرم و شاداں میرفت

ایں طرف آں طرفش مطرب قانون در دست
پیش وے لولی چوں زہره غزلخواں میرفت

از کف حور وشش جاریه قلیاں بر لب
بر سر ہر روشش از ناز خراماں میرفت

از رخ سوسن و گل روئے تماشا یکسو
وز سو سرو و سمن بر زده داماں میرفت

دیدمش دوشش بر ہوار فلک سیر سوار
بر ہوا در نظرم تخت سلیماں میرفت

می زدی در شب معراج به افلاک قدم
بر رخت روح ایمن مروحه جنباں میرفت

گرچه بے جرم مرا کشت و بخاکم انداخت
ظالم از کرده خود لیک پشیماں میرفت

شد به عشق تو زبس ساده دل از جامه برون
زاہد صومعه در کوئے تو عریاں میرفت

درد مندیست که در پہلوئے صحت نه نشست
ایں دل خسته که بس در پس ساماں میرفت

از در دولت تو باقرؔ بے چاره سحر
با دل غمزده پر حسرت و حرماں میرفت

شاهدِ شوقِ رخت حجله نشینِ دلِ ماست
نو عروسِ غمِ عشقِ تو مکینِ دلِ ماست

طوفِ کوی تو بجان شد شرفِ هر دو جهان
سجدهٔ خاکِ درت زیبِ جبینِ دلِ ماست

گرچه بی‌باکی و رندی بجهان شد علمم
رازِ عشقِ تو همان پرده نشینِ دلِ ماست

شد ز تقدیرِ و فالیش خطِ پیشانیِ من
نامش از کلکِ قضا نقشِ نگینِ دلِ ماست

گرچه تسبیح و مصلاش نیرزد بجوی
زاهدِ شهر مگر قبلهٔ دینِ دلِ ماست

زاهد از ملت و دینم چه کنی هرزه سوال
عشقِ سیمین بدنان ملت و دینِ دلِ ماست

نیست ممکن شوم از کلفتِ دیرینه رها
مایهٔ رنج و غم و غصه عجینِ دلِ ماست

آب و تابِ چمنِ حسنِ تو شد ذکرِ لبم
یادِ رنگِ گلِ روی تو قرینِ دلِ ماست

باقر از فتنهٔ آن چشم چه آید بر جان
زانکه صیادِ نگاهش به کمینِ دلِ ماست

رسد کی دست کوتاهم به اوجِ طرفِ دامانت
مقامت بس بود عالی بود رشکِ فلک شانت

سیه تر از شبِ دیجور باشد زلفِ پیچانت
فروزان تر ز چاکِ صبحدم چاکِ گریبانت

قدت سرو و رخت گل - کاکلت سنبل
بهارِ خلد باشد جلوهٔ رنگین گلستانت

روان میساختم با نامهٔ شوقِ خودم اورا
رسائی داشتی پیکِ صبا گر تا به ایوانت

تویی مجموعهٔ خوبی بود سروِ قدت رعنا
تره آن نارِ پستانت خوشا سیبِ زنخدانت

بمن در ساختی اول بریدی عاقبت از من
چه شد قول و قسم ای بت کجا شد عهد و پیمانت

نه چون عزلت نشینِ گوشهٔ بیت الحزن باشم
مرا شد یوسفِ دل غرق در چاهِ زنخدانت

تو در فنِ سخن باقر عدیم المثل و یکتائی
بود بے جمعے دعا گویت بود خلقے ثنا خوانت

۴۸

شعلۂ آہ من از چرخ بروں افتادہ است
آہ دردِ دلم از تاب فزوں افتادہ است

از دلِ زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا
مائلِ صورتِ بیچوں و چگوں افتادہ است

لالہ گوں روئے تو نازم کہ زجوشِ غمِ او
در دلِ زارِ من خستہ چہ خوں افتادہ است

با غم و غصۂ دل گر نہ بسازم چہ کنم
کارِ من با فلکِ سفلۂ دوں افتادہ است

مائلِ پاکی ظاہر چہ توئی اے زاہد
کار با پاکی احوالِ دروں افتادہ است

غیرِ چشمِ سیہت نیست یکے سحر و فسوں
در جہاں گرچہ بسے سحر و فسوں افتادہ است

بے تو باقر بہ سرِ خاک فتادہ است نگوں
بیں کہ بیچارہ چہ در حالِ زبوں افتادہ است

۴۹

صورتِ صافی او رنگ گلستان گرفت
لعلِ لبِ نازکش ملکِ بدخشاں گرفت

لشکرِ نازو ادائش ملکِ دل و جاں گرفت
مایۂ ہوش و خرد نرگسِ فتاں گرفت

شعلۂ آہم بہ بیں خرمنِ جانہا بسوخت
قطرۂ اشکم بہ بیں صورتِ طوفاں گرفت

شہرۂ حسنِ رخت شد ز سمک تا سماک
طنطنۂ عشقِ من عالمِ امکاں گرفت

حلقہ بگوشت زجاں جملہ حسینانِ دہر
دامنِ حسنِ رخت یوسفِ کنعاں گرفت

گر ز کفم در ربود ملکِ دلِ من چہ شد
یارِ پری شیوہ ام ملکِ سلیماں گرفت

دستِ جنوں کردہ است دامنِ من چاک چاک
تا دل و جانِ مرا عشق گریباں گرفت

درد دلم بہ نشد گرچہ بسے کرد فکر — عیسی مریم کنوں دست ز درمان گرفت

پاک شد از آب عفو دفتر عصیان من — بسکہ کف ہمتم دامن پاکان گرفت

رنج و بلا لازم است ہر کہ نکو صورت است — حسن رخ یوسفی سیلی اخوان گرفت

جان منی غیب غیب لبس شہادت بہ بر — ذات وداء الودا صورت انسان گرفت

دامن عقل از کفم رفت برون باقرا
عشق بتان تا مرا دست و گریبان گرفت

گفتم ستم ز دست تو بر ما چہا نرفت — گفتا ز ما نرفت ز دست زمانہ رفت

از من چہ دیدہ کہ تو رنجیدہ ز من — جاناں بخدمت تو ز من یک خطا نرفت

از شدت الم دل من گرچہ پارہ شد — گاہے بر طبیب برائے دوا نرفت

بس آشنا کہ در رہ عشقت طپید و مرد — از جانب تو پرسش ہیچ آشنا نرفت

بالائے بام قصر تو چوں نالہ ام رسد — ہرگز بہ عیش خانۂ نازت صبا نرفت

درد دلش نگفتم و نے خواستم دوا — پیش طبیب قصۂ درد و دوا نرفت

در مجلسے نہ جلوہ کناں رفت آں نگار — از ہر طرف کہ غلغلۂ مرحبا نرفت

یا خواجہ معین گہ درد و مصیبتم — بر لب بغیر نام تو نام خدا نرفت

بہر وصال تو نہ شبے ہست کاندراں — دست دعا بلند بسوئے سما نرفت

داری ہمیشہ ورد زباں ذکر سیم و زر — یک لحظہ بر زبان تو ذکر خدا نرفت

قانع بماندہ است بنان جوین خشک

باقر برائے جیفه و نیاز جاترفت

۵۱
دل می طپد جمال تو بینم تمنی است — گل چینم از حدیقهٔ حسنت تمنی است
عیسی تو گر علاج ندانی عبث بکوش — درد دلم ز عشق کسی در ترقی است
زاهد عبث بود همه وجد و تواجدت — این مجلس سماع تو بهر تلهی است
بنشین دو ساعتی ز کرمها به پهلوام — دستی بنه بسینه که دل را تسلی است
دانم که کار علتم از دست رفته است — عیسی مگر علاج تو بهر تشفی است
از نغمهٔ تو زهره در آید بوجد و رقص — جانان چه در گلوی تو طرفه تغنی است

گر با رقیب تا به سحر می نخورده است
باقر ازو بپرس چه وجه تمطی است

۵۲
سرو چمن ز غصه گریبان درید نیست — آن سرو خوشخرام بگلشن چمید نیست
پیش رخ تو زرد شود رنگ روی گل — یاقوت از لبت لب حسرت گزید نیست
می بشنوی فسانهٔ فرهاد و قیس را — بشنو ز من که قصهٔ ما هم شنید نیست
ای دل مثال زهر فراقش که میکشی — آخر نصیب شربت وصلت چشید نیست
در عشق دیده ام که نبایست دیدنش — من بعد بنگرم که ز قسمت چه دید نیست
نام خداست رونق حسن تو بر کمال — شایان بوسه عارض و لعلت مکید نیست
ضبط نفس نماند دریغا که راز دل — از دل چو می ز ساغر بر می چکید نیست
غافل ز درد عشق ز بس بوده کنون — ای دل بروی خاک چو بسمل طپید نیست

ای غیرتِ چمن بخراماں چو سرو ناز | در دامنِ نگه گل حسن تو چید نیست
پیکِ صبا ز کوچهٔ جاناں همی رسد | ای دل نوید وصل بگوشم رسید نیست
جاں داده ام به لاله عذاراں سبز خط | بس لالها و سبزه ز قبرم دمید نیست

باقر مبند غنچه نمط دل دریں چمن
چوں بوئے گل ز گلشن دنیا رمید نیست

۵۳
حریم تست که بیمار را شفا اینجاست | علاج دردِ دلِ خسته و دوا اینجاست
بخلوتِ شب عاشق بچشم حیرت بیں | دل است پر ز غم هجر و دلربا اینجاست
به بزم باده کشاں ساقی است و مطرب هم | بیا بیا و به بیں زاهدا چها اینجاست
تو نازکی چه نهی پائے در سرائے عشق | مصیبت و همه دردِ غم و بلا اینجاست
به بوس روضهٔ اقدس بپاب گنج مراد | که اینست کعبهٔ مقصود و مدعا اینجاست
چه گو نه پا نهم اے جان جاں بکوچهٔ تو | شهید نازِ تو غلطیده جابجا اینجاست
ز غیر چشم به بند و به بیں بخلوتِ دل | انیس و محرم راز است و آشنا اینجاست
هنوز از در من نه آمدست آں شوخ | بلند نغمهٔ سهلا و مرحبا اینجاست

تو محو عیش در آنجا و باقر مسکیں
بدوری تو بصد رنج مبتلا اینجاست

۵۴
بسے گذشت و بعشق تو صد بلا باقیست | چها گذشت ندانم کنوں چها باقیست
بیا بناز در آغوش و لب بنه بر لب | که بوسهٔ ز تو در وعده دلربا باقیست

ببوس تربت پاکاں زصدق وہمت خواہ — کہ زیر خاک برفتند و فیضہا باقیست
نماند نرمۂ سنجاب و فرش استبرق — ہزار شکر کہ در خانہ بوریا باقیست
بہائے جلوۂ تو گر نماند سیم و زرم — متاع دین و دل از بہر رونما باقیست
بزخم گرچہ تو از لطف ریختی مرہم — ہنوز در دل پر درد دردہا باقیست
زگریہ بر سر نعشم دیت بدہ قاتل — کہ کشتۂ تو مرا بر تو خوں بہا باقیست
نگشتہ ز علاجم خجل توائے عیسیٰ — ہنوز پیش تو دردِ مرا دوا باقیست
بیا و از سخنے زندہ کن مرا از نو — کہ جز رمق نہ کنوں در حیات ما باقیست

بزیر خاک بخفتی و زندۂ باقر
کہ ذکر خیر کلام تو جا بجا باقیست

۵۵

شب کہ ذوق جوش مستی آں بت میخوار داشت — بزم عیش از مطرب و مغ بر لب جو بار داشت
صبحدم در خواب دیدم جلوۂ حسن رخش — طرفہ چشم خفتۂ من طالع بیدار داشت
عشوۂ او دلفریب و غمزہ اش افسونگرے — طرفہ سحر بوالعجب آں نرگس بیمار داشت
شیخ شہر من بر آمد جامع اسلام و کفر — سبحہ زیب دست بود و در گلو زنار داشت
مرغ دل در شوق رویت دوش در منقار خود — صد نوائے دلفریبے ہمچو موسیقار داشت
پاک از نقش دوئی ہرگز نشد لوح دلش — شیخ ما در پیش روآئینۂ زنگار داشت
برہمن سوئے کنشت و شیخ سوئے خانقہ — ایں دل دیوانہ عزم خانۂ خمار داشت

باقر دل خستہ ات در انتظار مقدمت

چشم شوق آگیں براہت مایلِ دیدار داشت

چہا بطابعِ برگشتۂ خودم جنگ است	مرا ز تست تفاخر ترا ز من ننگ است	۵۶
عداوتِ دل تو با دلم بود قطرے	کہ جوہرِ دلِ من شیشہ و دلت سنگ است	
بپوش پیرہنِ عشق و گرد عقل مگرد	کہ تو بعقل نگنجی کہ جامہ اش تنگ است	
بہ پیش تو چہ مقابل شود مہ کنعان	کہ او بہ پلۂ حسنِ تو سنگ پاسنگ است	
بغیر ضربت افغاں نمی شود ظاہر	شرار عشق تو در سینۂ آتش سنگ است	
شگفتگی ز کجا ہمچو گل کہ عاشق تو	ہمیشہ غنچہ نمط در غمِ تو دل تنگ است	
تو زاہدی بغمِ عاقبت خوشا رندے	کہ فارغ از دو جہاں مست بادہ بنگ است	
بیا و یکدو قدح نوش کن تو ہم زاہد	بہ بیں کہ بادۂ گلگوں چگونہ خوش رنگ است	
دریں زمیں تو کنی تا کجا گہر سنجی	خموش خامہ و بس کن کہ قافیہ تنگ است	

بگو کہ حلقہ بہ بیروں در زند مسکیں

اگر ز صحبت بیچارہ باقرت ننگ است

رویت بہار گلشنِ جنت نثار یافت	زلفِ تو بوئے نافۂ مشکِ تتار یافت	۵۷
ای وامنم کہ دور ز قربِ تو جاں دہم	خوش طالع کسیکہ بہ بزمِ تو بار یافت	
خیرہ دو دیدہ آنکہ گشتہ سرمۂ ز طور	روشن دو چشم آنکہ ز کویت غبار یافت	
رحمے بدوری دل پُر درد من کہ او	دور از وصال تو نتواند قرار یافت	

چندیں جفائے دہر براہِ رضائے دوست

خوش نعمتے است ہر کہ دریں رہ گزار یافت

۵۸
کو در جہاں حسیں کہ بحسنت نثار نیست ازتیغ ابروئے تو چو من دلفگار نیست
بسمل نمط ز خنجر عشقت بخون طپاں سیماب وار از غم تو بے قرار نیست
آں دل کدام دل کہ بزلفت نشد اسیر واں سر کدام سر کہ بپایت نثار نیست
ساقی بجائے بادہ بدہ بوسہ لبت چوں لعل خوشگوار تو مے خوشگوار نیست
جانا بیا کہ در دل پر آرزوئے من بے جلوۂ جمال تو صبر و قرار نیست
در آرزوئے وصل تو بے صرفہ میکشم زاں بہر خوشم کہ در مے عشقت خمار نیست
در خاک جور گرچہ نہاں میکند حبیب پیدا درون خاطر عاشق غبار نیست
خواہد نظارۂ گل روئے تو طبع من مشتاق جلوۂ گل و باغ بہار نیست
کردم بہ دل یقیں کہ بود اختیار من لیکن بہ اختیار مرا اختیار نیست

یارب اگرچہ کوہ گناہ است بر سرش
نومید از تو باقر عصیاں شعار نیست

۵۹
سرو قدرا آں گل رعنا خراماں کرد و رفت یک دو ساعت خانۂ ما را گلستاں کرد و رفت
دیدمش روزے خراماں بر سر بام خودش روئے چوں گل در نہ دامانش نہاں کرد و رفت
بودہ ام گریاں بہ ہجرش ناگہاں آمد بہ بر ہمچو گل لعل و لب خوش رنگ خنداں کرد و رفت
دی بسوئے خانہ ام مستانہ آمد بے نقاب روئے را پوشیدہ در زلف پریشاں کرد و رفت
بر سرم مشکلکشا دوشینہ آمد از کرم مشکل ما را از لطف خویش آساں کرد و رفت

دوش در بزم حریفاں جلوہ گر شد ناگہاں
بزم را از چہرہ چوں آئینہ حیراں کرد و رفت

بلبلِ بے خان و ماں از کاوشِ فصلِ خزاں
در چمن صد نالہ و صد شور و افغاں کرد و رفت

از عدم آمد بہ ہستی باقرِ صورت پرست
در جہاں نظارہ روہائے حسیناں کرد و رفت

ز تابِ جلوہ اش بر من چہا رفت
ندانستم کہ ماہِ من کجا رفت

شبِ وصلش کشیدم چوں بہ آغوش
بجانِ او چہ از شرم و حیا رفت

زمین و آسماں ظلمت کدہ شد
ز پیشِ چشم چوں آں مہ لقا رفت

ز جوشِ شوق در کویش غبارم
چہا چابک تر از بادِ صبا رفت

مراں از در مرا اے من فدایت
اگر در خدمتت از من خطا رفت

چکاں از چشم زیں غم قطرۂ چند
کہ بیمارت بسوئے ملکِ فنا رفت

گرہ از کاکلِ پر خم کشادی
دلِ مسکیں دراں دامِ بلا رفت

مرا بارِ غمش باقر دو تا کرد
چہ گویم انچہ زاں زلفِ دو تا رفت

بجلوہ گاہ تو چشمِ ہر انس و جاں باز است
بمدحت تو زبانِ سخنوراں باز است

رسد بکوئے تو گر کشتۂ غمت شاید
کہ پیش روئے شہیداں در جناں باز است

نصیب من نبود خواب غیر خوابِ اجل
کہ ہر دو دیدہ براہِ تو جاودان باز است

اگر بدامن تو دست می‌نزنیم مرنج
کہ پیشِ اہلِ کرم دستِ سائلاں باز است

بانتظار قدوم مہ سفر کردہ — دو چشم من بہ سر راہ کاروان باز است
دلا چہ غم تو اگر رندی و خراباتی — کہ باب بخشش و رحمت بر عاصیان باز است
برنگ شانہ چو دستم نمی رسد چہ حصول — کہ طرہ ات برخ رشک گلستان باز است
فدائی ناز تو یک ساغر از کرم ساقی — کہ ہمچو کاسہ ام از تشنگی دہان باز است

چہ حالتست بگو باقر امشبت کہ ترا
بہ آہ و نالہ چو مرغ قفس دہان باز است

۶۲ ہرگز اے قاتل ترا — پیچ و تابے این چنین در جوہر شمشیر نیست
این مس جسمیں خودت در بوتۂ عشقش گداز — کیمیائے این چنین ہم این چنین تسخیر نیست
کے تواں ______ شربت خضرم اگر — در گلوئے تشنہ ام آبے از آن شمشیر نیست
کے کند ______ لب خشکیم خون جگر — ______ نیست
______ زود کن بر من نظر — ______ در مردن مرا تاخیر نیست
______ — ______ بہتر ازین تسخیر نیست
______ بناحق ریختی خون مرا — لایق فتراک تو این ناتوان نخچیر نیست
ہست خود بیچارہ در قید خیال زلف تو — وحشت دیوانہ ات را حاجت زنجیر نیست

عاشق روئے تو بسیار اند جانان در جہاں
لیک یک کس ہمچو باقر عاشق دلگیر نیست

۶۳ در فراق آہ غم و غصہ نہانم سوخت — در شب وصل دلم جلوۂ جانانم سوخت

نرگس چشم تو و سرو قد رعنایت
سنبل زلف و گل عارض تابانم سوخت

ترک یاد تو مرا دشنہ بدل برد فرو
از تو جانا نہ چنیں غفلت و نسیانم سوخت

تازہ شبہاست مرا گرمیٔ معشوق چہ غم
دود آہ سحری دفتر عصیانم سوخت

آتشے زد بمن شعلۂ حسن تو بدل
برق دنداں تو و آں لب خندانم سوخت

مار زلف تو گزیدہ است بدیدم در خواب
من کجا زلف کجا خواب پریشانم سوخت

جائے گل بے تو فشاندیم بہ گلشن در وے
دانۂ اشک شرربار کہ دامانم سوخت

بے تو اے رشک چمن دوش برفتم در باغ
گرمیٔ نالہ مرغان خوش الحانم سوخت

آمد آں شوخ چو با جامۂ زریں در بر
عرق گرم خجالت تن عریانم سوخت

من کجا یار من با رخ چوں شعلہ کجاست
خواب بے یار دریں فصل زمستانم سوخت

باقر آں مہ چو نہ شد شمع شبستانم دوش
تا سحرگہ چو چراغ ایں دل بریانم سوخت

۶۴

دیدہ چوں آئینہ در روئے تو حیرانی داشت
دل ز دست سر زلفت چہ پریشانی داشت

داد با غیر خدا عیش نشاط عالم
درد عشقت بمن خستہ دل ارزانی داشت

آں کہ بودست کہ بگذشت ازیں راہ کہ او
صورت حور رخ یوسف کنعانی داشت

بے گنہ کشت مرا طرفہ کہ از کردۂ خود
نہ خجل گشت مہ من نہ پشیمانی داشت

ہست امروز تہہ خاک مذلت در گور
آنکہ دیروز بسر تاج جہانبانی داشت

رفت بیچارہ و خاموش تہ خاک بخفت
آنکہ در زیر نگیں ملک سخندانی داشت

تا ز پردہ نہ فتد شاہد ایں راز برون — دل خوں گشتہ غمِ عشق تو پنہانی داشت
شکر تعمیر خودم چیست کہ چوں میسنگرم — وسعت آبادِ جہاں میل بہ ویرانی داشت
چوں کفیلم نشود رحمت یزداں کہ دلم — حب محبوب خدا حضرت جیلانی داشت

ہر کسے غرہ بہ اعمال خودش ہست و نظر
باقرِ خستہ سوے رحمت یزدانی داشت

۶۵ دور است گلزارِ رخش باغ و بہار من کجاست — نادیدہ ام سرو قدش آں گلعذارِ من کجاست
شد شاہدِ گل در چمن اندر نظرہا جلوہ گر — در جوش شد فصلِ بہاراں نو بہارِ من کجاست
سرگشتہ ام در جستجو ہمچوں غبارِ کارواں — اے جبہ فرسائے درش بر گو کہ یارِ من کجاست
تا دور گشتم از برش و ز قرب او ماندم جدا — تاب و توانِ من چہ شد صبر و قرارِ من کجاست
چوں آستانش بوسم و چوں جبہ سایم بر درش — تا درگہِ والائے او یا رب گذارِ من کجاست
بے جلوۂ نورِ رخش بے نور بزمِ میکش است — آں مست نازِ خود کجا آں میگسارِ من کجاست
گل شد بعارض غازہ کش سنبل بگیسو شانہ زد — گلزار شد گل پیرہن گلگوں عذارِ من کجاست
شد مانعِ وصلم چنیں زینگونہ جوشِ غیرت است — آں شاہدِ خلوت نشیں عصمت شعارِ من کجاست
در راہِ او شد عدم آخر چو گردِ کارواں — ای وا امیدانم چہ شد مشتِ غبارِ من کجاست

اے رحمتِ عالم بگو گاہِ شفاعت روزِ حشر
آں باقرِ دل خستہ عصیاں شعارِ من کجاست

۶۶ طیلسانِ نہ توِ افلاک دو دے بیش نیست — مرکزِ ایں عالمِ فانی نمودے بیش نیست

کجا د ــــ برائے حق کجا ــــــــ
نقش زنگارنگ عالم ہست ــــــــ

جلوہ گر در تفرقہ ہم جمع ذاتِ مطلق است
ــــــــــــــــــــــــ

کارِ تو سجودے بیش نیست ــــــ
ایں ہمہ تلویں کہ می بینی نمودے بیش نیست

ایں تعینہا کہ می بینی نمودے بیش نیست
ــــــــــــ بیش نیست



ردیف ثا

از شکوہ لب بہ بند و مکن پیش یار بحث
بر خاطرش ملال رساند غبار بحث

از نسبتِ مشابہتِ روئے و موئے تو
دارند در مفاصلہ لیل و نہار بحث

گر ہمکنار میشویم از تو لطفہا است
ورنہ نمیکنم پئے بوس و کنار بحث

آں شوخ نکتہ سنج نہ ملزم بہیچ شد
کردم پئے ثبوت جفایش ہزار بحث

از خفہ لبت در تقریر بر فشاں
کز لعل نوشخند بود خوشگوار بحث

زاہد حدیث زہد مگو پیش میکشاں
اینجا مکن مگر ز مئے خوشگوار بحث

لب تشنہ ماندہ است ازاں آب زندگی
دارد دہانِ زخم ز شمشیر یار بحث

قطعِ امید کردہ ام از طالعِ زبون
با من عبث کند دلِ امیدوار بحث

امشب سخن ز زلف تو گویند اہلِ بزم
دارد ہزار نافہ چیں در تتار بحث

باقر بکام اگر نرسیدی نمیتواں
با بخت جنگ کردن و با روزگار بحث

ردیف جیم

با عارضت به گلشن و گلها چه احتیاج — با چشم تو به نرگس شهلا چه احتیاج

بیتابیِ دل است که جاں برلبم رساند — اینک بیا بوعدهٔ فردا چه احتیاج

دارم دلے زداغ تو رنگیں تراز بهار — ما را بسیر گلشن و گلها چه احتیاج

مخمور و مست نرگسِ مستانهٔ توایم — ما را بساغر و می و مینا چه احتیاج

شد زندهٔ ابد بجهاں کشتهٔ غمت — جاں دادهٔ ترا بمسیحا چه احتیاج

خوش جامهٔ ایست برتنش از خاک کوچه ات — دیوانهٔ تراست به دیبا چه احتیاج

مسجودِ یک جهاں بتِ نصرانیم بود — ایں عقیدهٔ ات ترا بکلیسا چه احتیاج

حسنِ ترا بزینت و زیور چه حاجت است — با غازه جلوهٔ رخِ مه را چه احتیاج

باقر بساز با غم و دردِ دلِ حزیں
بیمار عشق را بمداوا چه احتیاج



ردیف حا

از غیرتِ رخِ تو شود در نقابِ صبح | هان پیش جلوه ات چه کند آفتابِ صبح
بالائے بام بود مہِ من بخوابِ صبح | گرمِ نظارہ بود ز چرخ آفتابِ صبح
ابرواست بر رخِ صنمِ مہ لقائے من | یا مطلعے بود بجبینِ کتابِ صبح
باشد شبِ وصال چہ کم گر دوائے فلک | گر اندکے بدیہ کشد فتح بابِ صبح

باقر بہ پیش جلوۂ روئے نگارِ من
چوں ماہتاب صبح بود آفتابِ صبح

۲ غنچۂ دل بر کشاد بوئی گلستانِ صبح | آتش گل بر فروخت جنبشِ دامانِ صبح
باشد یعقوب وار کشتۂ شامِ غمش | گرچہ بود آفتاب یوسف کنعانِ صبح
بسکہ شبِ ہجر شد چو قیامت دراز | سوخت دلم را چو شمع آتشِ ہجرانِ صبح
ہست بلندی گرا دولت صافی دلے | گشت سر آفتاب بہرِ سلیمانِ صبح
از عرقِ انفعال آمدہ شبنم فشاں | پیش رخت چوں قمر مہر درخشانِ صبح
از گل رویت جدا آہ کز از یاد تو | نالۂ شبہائے من نالۂ مرغانِ صبح

دید چو نورِ رخش چشمِ سحر باقرا

دست جنوں چاک زد طرف گریباں صبح

کدورتِ دل خود شستم از صفائے قدح ۳ بدیده سُرمه کشیدم ز خاکپائے قدح

ز توبه گشته خجل ہمچو سنے همی نالم که وائے وائے صراحی و ہائے ہائے قدح

لبالب است دلِ من ز حسرتِ مینا نیامده است بسر ہیچ جز ہوائے قدح

ہلاک خندۂ جام و می است جان و دلم مباد کس چو منِ خسته مبتلائے قدح

چه گومیت چه جگر تشنه اُمیم ساقی بکام من بچکان رشحۂ زلائے قدح

رسید محتسب شهر و جام می بشکست بنالم و بکنم گریه در عزائے قدح

بگردش آر و برُوں سازم از خودی ساقی بگیر نقد دل و دیں برو نمائے قدح

ہوا خوش است و خنک خاسته است ابر بہار بصحن باغ بده ساقیا صلائے قدح

بیک دو جرعۂ می زندۂ ابد سازد بلا مینا شوم فدائے قدح

گہے ز پیرِ مغاں خواستم گہ از ساقی چه گومیت که چه خوں خورده ام برائے قدح

صفائے دل بدہد ذکر نام می باقر
بیا گزار به پیرِ مغاں دعائے قدح

متاع جان و دل افشانده ام بپائے قدح ۴ مباد کس چو منِ خسته مبتلائے قدح

شکست ساغر می لیک محتسب را بیں که سوگوار نشسته است در عزائے قدح

تو از کرم دو سه جامے اگر دہی ساقی متاع دین و دل آرم برو نمائے قدح

به بزم باده چناں مست و بیخود افتادم که دست بر شیشه بود و سر بپائے قدح

بخلوتِ تو چساں پا نهیم اے زاهد بمیکده به نهادیم سر بپائے قدح

کمال تشنه جگر خشک لب منم ساقی صراحیِ می نابم بده بجائے قدح

زبس که دست طلب چوں تو بسته ام باقر
ز آستیں نکشم دست جز برائے قدح

میشود روشن دلِ صاحبدل از تنویرِ صبح شد طلائے خالصِ خورشید از اکسیرِ صبح

ترسم از طولِ شبِ هجراں که آں خانه خراب میفشارد آه در دل ناخنِ تاخیرِ صبح

هر سعادتها که خواهی زیرِ دامانِ وے است تا توانی کوشش شبها درپے تسخیرِ صبح

موشگافِ نکتهٔ زلفت بود اوراقِ شام حلّ متنِ عارضت میگردد از تفسیرِ صبح

جلوه گاهِ صورتِ خورشید گردد سینه ات گر کنی نقشِ نگین لوحِ دل تصویرِ صبح

صبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا از تهِ دل حرمتِ روئے سپید پیرِ صبح

شد گریباں گیر عزمم لذتِ خوابِ سحر گرچه شد قرعِ صماخم نعرهٔ تکبیرِ صبح

می تواں گفتن یکے با مدعیِ لاف زن گو چنیں رنگیں غزل رشکِ صفائے شیرِ صبح

جلوهٔ حسنِ تو ویراں کرد ایوانِ سحر خشتها از مهر باید تا کند تعمیرِ صبح

با نشد ششِ روزِ زباں ذکرِ صفائے عارضش
گوش کن باقر تو از جان خوبیِ تقریرِ صبح



ردیف دال

شمع را آتش رخسار تو پروانہ کند
شیشہ را پرتو حسنِ تو پریخانہ کند

آب سازد جگرِ می غم لب خشکیِ من
حسرت تشنگیم خون دل پیمانہ کند

این چنین عشوہ فروشند اگر مغبچگاں
سجدہ ہا کس نہ چساں بر درِ میخانہ کند

جلوۂ شمع عذار تو دلِ عاشق را
پاک پروانہ صفت سوزد و پروا نہ کند

آہ کاں شوخ بہ حسرت بہ پسندد ہمہ عمر
رحم یکرہ نہ بحالِ دلِ دیوانہ کند

در شب ہجر چو بسمل بطپاند در خاک
ور شبے جلوہ دہد صبح بہ افسانہ کند

پائی از سر بتواں کرد بہر گام کسے
سفرِ عشق کہ از ہمت مردانہ کند

فیضِ طبعِ چمن آرائے جہاں را نازم
کو چو گل پرورشِ سبزۂ بیگانہ کند

ویشب کہ غیر با تو بہ بزم شراب بود
مشکیں دلم بر آتش غیرت کباب بود

در سیب غبغبت مہ من طرفہ آب بود
در بوسہ لبت مزۂ شہد ناب بود

لطفِ گلِ وجودِ و بہاران این چمن
بودہ است بوئی غنچہ کہ پا در رکاب بود

گر بادہ خوردہ ایم بنہ عذر زاہدا
فصلِ بہار و مستی و عہدِ شباب بود

شب بوسهٔ ازاں لب شیریں بخواستم — آں شوخ تا سحر ہمہ خشم و عتاب بود
گردید عطر ساز نسیمش مشام جاں — گیسوئے عنبریں تو یا مشک ناب بود
سرخیل خواجگاں نشود چوں بروز حشر
باقر غلام بارگہِ بوتراب[۲] بود

۳
دل بے غم یار خوش نباشد — جان بے دلِ زار خوش نباشد
ساقی و شراب و گلشن و گل — بے روئے نگار خوش نباشد
گر خود تو کنی کنارہ از من — حورم بکنار خوش نباشد
در شہر خودم بخواں کہ بے تو — ایں شہر و دیار خوش نباشد
خوش گفت کسے کہ گفت باقر
بے یار بہار خوش نباشد

۴
دل رخت حق نماست میگوید — جلوہ کبریاست میگوید
کشتہ برکشتہ دیدہ خلق ہمہ — کوچہ ات کربلاست میگوید
ہر لب زخم آب تیغ ترا — وہ چہ آب بقاست میگوید
دید نرگس جمال روئے ترا — جان بہ جنت فداست میگوید
بوسہ لب چو خواہم از خندہ
باقر ایں ناروا است میگوید

۵
حق زبزم توام جدا نکند — من و دوری زتو خدا نکند

شکوهٔ او کجا برم اے وائے	خود اگر فصل ماجرا نکند
انچہ توکردهٔ بما اے دوست	آشنائے بہ آشنا نکند
وائے قسمت کہ آں سراپا ناز	نظرے سویم از حیا نکند
چیست تدبیرہا کہ ہیچ طبیب	مرضِ عشق را دوا نکند
در فراقِ تو دل چساں ای شوخ	جامہ صبر را قبا[1] نکند
چکند ہر کہ دید روئے ترا	سر بپایت اگر فدا نکند

دل عبث دادهٔ باو باقر
خوبرو با کسے وفا نکند

بکن یارب دل افگارِ محمدؐ	مدہ دردے بجز آزارِ محمدؐ
دلم را کن جنبرارِ محمدؐ	منوّر کن ز انوارِ محمدؐ
شکست ہنگامۂ خضرو مسیحا	بدورِ روز بازارِ محمدؐ
خوشا چشمے کہ شد محوِ تماشا	برخسارِ گہر بارِ محمدؐ
چہ صحت بخشدم داروی عیسیٰ	مرا جانست بیمارِ محمدؐ
صبا بہر دلِ پژمردهٔ من	رساں بوئے ز گلزارِ محمدؐ
خدایا جلوہ اش بنما کہ ہستم	بسے مشتاق دیدارِ محمدؐ
زمیں را آسماں خوانم کہ گردید	بسے پامال رفتارِ محمدؐ
صماخ گوش او شد خفتهٔ در	شنید آنکس کہ گفتارِ محمدؐ

[1] قبا کردن بمعنی چاک کردن (بہار عجم) ۱۲

خدارا اے نسیمِ صبح یکرہ
بخواں حالم بہ سرکارِ محمدؐ

نہاں کن سوزنِ خود اے مسیحا
کہ دارم در جگر خارِ محمدؐ

شفا بخشد بہ بیمارم بیکدم
نگاہِ چشمِ بیمارِ محمدؐ

عطا کن اے خدا آں چشمِ پاکم
کہ باشد محوِ دیدارِ محمدؐ

کسے بے بہرہ و محروم از تو
نشد اے رحم بسیارِ محمدؐ

چہ کم گردد کہ پرسد حالِ زارم
لبِ لعلِ شکر بارِ محمدؐ

بہ امیدیکہ میدارم شب و روز
جبینِ سایم بہ دربارِ محمدؐ

اگر خواہی مرادِ خویش باقر
بکن ہر لحظہ تکرارِ محمدؐ

۷

اگر یک ذرہ از کویت بدامانش غبار افتد
صبا چوں نکہت گلہا بہر سو مشکبار افتد

شب آں گل پیرہن در خانۂ ما جلوہ فرما شد
بہ آں رنگے کہ در گلشن گزار نو بہار افتد

براہش نقشِ پا گشتم ز بختِ بد نشد ہرگز
غبارِ مقدمش یکرہ بچشمِ انتظار افتد

ہر آنکو میکند یکرہ تماشائے گلِ رویش
بہارِ باغ و بستانش ز چشمِ اعتبار افتد

بگردِ خطِ سبزت جنبشِ گیسو بداں ماند
کہ زنگی سیہ مستے بسیرِ سبزہ زار افتد

تلافی جدائی میکنم گر بعد مردنہم
گذارِ او یکے از ناز بر خاکِ مزار افتد

تماشایت یقیں باشد اگر در روزِ محشر ہم
بکامم تلخی ہجراں چو وصلش خوشگوار افتد

فراق از درد دل اندر میانِ جسم و جاں سہل است
مبادا ہیچکس یارب جدا از بزمِ یار افتد

بہ تسلیم رضایش گر نسازد چوں کند باقرؔ
بدستِ غیر ہر کس را عنانِ اختیار افتد

۸
خوشا سرے کہ خیالت در و مکیں گردد　　نہ ہے دلے کہ پے نام تو نگیں گردد
نمی رود ز علاج مسیح دردِ سرم　　مگر کہ خاک درت صندلِ جبیں گردد
دہد فریب و فرستد بمن نویدِ وصال　　ز سادگی من دلخستہ را یقیں گردد
تو واعظا بکن ایں قصہ مختصر کہ نشد　　یکے ہزار زپندِ تو دلنشیں گردد
عذاب تنگی گورش ہمی شود قسمت　　چو کشتۂ دہنت دفن در زمیں گردد
جدا ز بزم خودم کردی و ندانستی
کہ حالتم بفراقِ تو ایں چنیں گردد

۹
چہ می پرسی ز احوالم چہ گویم داستانِ خود　　عیاں چوں شمع میسوزم من از دردِ نہانِ خود
زبس گردید صلحِ کل سرشت طبع بے کینم　　ندارم فرقے اندر دوستان و دشمنانِ خود
اگر داند خضر ذوقِ براہت جاں سپردن را　　ہمیا زد فدائے مرگ عمرِ جاودانِ خود
منم آں بلبل شیدا کہ دور از جلوۂ گلہا　　ز آہِ آتشیں آتش زدم در آشیانِ خود
من دریں دشتِ وحشت خیز با بے ہمرہاں افتد
جرس آسا ہمی نالم جدا از کاروانِ خود

۱۰
کسے مشاہدۂ صنعتِ الٰہی کرد　　نظر بروئے تو چوں چشم صبحگاہی کرد
نداشت دست ز قتلم دو چشم سفاکش　　نگاہِ شوق بسے گرچہ عذر خواہی کرد

صفائے آئینۂ طلعتِ ترا نازم
که مه به پیش توا قرار رُو سیاهی کرد

بعشقِ قانع بخونِ دلم نمی خواهم
غذائے خویش چو منعم زمرغ و ماهی کرد

شده است دیدۂ نرگس ازاں سبب بے نور
که پیش چشم تو دعوی خوش نگاهی کرد

نبوده است چنیں خشمگیں ز عذر گناہ
دلِ حزیں عبث اظهار بیگناهی کرد

۱۱

شب بے تو تا سحر دلِ شیدا طپیده بود
لختِ جگر ز دیدۂ پرخوں چکیده بود

جانا بیا بیا ز کجا میرسی بگو
شب با که بوده گلِ وصلت که چیده بود

در گوشۂ فراق نه کس بود همنفس
ما بوده ایم وایں دل حسرت کشیده بود

دور از رخت چگونه قرارت بود بگو
آں خستهٔ که پهلوئے تو آرمیده بود

آبے نداشت با تنِ صافی تو یاسمیں
گلها به پیش روئے تو رنگِ پریده بود

رسوائے شهر گشت به عشق تو عاقبت
بیچاره دل که گوشۂ عزلت گزیده بود

زاں نور عارضے که کند جلوه در نقاب
خیل فرشته دامن عصمت دریده بود

چوں من که هست بے هنرے هیچکاره
تا **باقر** ایزدم بچه کار آفریده بود

۱۲

گل کرد موسمِ گل رطلِ گراں تواں زد
ساقی صلائے عیشے در بوستاں تواں زد

تا کے علم براوجِ عیشِ جهاں تواں زد
از آه گرم برقے دریں و آں تواں زد

در تنگنائے هستی اے دل چه مست خوابی
بیدر رد خیمه بیروں زیں خاکداں تواں زد

واعظ ز نطق عیسیٰ افسانہا چہ خوانی | حرفے ز لعل نوشش آں جانِ جاں تواں زد
از مین ہمتِ شاں ہر مشکل است آساں | دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد

آں جا کہ عشق بخشد معراج سربلندی
سرِ پا بذوق مستی بر فرقداں تواں زد

۱۳

خیالِ قامت او در دلِ افگار میگردد | بہ اندازے کہ گوئی سرو در گلزار میگردد
نظر بکرہ بمن لے آنکہ از فیضِ نگاہِ تو | برنگ غنچہ وا صد عقدۂ دشوار میگردد
ندیدم جلوۂ رویت بخواب اے وائے محرومی | نصیبِ من کجا ایں دولتِ بیدار میگردد
زباں ہر چند وقتِ جلوہ اش بکشاید از حیرت | بعرض مدعا شوقم لبِ اظہار میگردد
برویش گریہ ہا ہر چند آبے میزند لیکن | کجا بختِ من از خوابِ گراں بیدار میگردد

نباشد دل چساں مشتاق اشعارِ خوشت باقر
کہ شیریں کام جاں زیں شیوۂ گفتار میگردد

۱۴

عشوہ و غمزہ و ناز وصفِ فرگانے چند | غارتِ کشورِ دل ساختہ ترکانے چند
جلوہ گاہِ رخ خوبِ تو بود دیدہ و دل | دارم از دولت حسنِ تو پرستانے چند
ز دست روشن ہمہ دیر و حرم و خانۂ دل | یک فروغ است کہ شد شمع شبستانے چند
مطرب امشب بہ نئے از نغمہ ام آہنگ دمید | گز دمِ گرم دلم سوخت نیستانے چند
نہ ہمیں کشتۂ نازِ تو عزیزِ مصر است | ہست بر گردن تو خون عزیزانے چند
اندریں فصلِ گل اے ناصح ناداں چہ کنی | پند توبہ ز پئے توبہ پشیمانے چند

گاه در حلقهٔ زلف وگهے در چاہ زنخ | یوسف دل شده زندانی زندانے چند
جلوه از نازنفرما بسوئے منتظراں | تا فشانند به پائے تو دل و جانے چند
چند داریم نہاں راز محبت که زنند | ہر خدنگِ مژه ات زخم نمایانے چند
زہر باشد به مذاقش خود اگر تریاق است | نیست بیمار تو منت کشِ درمانے چند
وه چه نیرنگی عشق است که با دیدهٔ تر | دارم از زخم سنانت لب خندانے چند

باقرؔ از بس نے کلکِ تو حلاوت بار است
آب گردند ز غیرت شکرستانے چند

۱۵ سوسن بچمن یاد گلِ روئے تو میکرد | سنبل سخنِ زلف سمن بوئے تو میکرد
زد تاب دگر رشتهٔ دیوانگیم را | ہر شانه که مشاطه بگیسوئے تو میکرد
شد رشته بپیوند گلوئے سرگرداں | آہے که اسیرِ خم گیسوئے تو میکرد
اے وائے که بیمارِ غم عشق تو از جاں | میرفت و ز حسرت نگہے سوئے تو میکرد
از سوزنِ عیسیٰ نه پذیرفت رفوئے | زخمیکه بدل غمزهٔ جادوئے تو میکرد

شد شیوهٔ تو بسکه تماشائے حسیناں
باقرؔ دل شیدا گله از خوئے تو میکرد

۱۶ بهر بزمے نقاب از عارضِ خود یار بکشاید | بچشم عاشقاں صبحِ قیامت بار بکشاید
به بندد خوں ز غیرت در جگر صد نافهٔ چیں را | گره را چوں صبا زاں طرهٔ طرار بکشاید
من آں میخوردهٔ رندم که از فیضِ نگاهِ من | برنگ غنچه گلہا در خمار بکشاید

فتد در خرمنِ جان و دلِ گروہیاں آتش | بہ آہ و نالہ لب را چوں دلِ بیمار بکشاید

بہ بندد بلبلِ دلخستہ منقارِ ترنم را
بہر جا خامۂ باقر لبِ گفتار بکشاید

۱۷

لب ہر غنچہ بگلزار اگر میخندد | دہنِ زخم من اینجا بجگر میخندد
چشم از حسرتِ دیدار تو خوں میگرید | زخمم از شوق سنانِ تو شکر میخندد
نسبت طرفہ بہ اضداد بود طبع مرا | خیر بر حالت من گرید و شر میخندد
گزراں تر بود از برق اگر خود سبک است | غفلت آرا بخرامِ تو شرر میخندد
گر گشاید دلم از جلوۂ رویت چہ عجب | لب ہر غنچہ بہ نزدیک سحر میخندد
ماندہ حیرت زدہ صاحب ہنراں در کارم | کہ ہمہ عیبم و عیبم بہ ہنر میخندد

باقر اندر سخنِ نغز حلاوت بارت
لذتے ہست کہ بر شہد و شکر میخندد

۱۸

دل ہر قدر کہ نالہ و فریاد میکند | ترکِ جفا شعار رم بیداد میکند
لعل لبش کہ خندہ بجالم زند مگر | تدبیر واشدِ دل ناشاد میکند
ہر مرغ خوش ترانہ بگلہا دریں چمن | ذکرِ جفا شعاریِ صیاد میکند
نازش جفائے تازہ دہر لحظہ غمزہ اش | قانون فتنۂ دگر ایجاد میکند
نازد بخویش خوبی از وحق بدست اوست | گر ناز ہا بحسن خداداد میکند
دستے کشادہ ام کہ بدستِ سبو دہم | تا پیر میفروش چہ ارشاد میکند

بر دوش بر فگنده یکے دام زلف را تسخیر صد ہزار پریزاد میکند

ہر لحظہ آں نگار فراموش کار را
باقر عبث عبث دلِ من یاد میکند

۱۹ از درد دلِ زار پس از مرگ رہا شد بیمار مرا کنج لحد دار شفا شد

دینداری و کفر است پئے کافر و دیندار وین مذہب عشق است کہ مخصوص بما شد

شد صبح قیامت بہ نظر جلوہ گر امروز تا بند قبا از تن سیمین تو وا شد

بر شمس و قمر سکہ زند داغ جبینش ہر کس بہ ارادت بدرت ناصیہ سا شد

جانا بدل سنگ تو ہرگز نہ اثر کرد از جوشن افلاک بروں تیر دعا شد

تا دامنِ او گر نرسیدہ است چہ حاصل گر اوج غبارم ہمہ بر اوج سما شد

فارغ شدہ از قید دو عالم دلِ شیدا تا بستۂ آں سلسلۂ زلف دوتا شد

شب بتو ہمہ شب مہِ من با تو چگویم بر جاں حزینم کہ چہا رفت و چہا شد

بر روئے حسینان جہاں باز نہ افتد چشمیکہ تماشائی آں حور لقا شد

از باقر شوریدہ سرِ خستہ چہ پرسی
جاں داد بعشق تو براہِ تو فدا شد

۲۰ بہ نخلِ ایں چمن کے بلبلِ من آشیاں گیرد برنگِ غنچہ از تنگی دلم زیں گلستاں گیرد

تو در دستِ رقیباں میدہی دستِ حنائی را مرا از فرط غیرت آتش اندر مغز جاں گیرد

نشاں نخچیر میگردد خدنگ مژگ شادی را چو آں صید افگنم در دست خود تیر و کماں گیرد

زکہسار آمد ابر تو بہاراں کو سبک روحے　　کہ در گلشن رسد مستانہ و رطل گراں گیرد

زبس خو کردہ ام بے لعل شیرین تو خو کردن　　مرا اندر گلو حلوا برنگ استخواں گیرد

فغاں کز دور باشش حسن حال دل بہ پیش او　　بگفتن در نمی آید وگر گویم زباں گیرد

بسان باقر بیدل غریق بحر عصیانم
خدایا دستگیرے کو کہ دست بیکساں گیرد

زفیض مقدمت جاناں گل از خاشاک میروید　　زعکس قامت تو سرو ناز از خاک میروید

پریشاں سنبل از گل در ہوائے کاکلت خیزد　　بشوق جلوہ ات گل با دل صد چاک میروید

ببیں تاثیر ہائے انتظار بے شمار من　　گل نرگس پس از مردن مرا از خاک میروید

مگر خوئی دل بیرا او کردہ است دریوزہ　　گل جور و جفا کز گلشن افلاک میروید

گل عنابی سرہائے شہیدان وفا ہر دم　　بشاخ خنجر تو اے بت سفاک میروید

چناں در خاطرش رو کرد عشق من کہ تو گوئی　　کہ تخمے در زمیں کارند و بر افلاک میروید

زچین ابروئیش ہر چند زہر تلخ میبارد　　زشکر خندۂ او ہر نفس تریاک میروید

زبس بگریستم بے تو پس از مردن زخاک من　　بجائے نرگس ای جان دیدۂ نمناک میروید

جدا سازد سرم چند انکہ از تن شہسوار من
سرے دیگر ز جسدم باقر از فتراک میروید

محرم معنی صد شیوہ جادو گردد　　غمزہ چوں ہمدم آں چشم سخن گو گردد

چوں رخ قبلہ نما روئے سوئے تو گردد　　دل شود اندہ ہر جا و بہر سو گردد

سایۂ گر فتد از وحشت حالم بہ چمن سرو تمکین خرامش دم آہو گردد

نتواں رست ازیں سلسلہ ہرگز یارب کس مبادا کہ اسیرِ خمِ گیسو گردد

قتلم از تیغ تو خود راحت جانست ولے انچہ ترسم کہ نہ آں ساعد و بازو گردد

بنشیں ذرہ بہ پہلوشں کہ بیمار ترا حالتے ہست کہ پہلو نہ بہ پہلو گردد

تیغ بر فرق سرِ دیں مسلماں راند شانہ چوں درخمِ آں کاکلِ ہندو گردد

جنبشِ ناز کجا عشوہ و انداز کجا

من گرفتم کہ مہِ نو خمِ ابرُو گردد

۲۳

بکوئے تو بود گر در جہاں آسودگی باشد بگردِ کعبہ گشتن حاصلش فرسودگی باشد

جمالِ عارضِ گلہا کشد آخر بنقصانے ترا پیوستہ حسنِ روئے در افزودگی باشد

زآبِ زہد و تقوی شستہ شد دامن حریفاں را مرا تا چند یارب خرقہ در آلودگی باشد

گدائے کوئے جاناں شو کہ کام دو جہاں یابی بخود چیدن بتاجِ خسروی بیہودگی باشد

باہلِ فیض لازم میشود در دسرِ نقصاں کہ شاخِ صندلے پیوستہ صرفِ سودگی باشد

چہ حاصل از سجودِ کعبۂ ایماں کہ باقر را

نہادن سر بپایت مایۂ بہبودگی باشد

۲۴

آنرا کہ نفس و بال باشد کے خواہشِ ملک و مال باشد

در مجلس دوست بادہ خوردن در مذہب ما حلال باشد

زہرے کہ بہ آب خنجر تست در کامِ دلم زلال باشد

دارد مزہ کہ شہد و دشنام | از قند لبت سوال باشد
قدِ تو کہ ثمرۂ وجود است | در گلشن جہاں نہال باشد
پنہاں نظرے بسوئے عشاق | زاں چشم چہ احتمال باشد
آنے و بفرقتت زمانے | غیرت دہِ ماہ و سال باشد
بیصرفہ بخود کہ ہمچو بادہ | خونِ ولمت حلال باشد
کن محو بغمزہ ہستیٔ ما | از ما اگرت ملال باشد
داری ستیشے زیادہ امروز | شیدا دلِ من چہ حال باشد
شیدا سے روئے و ابروِ تست | گر بدر و گر ہلال باشد

باقر تو مگر مرید عشقی
طرزِ سخنِ تو دال باشد

۲۵
زنسیم نخل طوبیٰ نہ چناں رمیدہ باشد | کہ بسایۂ قد تو دلم آرمیدہ باشد
تو بیا پئے نمازش کہ مریض دردِ عشقت | بعدم شتافت امشب خبرت رسیدہ باشد
نہ چگونہ پارہ زیں غم بلجد کنم کفن را | کہ بمرگ من گریباں چو توئے دریدہ باشد
تو عتا بہا بقاصد بکنی و من بدل خوش | کہ بکام دل حدیثے زلبت شنیدہ باشد
بمذاق تلخ دارد مزۂ نشاط عالم | دل ہر کہ لذتِ غم بجہاں چشیدہ باشد
ہمہ تن ز جوش خجلت کند آب عطر گل را | عرقیکہ از جبینت ز حیا چکیدہ باشد
نشد از قضا نصیبِ دلِ ناشکیب باقر

که بکامِ خود زمانے به برش کشیده باشد

۲۶ زبند درد هر آں دل که رسته می آید　　زبند غمزه ات آخر شکسته می آید

چه جائے مرغ دلِ من که طایرِ قدسی　　بدامِ حلقهٔ زلفِ تو بسته می آید

زبسکه بسته رهِ آنجا هجومِ دل آں شوخ　　زکوئے خویش برون جسته جسته می آید

شکار افگن ما بین که دام زلف بدوشش　　بعزم صید من پا شکسته می آید

به بیں بگوشهٔ چشمش که سوئے تو باقر
زجلوه گاه دو عالم گزشته می آید

۲۷ درِ معنی بروئے صفحه چوں کلکِ من افشاند　　نے کلکم زِ استغنا به نیساں دامن افشاند

زبس گلچینِ حسن گلعذارے بوده ام گلشن　　شود گر خاک من بادِ صبا در گلخن افشاند

برنگِ سبزهٔ خوابیده جان تازه باید　　هر آنکو جاں بپائے آں بتِ نسرین تن افشاند

هلاکِ جلوهٔ آں شهسوارِ آسماں سیرم　　که ماهِ نو دل و جان را بنعلِ توسن افشاند

دیت ها داده باشد شوخ سفاکم اگر یکره　　شهیدانِ محبت را گلے بر مدفن افشاند

لب زیبِ مسی را چوں تبسم آشنا سازی　　چمن زارِ ادا ها صد بهارِ سوسن افشاند

صفائے گوهرِ آویزهٔ گوشش ترا نازم　　که بر هر دانه اش عقدِ ثریا خرمن افشاند

هوادارِ صبا گردیده ام باقر که تا یکره
غبارِ مقدمش چوں سرمه در چشمِ من افشاند

۲۸ گشته در گریه مرا مو چو رخِ یار سفید　　پیش چشمم نشود ابرِ گهربار سفید

سوخت خونم زتف عشق بدانساں کہ مرا | تارہائے رگِ جاں گشتہ چو زنار سفید
می تواں ساخت بایں بخت سیاہت کہ دلا | بخت عاشق نشود چوں دلِ بدکار سفید
ایں قدر از نشۂ حسن سیہ مست مشو | زانکہ روزے شود ایں طرۂ طرار سفید
عطر بیز است بدانساں کہ نگردد ہرگز | پیش زلفِ سیہت نافہ تا تار سفید
از خیالِ خطِ سبزِ تو صفا یافت دلم | روئے آئینۂ ما گشت ز زنگار سفید
قدر و قیمت نہ نہد نقد دل و جان بر تو | چوں شود پیشِ رخت روئے خریدار سفید

باقر ایں از چہ مقام است کہ کس را نشود
پیشِ رنگیں سخنت نغمۂ گفتار سفید

۲۹

کافرِ عشق تو اے کاش دلِ زار شود | تارِ زلفت بہ گلو رشتۂ زنار شود
چشم بالا کنم و جلوۂ رویت بینم | تو سرِ بام مرا جا تہہ دیوار شود
گرد آں مہ چہ عجب گر بنشیند اغیار | دیدہ باشی بچمن پہلوئے گل خار شود
امن از جملہ بلا ہا ز خدا میخواہم | غیر از عشق دگر ہیچ نہ آزار شود
کہنہ زخمِ دل من بہ نکند ہیچ دوا | خطِ سبزِ تو مگر مرہمِ زنگار شود
ہفت دریا اگرش بر رخ و بر سر ریزند | طالعِ خفتہ محال است کہ بیدار شود
حرفِ باطل چہ خیال است کہ گوید حق گوے | گرچہ منصور سرِ او بہ سرِ دار شود
چند ازیں درد بنالم کہ مرا نخلِ امید | سرو آسا نہ گہے با ثمر و بار شود
چشمۂ نوش بود لعلِ لبِ شیرینت | دہ زلالے کہ دوائے دلِ بیمار شود

بس خطرناک بود وادیِ عشق تو چناں
طے بہ بینم زمن این وادیٔ پرخار شود

لذتِ می بہ چشی گر توبہ رنداں زاہد
رہن میخانہ تراجبہ و دستار شود

دست بردار زجور اے بت سنگیں دلِ من
چند ازیں پیشہ دلِ زار من افگار شود

بستہ ام رخت سفر جانب منزلگاہت
استلام تو کنم بخت من ار یار شود

پرحذر باش از آہ دم کہ مرا در دلِ شب
گرم روسوئے فلک آہِ شرر بار شود

ناتوانی اگر این ست چہ گویم پس ازیں
بر درت آمدنم آہ چہ دشوار شود

باقر آزاد بود کے رسد آں وقت خوشے
کہ بدامِ سرِ زلفِ تو گرفتار شود

۳۰
شگفتن یکدمے زاں لعل خندانم نمی آید
علاجِ دردِ دل از آبِ حیوانم نمی آید

فراق از حد فزوں گردید و جانانم نمی آید
ندارم چارہ جز مردن کہ درمانم نمی آید

توانم داشتن در سینہ رازِ عشق را پنہاں
چہ سازم ضبط اشک از چشم گریانم نمی آید

بتقویٰ سر برافرازی بزہدِ خشک مینازی
برو زاہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید

خوشا وقتے کہ شاخِ گل مرا بود آشیاں ہمدم
دریں ویرانہ ہم بوئے زبستانم نمی آید

زدستِ وحشتِ دل نیست یک روزے نصیبِ من
کہ صد چاک از گریباں تا بدامانم نمی آید

چہ میپرسی زاحوالم چہ گویم با تو اے ظالم
چہا جورے کہ از دستِ تو بر جانم نمی آید

تو از حرفِ غلط بیجا فریبم میدہی قاصد
عبث گوئی کہ می آید کہ می دانم نمی آید

کجا شد غالبِ شیریں نوا باقر کہ آہ اکنوں

صدا از طوطیِ ہند خوش الحانم نمی آید

سوئے من آں نگار بناز و ادا رسید ناز د بخود دلم کہ بہ ایں مُدعا رسید ۳۱
مضمون عشق من چہ قدر شہرہ شد بدہر ایں قصہ از کجا بکجا تا کجا رسید
جا یافت عاقبت دل محزوں بکوئے دوست بیمار دردِ عشق بدار الشفا رسید
از فتنۂ تطاولِ زلفِ تو قصہا با سنبل و بنفشہ زبادِ صبا رسید
از خون من فدائے تو خوش بستہ نگار از باغ دہر طرفہ بدستت حنا رسید
شد بوسۂ لبِ تو نصیبم ہزار شکر بیمار دردِ عشق بہ آبِ بقا رسید
دستِ تہی ز زر دل خالی ز مُدعا خوش دولتے ز بخششِ مولا بما رسید
جانا بہ تبت و بختا و ختن بچیں ہر جا نسیم طرۂ تو مشک سا رسید
آمد ز یار نامہ بخطِ شکستۂ بہرِ شکست خستہ دلم مومیا رسید
اکنوں ز راہِ لطف چہ جوئے نشان او بیچارہ خستۂ تو بملکِ فنا رسید
آساں شود چہ مشکلِ من چوں نمی تواں دستے بطرف دامنِ مشکلکشا رسید

باقر بخود بناز کہ امشب بخانہ ات
زریں کلہ بیتے مہ گلگوں قبا رسید

سحر گہ چوں ز پہلوئے من آں دلدار برخیزد نفس از سینہ ام آہستہ چوں بیمار برخیزد ۳۲
رسد تیغِ قضا در دست جلادِ اجل ہر گہ مسیح من ز بالینِ منِ بیمار برخیزد
ز لوحِ دل چساں بیروں برم نقشِ خودی یا رب خوشا وقتیکہ از آئینہ ام زنگار برخیزد

کسے کو مست افتاد است و بیخود در سر کویت
کجا ممکن که روزِ حشر هم هشیار برخیزد

حذر از نالهٔ ام ظالم که سقفِ آسمان سوزد
ہر آں آه و فغانے کز دلِ افگار برخیزد

چناں رنجوری من گشت باقر در اثر کامل
که عیسیٰ از سرِ بالین من بیمار برخیزد

۴۳

خوش طالع آں خسته که بیمار تو باشد
فرخنده اسیرے که گرفتار تو باشد

یک جلوه دریں خانه بفرما که دلِ من
آئینه صفت طالبِ دیدار تو باشد

گر آبحیات است که سیراب نسازد
آنرا که جگر تشنهٔ دیدار تو باشد

خوشتر بود از حقهٔ یاقوت و گهرها
هر سینه که گنجینهٔ اسرار تو باشد

عیشے که برد رشک بر و راحت فردوس
آسودگی سایهٔ دیوار تو باشد

وابسته دل خستهٔ عشاق چو گوهر
در هر شکنِ طرهٔ طرار تو باشد

نے ایں دلِ بیتاب که صد برق تجلی
فرسودهٔ جولانگه رهوار تو باشد

با شهد و شکر کار ندارد که دلِ من
لذت چشِ شیرینیِ گفتار تو باشد

محبوب شود هر که محب تو بجاں شد
مطلوب شود هر که طلبگار تو باشد

آتش فگنِ خرمن حسنِ مه کنعاں
اے مهر لقا گرمی رخسار تو باشد

در قالبِ ایماں و تنِ کفر رگِ جاں
کافر پیرارشتهٔ زنار تو باشد

باقر بغمِ عشق بکن گریه که روزے
هر قطرهٔ اشکے دُرِ شهوار تو باشد

۳۴

گفتم بلائے ہجر ز سر وا شود نشد
سامان عیش وصل مہیا شود نشد

ہر چند خواستم کہ چو گل از نسیم آہ
بشگفتہ غنچۂ دل شیدا شود نشد

دور از درِ تو مردم و بوده است مدعا
در کوچۂ تو منزل و ماوا شود نشد

خوننابۂ جگر چہ قدر خورده ایم آہ
تا انصراف دل سوئے مولا شود نشد

رفتم بہ بابِ رحمت او قفل بستہ بود
ماندم بہ انتظار کہ در وا شود نشد

زین داغ سوختم بلحد آہ تا شبے
شمع مزارم آں رخ زیبا شود نشد

از بہر غارتِ دلم آمادہ گشتہ بود
آں لشکر مژه کہ صف آرا شود نشد

صد مرحلہ مجاہدہ کردم بنفس خود
صبر از نظارۂ رخ زیبا شود نشد

از کوچہ ات نرفت تو ہر چند خواستی
دیوانۂ تو بادیہ پیما شود نشد

گفتم کہ فوج نالہ و فریاد و زاریم
با لشکر غمت علم آرا شود نشد

خوں شد ز بس طپیدن شبہائے انتظار
دل بے تو یکدمے نہ شکیبا شود نشد

بردم متاعِ دل ———
تا آں نگار مائل سودا شود نشد

باقر دعائے ایں دل محزون بیقرار
امید داشتم کہ پذیرا شود نشد

۳۵

کے جانب فردوس نظر داشتہ باشد
آنکس کہ بکوئے تو گذر داشتہ باشد

دلتنگ بود غنچہ صفت در چمن دہر
ہر کس کہ چو گل خرمن زر داشتہ باشد

پروا نکند گر شکنندش چو سر زلف
سودائے تو ہر کس کہ بسر داشتہ باشد

آں برقِ جمال است کزو خیره شود چشم | آں کیست که او تابِ نظر داشته باشد
در بحرِ رضا هر که در انداخت دلِ خود | از موجِ حوادث چه خطر داشته باشد

بے زحمتِ رفتار کند سیرِ دو عالم
باقرؔ بوطن هر که سفر داشته باشد

۳۶ دل او را چه غم از گردشِ دوراں باشد | نظرِ هر که سوئے خواهشِ یزداں باشد
زخمیِ تیغِ ادائے تو بود جن و بشر | کشتهٔ غمزهٔ تو گبر و مسلماں باشد
یک تجلی ز جمالِ تو ربا ید از هوش | ناظرِ جلوهٔ تو موسئے عمراں باشد
بر دِ سر بگریبانِ خجالت - بالفرض | پیشِ روئے تو اگر یوسفِ کنعاں باشد
مرده دل را بسخن زندهٔ جاوید کند | لبِ نوشِ تو لبِ چشمهٔ حیواں باشد
یک وجب جائے بکوئے تو پئے خسته دلاں | خوشتر از ملکِ جم و تختِ سلیماں باشد
زنده میدارد م امیدِ وصالت ورنه | جاں سپردن بغمِ هجرِ تو آساں باشد
نیست ممکن شود از قیدِ رها هر که چو من | بستهٔ سلسلهٔ کاکلِ پیچاں باشد
تو کجا و سرِ عشاق و وفا پیشه کجا | این نه امریست که در حیطهٔ امکاں باشد
نیستی از نظرم دور که آئینه نمط | عکسِ رخسارِ تو در دیدهٔ حیراں باشد

هرگزم روئے ارادت نتواں شد باقرؔ
جز بآں کوئے اگر روضهٔ رضواں باشد

۳۷ روئے تو ته زلف به طرزِ عجب افتاد | گویا به یدِ قدرت زنگی حلب افتاد

با آنکه گناہے نہ نمودیم ندانیم کیں دردلت ازمن بکدامی سبب افتاد
چوں حسنِ دل افروز تو در جلوہ گری شد در ملکِ عجم غلغلہ و در عرب افتاد
خوش بود دلِ من بہ تمناے تو اکنوں با رنج و تعب کار بہر روز و شب افتاد
تا در طلب نیست ز غمہاست فراغت رحم است براں دل کہ بدردِ طلب افتاد
از داغ غلامیِ تو شد جبہ نشاں مند عشقِ تو بدل اے شہِ اُمیّ لقب افتاد
از رنج و الم داشت فراغے دل باقرؔ
بیچارہ رخت دید و برنج و تعب افتاد

۳۸
ز مژگان و ز ابرو نیزہ و شمشیر میسازد بجولان آمد و اقلیم دل تسخیر میسازد
بیا و سر بپا انداز پیران طریقت را نگاہِ گرم پاکاں قلب را اکسیر میسازد
بروں از خانہ چوں آید بتِ رنگیں عذارِ من جہاں را از تحیر پیکرِ تصویر میسازد
دلا ضبطِ نفس فرما کہ عاشق را بہ پیشِ او بیانِ مدعا شایستۂ تقریر میسازد
گہے خوں گرید و گہ نالہا سر میکند عاشق کند تا مہرباں او را چہا تدبیر میسازد
عجب نبود کہ سر را بر دمِ تیغ تو افشانم کہ عاشق را غمِ جانانہ از جاں سیر میسازد
ز تیغِ انتظارم میکشد از جانبِ کویش چرا پیکِ صبا در آمدن تاخیر میسازد
تو کارِ خود بحق بسپار و از تدبیر فارغ شو
کہ باقرؔ نظمِ کارِ دو جہاں تقدیر میسازد

۳۹
ز نورِ عشق چو دل را جلا توانی کرد بہ یک نظر مسِ خود کیمیا توانی کرد

توئی که باختہ بارقیب نرد دغا | چہ ممکن است کہ با ما وفا توانی کرد
ز تیغ عشوہ بکش یا بہ تیر غمزہ بدوز | بکن ہر آنچہ تو اے دلربا توانی کرد
بہ چشم سر رسدت جلوہائے عالم غیب | اگر تو دیدۂ دل را جلا توانی کرد
تو غیرت لب عیسے مریمی لیکن | دوائے درد دل من کجا توانی کرد
منم کہ حاجت خود را ز تو ہمی خواہم | توئی کہ حاجت مارا روا توانی کرد
ز فیض طینت لطف و کرم خوش است بکن | رعایت دل عشاق تا توانی کرد
نہ آمدی دم نزعم ولے براہ کرم | برائے مغفرت من دعا توانی کرد
ہوائے بام تو میداشت دل بہ سر لیکن | مقام بر سر کوئے زنا توانی کرد
ز بارگاہ خدا جز خدا مخواہ دگر | بہ بارگاہ خدا گر دعا توانی کرد

تو طاعتے نہ نمودی بشرط خود باقر
عبادتے کہ نمودی قضا توانی کرد

۴۰
تنت لطیف ز نسرین و نسترن باشد | قد و رخ تو خوش از سرو و یاسمن باشد
بصد لجاجت رضوان نہ من روم در خلد | اگر بگلشن کویت مرا وطن باشد
بغیر نکہت زلفت نسازدم بہ دماغ | نسیم خود اگر از وادیٔ ختن باشد
صف ملک بہ تماشا رود بہر بزمے | کہ عارض تو دراں شمع انجمن باشد
نسیم صبح چہ سازم کہ واشد گل من | بفیض خندۂ آں غنچہ دہن باشد
اگر جہاں ہمہ بیگانہ ام شوند چہ باک | گر آں یگانہ صفت آشنائی من باشد

سیکے بدولت وصلش اگر رسم باقرؔ
زہے کرم زکرمہائے ذوالمنن باشد

۶۱

آمد گہے کہ آید و مہر و وفا کند | می بینمش کہ جور و ستم تا کجا کند
طفل است از خرام قیامت بپا کند | تا بعد ازیں زغمزۂ وابرو چہا کند
آوردم احتیاج بصد عجز بر درش | باشد زلطف حاجت ما را روا کند
زاہد اگر بصومعہ بیند ادائے او | بیہش فتد زپا و نمازش قضا کند
اکنوں کہ پا زسیر فرو ماندہ خاطرم | خواہد کہ جا بکوئے تو چوں نقش پا کند
خواہد اگر بمسند جم جا دہد مرا | خواہد بساط کلبہ ام از بوریا کند
نشتر شکن بقلب من آید نوائے عشق | کارم تمام مطرب شیریں نوا کند
نازم بہ ارجمندئ بخت خودم کہ دوست | ما را برنگ سایہ نہ از خود جدا کند
باید بہ ہر کسے کہ بجوید رضائے حق | خود را باو سپارد و محو رضا کند

اذنے بدہ کہ باقرؔ مسکیں بپائے سر
بر درگہ تو آید و بر تو دعا کند

۶۲

ایکہ ایام تو خوش دو رزغم میگذرد | تو چہ دانی چہ بہ من درد و الم میگذرد
گر بدر یوزہ رسیدم بدرت رنجہ مشو | کہ گدا بر در ارباب کرم میگذرد
شرح حال غم شبہائے فراقت چہ کنم | موج اشک است کہ ہر شب بسرم میگذرد
ساکن عرصۂ ہستی چہ خبر میدارد | تا چہ بر سالک صحرائے عدم میگذرد

تو بجلوہ نگہ دلہائے حزیں جلوہ فروش — طالب روئے تو در دیر و حرم میگذرد
من بقربان خرام تو چہا فتنہ و شر — دم رفتار تو در زیر قدم میگذرد
کیست ایں بادشہ حسن کہ در موکب ناز — با چنیں شوکت و شان جاہ و حشم میگذرد
کرسی و عرش بجاں ناصیہ فرسائے درت — رقم حکم تو بر لوح و قلم میگذرد
از خط پشت لب غیرت یاقوت کسے — رشکہا بر خط یاقوت رقم میگذرد
ہر کہ از کشمکش قید بہ اطلاق رسید — از حد عالم امکان بہ قدم میگذرد

باقرا تا بسر افتاد ہوائے سخنم
فوج معنی است چو در ملک دلم میگذرد

۴۳ زاں رخ آئینہ سیما ماہ و پرویں ساختند — نافۂ آہوئے چیں زاں خط مشکیں ساختند
دل پئے نظارۂ روئے حقیقت میطپد — شاہد حسن مجاز از بہر تسکیں ساختند
شاہد مقصود در آغوش دلہا جلوہ داشت — جستن از دیر و کلیسا رسم و آئیں ساختند
از لب معجز بیانت ہیچ نکشاید مسیح — داروئے درد دلم زاں لعل نوشیں ساختند
جوہر جسم لطیفت جملہ از سیم و زر است — تا چرا اے مہ دلت از سنگ و روئیں ساختند
فیض اصدق بے نیازم ساخت از دنیائے دوں — آنکہ سنگ آستانش کعبۂ دیں ساختند

ہر کہ باقر از خم تسلیم جامے درکشید
تلخی ناکامیش در کام شیریں ساختند

۴۴ مستغنیم ز فصل خزان و بہار کرد — سیماب دار ہر کہ دلم بیقرار کرد

آں سرو چوں گذشت بگلشن بپائے او — فصلِ بہار خرمن گلہا نثار کرد
درکام ذوق تلخی ناکامیم نماند — تا مست ساقیم زمے خوشگوار کرد
از بادہ داشتم سرِ پرہیز ساقیا — مستانہ نرگسِ تو مرا میگسار کرد
از یاد او دمے نہ بدر رودے غفلتم — یادم گہے نہ آں بتِ نسیاں شعار کرد
آسودہ بودہ ام ز غمِ روزگار حیف — فکرِ دلِ شکستہ مرا سوگوار کرد
دلہائے عاشقاں شدہ پامال توسنش — جولاں بہ شیوۂ عجب آں شہسوار کرد

باقر خموش باش بہ تقدیر دم مزن
خوش کرد ہرچہ خواہشِ پروردگار کرد

۴۵

درد در دل عشق در جاں ریختند — گل بہ گلشن در بہ عماں ریختند
حاملِ بارِ محبت کس نہ بود — ایں بلا بر جانِ انساں ریختند
تا بگردوں رفت موجِ اشکہا — چشمِ گریانم چو طوفاں ریختند
ہر سخنہائے تو شیریں تر ز قند — در دہانت شکرستاں ریختند
گریہ در چشمِ عنادل کرد جا — خندہ در اہلِ گلستاں ریختند
فتنہ و آشوب و طوفانِ بلا — سرمہ ساں در چشمِ جاناں ریختند
درد را میرم کہ در دامانِ درد — از کرم گلہائے درماں ریختند
مرغِ دلہائے اسیرِ دامِ عشق — در کمندِ زلفِ پیچاں ریختند
از خرامِ قامتِ رعنائے تو — فتنہا بر سرو بستاں ریختند

آب رحمت بر سرِ اہلِ کرم / خاک در چشمِ لئیماں ریختند

حضرتِ صائب بطرز ایں غزل
خوش غزل باقر بہ دیوان ریختند

۴۶ بوئے گیسوئے کسے باد صبا می آرد / نکہتِ نافۂ آہوئے ختا می آرد
بس نیازِ دل بے صبر و تمنائے من است / کہ ترا بر سر ایں ناز و ادا می آرد
می رسد بر سرِ م امروز مسیحا نفسم / تا دلِ خستۂ ما را چہ دوا می آرد
از سر انگشت تو تا درکف دستت جا یافت / سرخط خوں مس آں رنگ حنا می آرد
جاں سپردن برہِ دوست حیاتیست آید / ایں فنائیست کہ تا حشر بقا می آرد
قدر ایں بادۂ گلرنگ چہ دانی زاہد / صیقلے ہست کہ در سینہ صفا می آرد

باقر از سیلیِ سر پنجۂ افلاس منال
ذل فقر است کہ در ظلّ ہما می آرد

۴۷ ہیبت شاں رخت لشکر قیصر شکند / زور بازوئے تو شاہا درِ خیبر شکند
لمعۂ روئے تو تاب از رخ خورشید برد / سطوتِ جاہ تو ہنگامۂ محشر شکند
تو بہ آں شوکت و شانی کہ بہ پیش تو کجا / کلہ ناز بسر خسرو خاور شکند
کثرتِ تشنہ لباں گاہ صلائے کرمت / کوزہ بر کوزہ لب چشمۂ کوثر شکند
من بہ پیش تو کمر بستہ بخدمت شب و روز / وائے بر من کہ دلم دست ستمگر شکند
خسروا یک نگہے از سر لطف و کرمت / نفس امارۂ ما چوں بتِ آزر شکند

ایکه تو در دل من خار ستم میشکنی
دست و بازوئے تراحید رصفدر شکند

مرہم زخمِ غم و رنج تو داری ومرا
نشتر درد والم در دل مضطر شکند

یا علیؑ شیر خدا بندۂ خود را دریاب
تا کجا کار مرا چرخ ستمگر شکند

در ہوائے صفتِ عظمت و شانت شاہا
بال پرواز خیالِ دلِ باقر شکند

جورِ گردوں ہر نفس مارا زصد جا بشکند
بخت واژوں در دلِ من صد تمنا بشکند

ہمچناں باشد براہِ عشق لیلےٰ گرم رو
قیس را در پا اگر صد خار صحرا بشکند

کشتیِ خود را بطوفانِ بلا انداختم
چوں حبابش نیست غم گر موج دریا بشکند

صنعتِ دست کہ باشد تا کند پیوند او
خود اگر دست قضا آئینۂ ما بشکند

ماہ من چوں از مئی گلگوں برافروزد عذار
گرمی بازار حسنِ مہر و مہ را بشکند

جز یکے نبود میانِ وحدت و کثرت وجود
چوں کسے عینیتِ گرداب و دریا بشکند

از دماغِ او فرو ریزد خمارِ احتساب
محتسب در بزم می گر جام و مینا بشکند

در بزمِ شراب
چشم مستت شیشۂ دل را مبادا بشکند

گوہر مقصود می آید بدستش ہر کسے
پا بدامانِ توکل باقر آسا بشکند

شب بشوقِ جلوۂ او دل بسے بیتاب بود
فرش راہِ انتظارش دیدہ بیخواب بود

کرد مست و بیخودم طرزِ کلامت دلربا
ہر سخن از لعل تو گویا شرابِ ناب بود

از خدا میخواستم چوں مدعا پیش نظر — قبلۂ ابروئے جاناں حلقۂ محراب بود

سر بکف آمد دلِ من بر سرِ میدان عشق — رستمِ وقتِ خودش بود استیا سهراب بود

غوطها در موج اشکم خورد و چشمش وانشد — طالعِ شوریدۂ من آنچناں درخواب بود

اے اجل افگندۂ ما را کنوں بر روئے خاک — بسترم در زندگی از قاقم و سنجاب بود

من فدایش بوسۂ او شد دوائے دلِ مرا — لعلِ نوشش قرص گل یا شربت عناب بود

شب عجب بزمے پُر از انوار حق دیدم بخواب — جلوه فرما یار بود و مجمع احباب بود

شب که در یاد بنا گوشش دو چشمم میگریست
داں‌ہائے اشک من باقر درِ خوش آب بود

۵۰ کسے ایں رتبۂ و شانے ندارد — شود کس چوں تو امکانے ندارد

بطرزِ جامۂ عریانیم بیں — که داماں و گریبانے ندارد

به تدبیرِ علاجِ ما مکوشید — مریض عشق درمانے ندارد

خوشا آں خاطرِ جمعے که هرگز — سر زلف پریشانے ندارد

مترس از کس بیا در خانۂ ما — درِ درویش دربانے ندارد

دلِ من از خدنگت هست خالی — خلیل امروز مهمانے ندارد

سراپا جرم او بیجرمی اوست
که باقر هیچ عصیانے ندارد

۵۱ عیش و نشاطِ عالم رنگ بقا ندارد — مانند غنچه و گل بوئے وفا ندارد

رسمِ وفا نباشد در شهرِ خوبرویاں
آنکس که خوبرو شد مهر و وفا ندارد

بردار پرده از رخ بهرِ خدا که چشمم
بے دیدنِ جمالت نور و ضیا ندارد

از زلف او که آرد چوں بوئے گل نسیمے
راہے خود اندر آنجا پیکِ صبا ندارد

آہستہ دشنہ راند تا جاں دہم بسختی
آں سنگدل بلاکم آساں رَوا ندارد

اکسیر خاکساری کرده است زرمسِ من
بے دولت است آنکس ایں کیمیا ندارد

عیسی تو از علاجم آخر شدی پشیماں
گفتم که علتِ دل ہرگز دَوا ندارد

گر بگذری بسویم بر دیده ات نشانم
کیں خانۂ محقر یک بوریا ندارد

از غمزه جاں ستانی از عشوۂ دل ربائی
کس ایں نمط بہ من ناز و ادا ندارد

چوں آں سخن که آید زاں لعلِ شکّر ینیت
شیرینی و لطافت آبِ بقا ندارد

شاہنشہیست اصدق در ظلِ کفشِ پایش
تاثیر ایں سعادت بالِ ہما ندارد

غیر از خدا بگو ید پیشِ که حالتِ دل
آنکس که ہمچو باقر غیر از خدا ندارد

زتابِ عارضِ گرمت نقاب میسوزد
زگرمجوشی وصلت حجاب میسوزد

زحسن و عشقِ تو دستانسرائے خوابم
مگو فسانه که در دیده خواب میسوزد

زرشکِ نکہتِ گیسوئے عنبریں کسے
بنافِ آہوئے چیں مشکِ ناب میسوزد

شبِ فراق ز آتش فشانیِ شوقت
پسینه ام دلِ پر اضطراب میسوزد

فشاں زلطف به نظارۂ رخت آبے
دلم به ہجرِ تو یا بوتراب میسوزد

چہ بر لگم کہ لبِ نازکت چناں شیرینست | کہ حلق و سینہ ام این شہدناب میسوزد
زسوز ہجر بہ تنہائی آں چناں سوزم | کہ مردہ در لحد اندر عذاب میسوزد
پیالۂ زسبوئے خودم بدہ ساقی | کہ کام تشنہ بشوقِ شراب میسوزد
چساں بسینۂ من جاکند شکیب و قرار | کہ جان و دل ہمہ از اضطراب میسوزد
بشوقِ وصل بناگوش و گوشوارۂ او | گہر بہ بطن صدف از عتاب میسوزد
محبت است چہ آتش کہ در دلِ ہر کس | فتاد یک شرر او شتاب میسوزد
بیاد آں لب و چشمش اگر کشم دم گرم | بخلد چشمۂ شہد و شراب میسوزد
زجا روم نہ بہ حسنِ بتان جلوہ فروش | دلم بعشق تو عصمت قباب میسوزد
بجائے آب شرر ریزد از زچشم چہ دور | بدیدہ برق نگاہِ تو آب میسوزد
چہ دلبری تو کہ در آتشِ محبت تو | ہنوز طفلی و ہر شیخ و شاب میسوزد

مپرس حال کہ **باقر** بعشق شعلہ رخے
طپد دل و جگر از التہاب میسوزد

۵۳ کشادہ بند قبا بیحجاب می آید | مہ من است کہ مستِ شراب می آید
بدیدہ خوں شود و میچکد برنگ سرشک | اگر بہ ہجر تو یک لحظہ خواب می آید
چہ تیز میرسد از کوئے دوست قاصد من | مگر ز پیک صبا ہم شتاب می آید
خیال جلوۂ جاناں و دوریش در قبر | فرشتہ ایست کہ بہر عذاب می آید
زجذبِ عشق غبارِ رہت مرا از دور | برنگ سرمہ بچشم پر آب می آید

بنازم میرسد آن نازنین سوار من گروه خلق رواں در رکاب می آید

پیام وصل فرستاده ام باو باقر
به بینم از طرفش چوں جواب می آید

درد تو زدل ہرگز بیروں نتوانم کرد آخر چه کنم دل را گر خوں نتوانم کرد

زیباست سیه خالت در کنج لب میگوں در باده و لیکن خوش افیوں نتوانم کرد

این است اگر دوری از وصل محال است ایں کیں دیدهٔ پر خوں را جیحوں نتوانم کرد

نازم کرم اورا کز ناز بفر باید من عاشق بیدل را محزوں نتوانم کرد

تو قصهٔ خود بر گو لیلی صفتم گوید من گوش به احوال مجنوں نتوانم کرد

ہر آنچه دهند اے دل قانع بتواں بودن دانی ز حد قسمت افزوں نتوانم کرد

میگفت حزیں باقر با عجز و ادب با من
یک شعر چو اشعار تو موزوں نتوانم کرد

بس خواستم ز دوست که مہماں شود نشد زینت فزائے کلبهٔ احزاں شود نشد

چیں بر جبیں ز کینه شود گاه دیدم یکدم ز ناز خرم و خنداں شود نشد

دامن زند ہمیشه پئے قتل بے گناه گاہے ز شرم سر بگریباں شود نشد

من چوں کنم برودت تنہائیم بکشت آغوش گرم از و به زمستاں شود نشد

ہر چند فکر کرد معالج ولے صحیح بیمار درد عشق ز درماں شود نشد

در وصل ہم نکرده جدا پردهٔ نقاب در بر کشیده خواستم عریاں شود نشد

از صدمهٔ فراق ز بیتابی و قلق یکدم خموش این دلِ نالان شود نشد

نفسِ خبیث گشته بعصیان چنان دلیر کز کثرتِ گناه پشیمان شود نشد

بد خو دلم نگشت ز عشقِ بتانِ نغور این گبر خواستم که مسلمان شود نشد

باقر بپا فتادم و بس خواستم ولے

یکذره مهربان دلِ جانان شود نشد

۵۶ کرد جا چون بدل از هیچ مداوا نرود عشق دردیست که از دارو عیسیٰ نرود

تو چه زیبا بخرامی که به زیبائی آن بر گلو خنجرِ بیداد تو زیبا نرود

جا گرفته است بکوئے تو غبارم ز انسان که بصد حیله چو نقشِ قدم از جا نرود

من اگر اذن تو باشد برکابِ تو رَوم کس بپئے سیر بقربان تو تنها نرود

تشنهٔ شربتِ وصلِ تو عجب تشنه لب است آبِ خضر است اگر در پیش از جا نرود

پرده بردار ز رُخ بهرِ تماشا امروز دلِ عاشق ز پئے وعدهٔ فردا نرود

قیدیٔ سلسلهٔ زلف تو گردید دلم این چنان سلسله هست که از پا نرود

شوقِ وصلِ تو فتاده است بدانسان در دل که اگر خاک شود نقشِ تمنا نرود

سوئے جنت مگر از جبر کشندش ورنه ساکن کوئے تو در خلد به عمدا نرود

از دلِ خویش بکن دور تمنا باقر

دلِ آگاه سپئے هیچ تمنا نرود

۵۷ چوں کسے رازِ محبت را بدل پنهاں کند نشهٔ این باده اهلِ ذرد را عریاں کند

پاک کن اشکِ مرا از چشم زاں اندیشہ کن
عالمے سازد خراب این قطرہ چوں طوفاں کند

چوں ز دستِ نازنین خود بریزی مرہمے
ہر لب زخمِ مرا مانند گل خنداں کند

میکند از یک نگہ دلہاے عالم صید خود
چوں سمندِ ناز را آں شوخ در جولاں کند

روشنیِ اہل دل ہرگز نماند در لباس
شمع نور خویش در فانوس چوں پنہاں کند

حل عقدِ مشکلم سازد کہ از فیض نظر
مشکلِ ما را مگر مشکلکشا آساں کند

دشمن از تیغ جفایت گر کشد باقرؔ چہ غم
زندہ از اعجاز لب آں عیسی دوراں کند

ہر خوبرو ز غصہ بدل خار بشکند
چوں آں نگار طرہ طرار بشکند

از جلوۂ رخ تو حسینان عصر را
از جوشش شرم گرمیِ بازار بشکند

کافیست گیسوی تو پئے بستنِ دلش
زنجیر اگر بپاے گرفتار بشکند

ہر لحظہ غمزہ ات بدلِ عاشق حزیں
صد نشترِ الم پئے آزار بشکند

سر خوش ز نرگسِ تو چناں شد کہ رند مست
خمہاے بادہ را سرِ بازار بشکند

از لطف یکدو حرف ز بیمار پرسیت
تبہاے کہنہ از تن بیمار بشکند

اے ترک آنچناں تو مسلماں نژادۂ
کز غمزۂ تو لشکرِ کفار بشکند

از مشک بیز نکہت و از بوئے جانفزا
زلفِ تو قدر تبت و تاتار بشکند

مانند میل سرمہ در آرد بچشم اگر
خار رہت بپاے طلبگار بشکند

تو آں گلی کہ در چمن آئی اگر بناز
از جلوۂ تو رونق بازار بشکند

نازم به این خرام که از جوشِ انبساط
خلخال پاے تو دمِ رفتار بشکند

من چوں شکسته دل نه بمانم که روزگار
کارِ مرا چو زلف بهر بار بشکند

منصور اگر ز فیض نگاهم برد نصیب
زنار کفر خویش سرِ دار بشکند

دلهاے بسته وا شود از غنچهٔ دهن
چوں قفل خامشی دمِ گفتار بشکند

از درد دل چو ناله کنم گنبدِ فلک
از یک شرار آه شرر بار بشکند

از مستیِ نگاه تو در محفلِ شراب
ساقی پیاله بر سرِ میخوار بشکند

چوں در رکاب تو نتواند رود ز خشم
شمشاد پاے خویش بگلزار بشکند

آں کیست در زمانه بقرما که همچو من
شکر بهر سخن دمِ گفتار بشکند

فریاد زیں ستم که مرا بند استخواں
از غیظ و غصه چرخ ستمگار بشکند

ما را چه غم که خدا نا خداے ماست
گو کشتیم به چشمهٔ زخار بشکند

یکره اگر کرشمهٔ چشمِ تو بنگرد
پیماں زهد زاهد دیندار بشکند

باشیم ما به عهد و به پیماں خود همه
صد بار اگر معاهده آں یار بشکند

گر بهر دید نت نگهے بے ادب رود
پاے نظاره دیدهٔ بیدار بشکند

بوده است قسمتم که فتاده است بر سرم
بارے که کوه را گراں بار بشکند

پیشِ حلاوتِ سخنِ من چه دم زند
طوطی هزار قند بمنقار بشکند

هر کس شکست تن بدلِ اوست گردش
یارب ز گرز حیدرِ کرار بشکند

هر پارهٔ دلم بکفِ دست آں نگار
چوں دانه در شکنجهٔ عصار بشکند

باقر عجب مدار ز تاثیر ناله ام
مطرب اگر به بربطِ خود تار بشکند

او بکاشانه چرا سرو چراغان دارد　　هرکه از عارضِ تو شمعِ شبستان دارد

سنبل از زلف و ز عارض گل خندان دارد　　طرفه یاقوت لب و گوهر دندان دارد

چه بلا سیل سرشک است ز چشم در جوش　　کشتیِ نوح کند غرق چه طوفان دارد

از نگاهے ز دل خلق برد صبر و قرار　　طرفه سحر نظر آن نرگس فتان دارد

شربت خضر بود لذتِ یک بوسۂ آں　　از لب آں شوخ مگر چشمۂ حیوان دارد

داد بیداد که آں کافر بدکیش زکیں　　باز نزکانہ سر قتلِ مسلمان دارد

پرده از مهرِ رخِ او که تواند برداشت　　شوق نظاره عبث این دلِ نادان دارد

دلبری شیوهٔ ناز است و پے فتنه گری　　از دو گیسو همه من سلسله جنبان دارد

جوهرِ تیغ تو نازم که چیاں از اثرش　　هر گلِ زخم دلِ من لب خندان دارد

میکند قصد هلاکِ منِ شیدا شبِ هجر　　شیر قالین صفتِ شیر نیستان دارد

نیست آساں شبِ من صبح بگردد باقر
طول چوں روزِ قیامت شبِ هجران دارد

ز نور روئے تو هر دیده که روشن شد　　ز فیض یک نظرش خار زار گلشن شد

ز ناز با رخ روشن چو شد سوار سمند　　ز جلوه مشرق خورشید پشت توسن شد

نه باز گشت چو ره یافت چین طرهٔ تو　　خوشا ز بهر همائے دلم نشیمن شد

متاع طاقت و صبر و قرار مارا سوخت
نگاه گرم ز چشم تو برق خرمن شد

بقدر حوصله بخشند زاهدا منزل
ترا بهشت و مرا کوی یار مسکن شد

دلم ز پرده ازیں ره کند تماشایت
درون سینه ام از غمزهٔ تو روزن شد

پئے نظارهٔ تو در چمن گل و سوسن
تمام چشم نگرد ید و محو دیدن شد

بحال خویش خدایا بهبند میلرزم
خوش آن کسیست که او را دنیه مدفن شد

گهے که خلقت انسان ز آب و گل گردید
تنت ز آئینه گشت و دلت ز آهن شد

هر آنچه داشت دلم از متاع هوش و خرد
فدائے یک نگهِ آن نگار پُرفن شد

توان مشاهدهٔ انقلاب دهر نمود
کسیکه بود مرا دوست پیش دشمن شد

ز هوش رفت بیک جلوهٔ رخت باقرؔ
قد تو موسیِ ما را نهال ایمن شد

۶۱
اسیرِ زلف تو گشتم بلا همیں باشد
مریض عشق شدم ابتلا همیں باشد

غبار مقدم او کرد دیده ام روشن
زکحل طور نگر توتیا همیں باشد

نهادهٔ لب من تیغ و گفتهٔ چه اداست
فدائے ناز تو جانم ادا همیں باشد

برو نما دل و دیں میکنی طلب آرے
برائے همچو رخے رونما همیں باشد

بدست صدمهٔ هجران سپردن عاشق
طریق مهر و شعار وفا همیں باشد

گهے ز لطف رساند شمیم طرهٔ او
امید من ز نسیم صبا همیں باشد

بشمع روئے تو پروانه ساں دهم جاں را
مراد خاطرم اے دلربا همیں باشد

بکوئے دوست چو بسمل طپیدن و مردن عروج رتبۂ اہل وفا ہمیں باشد

زناز باقر دلخستہ را بکش در بر
پے شکستن دل مومیا ہمیں باشد

۶۲

بہ تلخی میدہد جان و دلم تسکیں نمی یابد کہ ہم یک بوسہ زاں لعل لب شیریں نمی یابد
چہ رنگے ہست در رویت کہ رنگ گل پرواز چہ بوئے ہست در زلفت کہ مشک چیں نمی یابد
تو داری سختی در دل کہ مثلش سختی ہرگز اگر خواہد کسے از سنگ و از روئیں نمی یابد
بحسن خود بود شاداں بہ یکتائی بود نازاں کہ چوں خود خوبروئے آں بت خودبیں نمی یابد
حذر از غیر میدارد بمن سازد بناچاری کہ یک عاشق چو من آں کافر بیدیں نمی یابد
بود سرگرم عشرت خسرو و با ایں مشقتہا متاع عیش را فرہاد از شیریں نمی یابد

بکام دل رسد اغیار از دست تو یا قسمت
مراد خویشتن را باقر مسکیں نمی یابد

۶۳

درد ہا میدہد و در پے درماں نرود قاتل ماست کہ بر خاک شہیداں نرود
بر سر نعش من آئی تو اگر جلوہ کناں جاں محال است کہ در قالب بیجاں نرود
گر تو یکرہ نگری طرۂ خوباں زاہد از تو سودائے سر زلف پریشاں نرود
روش عرفی و جامی ہمہ سہل است ولے در رہ حافظ ما ہیچ غزلخواں نرود
نیست روزم کہ بہ سودائے تو از دست جنوں تا بداماں مہ من چاک گریباں نرود
از جفائے فلک اے وائے چہ نالم کہ من آں فتنے نیست کہ از گردش دوراں نرود

جذبۂ عشقِ زلیخا بروشش موئے کشاں
یوسف از خود طرفِ مصر زکنعاں نرود

دیں پناہ است زبس آں بت نصرانی من
میل طبعش طرفِ ہیچ مسلماں نرود

از وطن دور فتادیم بغربت لیکن
از دلم ہیچ گہے یادِ عزیزاں نرود

بے رخِ شعلہ برافروز تو باشد نہ شبے
کز دلم تا بفلک نالۂ سوزاں نرود

ہر کہ شد بادشہِ ملک قناعت باقرؔ
خاطرِ او طرفِ ملک سلیماں نرود

۶۴ تائب زعشق ایں دل ناداں شود نشد
ایں گبر خواستم کہ مسلماں شود نشد

در شوق سوختیم کہ آں ماہرو مرا
یک شب زناز شمع شبستاں شود نشد

بگریستم بسے بہ تمنا کہ روز نیم
یک بوسہ ازاں لب خنداں شود نشد

خونِ دلم شراب نمودم جگر کباب
تا یک شبے بیاید و مہماں شود نشد

نازم ترا جنوں کہ بجوشش تو دست من
فارغ ز شغل چاک گریباں شود نشد

سویم ندید یک نظرے گرچہ خواستم
گفتم کہ مہرباں دل جاناں شود نشد

چشمِ ترم نمود عیاں گرچہ خواستم
رازِ دلم نہفتہ و پنہاں شود نشد

باقرؔ بسے زجوش ندامت گریستم
تا محو و شستہ دفتر عصیاں شود نشد

۶۵ تا بعشق یار بے پروا دلم دیوانہ شد
خویش با من غیر گشت و آشنا بیگانہ شد

بسکہ در عشقِ سرِ زلفِ تو از جاں رفتہ ام
پارہ ہائے استخوانم کاکلت را شانہ شد

تا دلِ بلبل شرارِ آتشِ گلہا بسوخت
این دلِ دیوانہ بر شمع رخت پروانہ شد

بر ہمی رُوداد تقوی را بدورِ نرگست
شیخ شہر افتاد مست و محتسب دیوانہ شد

نے بشہرِ خویش تنہا شہرۂ عشقت شدم
دردِ یارِ دور دست این قصہ و افسانہ شد

عارج بالِم وصالم بعد صد رنج و تعب
باعثِ این شان رفعت ہمت مردانہ شد

بسکہ میگریم بیادِ حلقۂ گوشِ کسے
قطرہ ہائے اشک چشم گوہرِ یکدانہ شد

میکنم یادِ تو وازبہرِ ذکرِ نامِ تو
قطرۂ اشکِ مُسلسل سبحۂ صد دانہ شد

گر بسوزد پاک زین آتش دل و جانم چہ دُور
سینۂ گرمم زتابِ عشق آتش خانہ شد

چوں نشد از خانقہ ممکن حصُولِ مُدعا
باقرِ بیچارہ آخر راہیِ میخانہ شد

۶۶

دلِ زارم بعشقش مبتلا شد
چہ شد ناگہ گرفتارِ بلا شد

زخوبان فتنہ آرا کس چنین نیست
بلائے جان رخت نامِ خدا شد

بجز سُویت ندارم ہیچ میلے
دلم پاک از ہمہ حرص و ہوا شد

باین مہر و وفا جور و جفا ہا
عبث دل بر تو ظالم مبتلا شد

برنگِ غنچہ خوں شیدا دلِ من
بشوقِ آن بتِ گلگوں قبا شد

بگاہِ بوسہ آن روئے رنگین
جبینِ او عرق ریز از حیا شد

بہر بزمیکہ رفتی از سرِ ناز
بلند آنجا صدائے مرحبا شد

بلا خود بودہ است آن دستِ رنگین
بلا اندر بلا رنگِ حنا شد

بمرگِ من بمیرم الفتش را | سیہ پوشش از پےِ رسمِ عزا شد
بشوقِ دست او خود نامۂ شوق | رواں چابک تر از پیکِ صبا شد

بنازم رافتِ او را کہ باقر
بحالم مہرباں بہر خدا شد

۶۷ چند دل از ستمت شکوۂ بیداد کند | تا کجا از تو جدا نالہ و فریاد کند
بہ برد عرض شہیدان دل بیتاب اگر | جنبشے نیز ترا خنجرِ جلاد کند
عجبے نیست ز لطف و کرم او کہ گہے | جلوہ آرا شود و خانہ ام آباد کند
دل چو تسلیم نمودم ہمہ لطف و کرم است | ہر قدر جور و ستم بر منِ ناشاد کند
پند ناصح کہ بود تلخ تو از گوش قبول | بشنوی گر اثرِ سیلیِ استاد کند
چوں فراموش ز دل کرد بایں زندگیم | چہ امید است پس از مرگ مرا یاد کند
فارغ از نقش و نگارم کہ خیالِ تو بدل | کارِ صنعِ قلمِ مانی و بہزاد کند
مردم آنجا و شدم خاک و لیکن ترسم | کہ صبا خاکِ من از کوئے تو برباد کند
ہست امید ز ساقی کہ دریں بزمِ شراب | یک دو جامے بمنِ خستہ ہم امداد کند

باقر از شیوۂ جور و ستمِ یار مرنج
دلِ عشاق محال است کہ او شاد کند

۶۸ زاں لبِ نوش دل من مئے نابے نکشید | ویں جگر تشنہ ز تیغش دمِ آبے نکشید
غنچہ ساں خوں نشود چوں دل حسرت آگیں | کز رخِ لالہ رخاں بند نقابے نکشید

چوں تواں دامن وصل تو کشیدن درخواب | ہر کہ در عمر برخ چادر خوابے نکشید
بسکہ بودہ است فساںؔ دیدہ دمِ خنجر تو | بسملت زود زجاں رفت وعذابے نکشید
وائے قسمت کہ دلِ خوں شدہ ام چندیں سال | خدمتِ پیر مغاں کرد و شرابے نکشید
لطف یکسو کہ گہے آں بتِ سفاکِ من | چیں برابرو زدہ ہم تیغِ عتابے نکشید
کرد برباد ہمہ عمر بخلوت زاہد | در خرابات مغاں بادۂ نابے نکشید

باقر خستہ جگر تشنہ بحسرت جاں داد
یکدم از چشمۂ حیواں تو آبے نکشید

۶۹

دلم پامالِ رفتارِ تو باشد | ہلاکِ طرزِ گفتارِ تو باشد
خریدارِ تو صد ہمچوں زلیخا | زیوسف گرم بازارِ تو باشد
رہا گردد زہر قیدے ہر آنکو | اسیرِ زلفِ خمدارِ تو باشد
بنازم دولتِ بیدار بختے | کہ چشمش محوِ دیدارِ تو باشد
بسوزد آنکہ قصرِ آسماں را | دلا آہِ شرر بارِ تو باشد
بیا اے دل تواں با او نمودن | زہر جنسے کہ دربارِ تو باشد

بیا جانا بکن سودا کہ باقر
بہ نقدِ جاں خریدارِ تو باشد

۷۰

یک ادائے تو بمن برکرمت دال نشد | ہیچگہ از طرفت پرسشِ احوال نشد
زخمیِ تیر نگاہِ تو نشد کو جگرے | واں دلے کو کہ زرفتار تو پامال نشد

۱؎ فساں بفتح اول سنگے باشد کہ کارد و شمشیر بداں تیز کنند (برہان قاطع)

داشت در پنجۂ ادبار مرا نفس لعیں
بخت نیست کہ از زشتی اعمال نشد

یتراود زتو بیصرفہ بسے تقویٰ و زہد
زاہد اے وائے کہ یک قال ترا حال نشد

باقر رحمت حق باد برآنکس کہ چو من
طالب جیفۂ دنیا و زر و مال نشد

۷۱
زروئے جلوہ آرائے تو روزم روضۂ گل شد
شب من از سر زلفت خیابانے زسنبل شد

تو با شان غرور حسن آنجا محو استغنا
دل بیچارہ اینجا کشتۂ تیغ تغافل شد

بیا اینجا و مستی کن بذکر نام حق ہمدم
کہ در عشرتگہِ جاناں بلند آواز قلقل شد

مرا چوں دید گفتا از کجائی کیستی برگو
فدائے ناز او جانم چہ خوش گرم تجاہل شد

پر و بال عنادل در ہوا واسوخت در گلشن
بلند امشب مگر یا رب شرار آتش گل شد

گہے طناز سرو ناز گاہے نعرہ زن قمری
گہے رخسار گل گردید گہ فریاد بلبل شد

لب از فریاد بربندم چساں ضبط نفس سازم
کہ درد فرقتش باقر فزوں تر از تحمل شد

۷۲
تا روئے رشک سوسنت از غازہ گلگوں میشود
ایں چشم محو جلوہ ات از گریہ پرخوں میشود

یک نگاہ ناز کن اے جان جاں تا بہ شود
ہاں از علاج عیسیم درد دل افزوں میشود

رو میشود عناب را از جوشش غیرت سیہ
ہر گہ ترا از زیب مسی آں لعل میگوں میشود

با غیر تا دیدم ترا روزے بعشرت ساختہ
در سینہ داغ غیرتم ہر روز افزوں میشود

روزے بدیدم زلف تو چوں ابر بر ماہ رخت
ہر گہ کنم یاد ایں ادا ایں دیدہ جیحوں میشود

بس کرده افزوں مستیم خالِ لبِ میگوں تو
هاں نشه بالا میشود در می چو افیوں میشود

معشوقه عاشق میشود چوں پخته شد سودائے عشق
لیلی بکارِ عاشقی همرنگ مجنوں میشود

از مدتے لب تشنه آبِ دمِ تیغ توام
ویں خشکی کامم دہاں هر روز افزوں میشود

ما از سیه بختی خود باقر همی نالیم آه
تا تیره روزِ من چو شب زاں زلف شبگوں میشود

شب تاریک من از روئے تو پرنور شود
بے سرِ زلف تو روزم شبِ دیجور شود

خط مشکیں لبِ یار چو مذکور شود
از پے زخم دلم مرهم کافور شود

تو چناں بادشهِ کون و مکانی که شہا
کفش خدام درت افسر فغفور شود

ذات حق چوں نفبا عین وجودت گردد
هر بنِ موئے تنِ تو لبِ منصور شود

از فروغِ رخ پرنور تو گردد بیهوش
قامتت از پے موسی شجرِ طور شود

چند معموره بگردد ز نگاهش ویراں
مست از باده چو آں نرگس مخمور شود

گر دهد حادثه اجزائے وجودم برباد
نیست ممکن خط عشق تو ز دل دور شود

از تهِ زلف اگر جلوهٔ رویت بیند
ماه در پردهٔ ابر آید و مستور شود

اے پسر غره مباشی بجوانی زنهار
که قریب است کنوں مشک تو کافور شود

از غم و غصه نگردد به اجل چوں نزدیک
هر که باقر نمط از انجمنت دور شود

شوقم براهِ عشق بکوئے تو میکشد
داماں دل گرفته بسوئے تو میکشد

عذرم بنه که شدتِ بیتابیِ دل است | دستم اگر نقاب ز روئے تو میکشد
مستی چناں فزود بدورت که محتسب | در مجلس شراب سبوئے تو میکشد
نازم باوجِ مرتبهٔ تو که جبرئیل | از چاه زمزم آب وضوئے تو میکشد
سوزد زغصه روئے حسینانِ روزگار | مشاطه غازهٔ که بروئے تو میکشد
دوری از و نخواسته با آنکه صد عذاب | بیچاره دل ز آتش خوئے تو میکشد
صد در برو کشاده زفیضِ تو می شود | در شب دلیکه نعرهٔ ہوئے تو میکشد

باقر بخود ببال که در جرم بوسه یار
زنجیر زلف بسته گلوئے تو میکشد

۷۵

سیه ابر آمد از کهسار گلشن سبز و خنداں شد | بیا ساقی بده جامے که فصل نوبهاراں شد
چمن شد روضهٔ رضواں ز حسنِ عارضِ گلها | خیابانِ ارم از سرو گلشن را خیاباں شد
تجلی گاه ایمن شد ز نورش کلبهٔ تارم | بگاهِ وصل در آغوش چوں آں شوخ عریاں شد
به هجرِ تو معاذ الله دو چشمِ اشکبارِ من | ندانم بحر قلزم گشت یا دریائے عماں شد
بیامد بر سرِ من معذرت خواهاں بحمد الله | که یارم از جفائے خود پس از عمرے پشیماں شد
مدامم گوهر اشک است در دامن که میریزد | تو گوئی دیدهٔ دریا فشانم ابر نیساں شد
بهر روئے چو روئے گل چو بلبل میدهم جاں را | دلِ من مشتهر در عشق در شهر حسیناں شد
نه تنها غمزه و نازش بلائے اہلِ مجلس شد | بخوبی شهرتِ او آفتِ خلوت نشیناں شد

زراهِ راست دور افتاد یارب دستگیری کن

دلِ بیچارۂ باقرؔ اسیر مکر شیطاں شد

خیز و برگرد سرش گرد کہ دلدار آمد — بخت خوابیدہ بہ بیں طالع بیدار آمد ۶
نشود حسنِ خداداد بخلوت مستور — یوسفِ مصر زکنعاں سوئے بازار آمد
دوش مطرب غزلے خواند بصوت عجبے — کہ برقص از طربش ہر درو دیوار آمد
صادقاں راست بصحبت اثرِ طرفہ بصدق — کہ چو منصور انا الحق زسرِ دار آمد
در رہِ عشق ندانستہ نہاد ند قدم — کیست آنکس کہ دریں راہ خبردار آمد
بہ تمنائے بناگوش تو از چشم ترم — قطرۂ اشک برنگِ دُرِ شہوار آمد
غافلاں را نبود بار بخلوتگہِ دوست — ہر کہ آمد بہ ادب آمد و ہشیار آمد
ہر حدیثِ تو بدلہا درِ صد فیض کشاد — حقہ لعل تو گنجینۂ اسرار آمد

حذر از باقرؔ دلختہ کہ آں سوختہ جاں
در سرِ کوئے تو با آہ شرر بار آمد

اے خوشا آنکس کہ شب را با تو فردا میکند — خویش را در انجمن بہرِ تو تنہا میکند ۷
سیر از سیرِ دو عالم فارغ از کون و مکاں — پا بداماں کردہ در کوئے تو ماوا میکند
در بروئے خویشتن بربستہ از ہر دو جہاں — بر مصلی کردہ جا ذکرِ تو شبہا میکند
در تمنائے تماشائے جمالِ روئے تو — خویشتن را خالی از دنیا و عقبیٰ میکند
پائے در زنجیرِ عزلت گہ بود خلوت گزیں — چاک دامن کردہ گاہے رو بصحرا میکند
از نگاہِ فیض خود میسازد احیائے قلوب — وز دمِ جاں بخش خود کارِ مسیحا میکند

باقر عصیاں شعارت از تو یارب کریم
حشر را در زمرهٔ ایشاں تمنا میکند

۷۸
نکہتِ زلف کسے بادِ صبا می آرد | نافهٔ مشک ختن از پئے ما می آرد
صورتِ شیخ فزود آر به آئینهٔ دل | صورتِ شیخ بدل نور و ضیا می آرد
درد مند آمده ام بر تو منِ خسته که درد | خستگاں را بدرِ دار شفا می آرد
گاه بر سر زنم و گاه بنالم اے وائے | بر سرم جور و جفائے تو چہا می آرد
میرسد قافلهٔ یار سفر کرده مگر | مژدهٔ آمدنش بانگ درا می آرد
قطره از خوں دلم مال و تماشا فرما | که بپائے تو چه خوش رنگِ حنا می آرد
خنده زن شد چمن آمد بخرام ابر بہار | ساقیِ من مئے خورشید لقا می آرد
میرسد خرم و خنداں ز سر کوچهٔ یار | مژدهٔ وصل مگر پیکِ صبا می آرد
می رسد ساقی و باخود ز خراباتِ مغاں | ساغر و شیشهٔ می نامِ خدا می آرد
ہر که افتاد دریں دیر ندانم تقدیر | بکجا می برد ایں را ز کجا می آرد
سرو و گل تازه و تر شد بچمن فصلِ بہار | بلبل و فاخته را نغمه سرا می آرد
گر بکارِ تو فتاد عقده چه رنجی اے دل | رحمتِ حق ز پیت عقده کشا می آرد
فتنهٔ چشم تو نازم که یک دیدن او | بر سرِ ناله و فریاد مرا می آرد
جذبهٔ عشق مرا بیں که دلِ سنگ ترا | از سرِ جور سرِ مہر و وفا می آرد
زیب بستر بود و لیک نیاید به برم | چه بلائے بسر ایں شرم و حیا می آرد

هیرسد عیسی مریم بسر من بینم | گر زپے درد دلِ من چہ دوا می آرد

شرم از کردۂ خود دار کہ باقرؔ غفلت
ہیچگاہے بدلت خوف خدا می آرد

۷۹

ہر نفس از تو جدا نالہ و آہم باشد | گر نہ پرسی تو مرا آہ چہ حالم باشد
ہرگز از دردِ دلِ زار شفا ممکن نیست | خود معالج اگرم عیسے مریم باشد
جانگزا ہست بسے درد دل از فرقت تو | ہست بسیار فزوں انچہ کم از کم باشد
ہرگز از قید بلا نیست رہائی ممکن | ہر کرا بند دل آں طرۂ پر خم باشد
چارۂ کار ندانم زکہ پرسم چہ کنم | گر زپے زخم دلِ خستہ چہ مرہم باشد
بر تنِ زار ہر آں داغ کہ از ہجر تو بود | امشب از جلوۂ تو نیر اعظم باشد
بندۂ ناز توام ہر چہ بخواہی فرما | سر تسلیم بہ پیشِ تو مرا خم باشد
حل ہر مشکل من ہست بدستت یا شیخ | دستگیرم چو توئی پس چہ مرا غم باشد
ضعفم افگند بکوئے تو و گر نہ چو صبا | تا ببامِ تو پرم گر پر و بالم باشد

چہ بگویم کہ ز جور و ستمت باقرؔ را
آہ ہر روز و شب و نالہ پیہم باشد

۸۰

دلِ شیدا طلب روئے تو ہر جا میکرد | گہ سوئے مسجد و گہ رو بکلیسا میکرد
لب لعلِ تو کہ شب خندہ چو گلہا میکرد | دہن تنگ ترا شرح معما میکرد
من فدائے لب لعل تو کہ از خندۂ ناز | مائلِ خندہ چو گل غنچہ دلہا میکرد

یاد آں عہد کہ در کوئے تو مسکین دل من
روز ہا شور و فغاں نالہ بہ شبہا میکرد

میکند خندۂ تو انچہ کند شربت خضر
میکند لعل لبت انچہ مسیحا میکرد

بود زانجملہ دل خستۂ من نیز یکے
چشم فتاں تو چوں غارت دلہا میکرد

خوش رسیدی بسر وقت ز جامے بنواز
ساقیا بس دل من میل بصہبا میکرد

توبہ کردم ز مے ناب و پشیماں گشتم
ہائے او محو ز دل کاوش غمہا میکرد

حالیا آہ بہ پیش کہ برم مشکل خویش
رفت آنکس کہ مراحل معما میکرد

سجدہ گاہِ دل و دیں شیخ من و مرشد من
پیرا صدق کہ علاجِ دل شیدا میکرد

گریہ میکرد چو شبنم چو سحر دیدۂ من
دہن زخم دلم خندہ چو گلہا میکرد

باقر خستہ ز جاں رفت و نشد روزی او
بوسہ کز لب لعل تو تمنا میکرد

۸۱

بندۂ عشق توام خلق خدا میداند
کشتۂ ناز توام جل و علا میداند

دل من زلف ترا دام بلا میداند
روئے پر نور ترا شان خدا میداند

عشوہ و غمزہ و شوخی ہمہ ختم است برو
نیست شوخے کہ چو او ناز و ادا میداند

انچہ بر ما گذرد پیش تو خواہد گفتن
حالت زار مرا یک صبا میداند

درد عشق است کہ آورد لب جان حزیں
کیست آنکس پے این درد دوا میداند

دل آگاہ من خستہ رخ مہر و قمر
پیش خورشید عذار تو سہا میداند

گرچہ طفل است ہمہ دلبر من لیک چہا
شیوۂ ناز و ادا نام خدا میداند

دارم امید ز لطفش کہ کشاید گرہے عقدۂ کار کہ آں عقدہ کشا میداند

از عتاب و ستم و جور و جفا ہا بروئے
انچہ کردی تو دلِ باقر امیداند

دل من بیقرار میباشد بے تو سیماب وار میباشد

بلبلے ہمچو من بہ گلشن نیست گرچہ بلبل ہزار میباشد

دل پُر از درد و بیتو دیدۂ من دایماً اشکبار میباشد

چہ گنہ کردہ ام بگو کز من دل تو پر غبار میباشد

زلف تو دایما بخوشبوئی رشک مشکِ تتار میباشد

دل شیدا بدوری رویت دایما سوگوار میباشد

جائے زلفت برخ بود آرے بر سرِ گنج مار میباشد

ہست باقر چہ رند میخوارے
دایما در خمار میباشد

آں مہ تو جہے بمن اصلا نمیکند از یاد بردو پرسشے از ما نمیکند

صد نامۂ نیاز فرستادمش ولے او نامۂ ز بہر من انشا نمیکند

میرم ستمگریش کہ خلقے بہ تیغ ناز از جاں ہلاک سازد و پروا نمیکند

صد بار میر دم بدرش جبہ سا ولے درباں چہ کافر ست کہ در وا نمیکند

آں مست ناز ما است کہ در بزم میکشاں میلے بسوئے ساغر و صہبا نمیکند

صبر و سکوں ربودی و بارش نمیدہی — مسکیں دلم ز شرم تقاضا نمیکند

بخشند خلد و روضۂ رضواں اگر باو

باقر بغیر کوئے تو ماوا نمیکند

۸۴

دل سودا زدہ و شورش جانم دادند — چشم خونبار و دم شعلہ فشانم دادند

شکر للہ کہ ز فیضان تہانخانۂ غیب — معجز ناطقہ و سحر بیانم دادند

گلرخے سیم تنے سرو قدے مہر وشے — شاہدے غنچہ لبے موئے میانم دادند

آہ گرم و دم سرد و لب خشک و غم عشق — انچہ میخواست دل خستہ ہمانم دادند

از قد راست اگر ناوک دلدوز ترا — از قد خم شدہ طرفہ کمانم دادند

زاہدا از من مطلب رہروی حل و حرم — در ازل سالک رہ عشق بتانم دادند

باقرم با طرف خانقہ شیخ چہ کار

خدمت میکدہ و پیر مغانم دادند

۸۵

چو گرم جلوہ فرمائی بطرز دلربائی شد — دل زاہد بروں از قید رسم پارسائی شد

برخسار حسیناں جلوہ ہا فرمود و شد پنہاں — چو آں خلوت نشیں جانانہ گرم خود نمائی شد

نماند اکنوں بہ نزد من بہائے وصل او باقی — مرا دین و دل دیوانہ صرف رونمائی شد

ز فرقش تا قدم بحر لطافت میزند موجے — عیاں از صورت پاکش چہ شان کبریائی شد

تنش رنگیں چو گل در وصل شد از جوش آغوشم — زنقش بوسہ ہائے من کف دستش حنائی شد

نہ چیدم یک ثمر از باغ حسن یار یا قسمت — دلم صد پارہ ہمچوں گل ز درد نارسائی شد

نماند اندر جهاں یک ذرّہ رسمِ راستی باقی　　دلش را با دلِ عاشق چو میلِ کج ادائی شد

شدم از سجدۂ دیر و حرم مستغنی اے زاہد　　سرم چوں بر درِ آں شوخِ گرمِ جبہ سائی شد

زدردِ فرقتش باقرؔ زجان رفتم بحمداللہ
کز آزارِ دلِ شوریدہ ام اکنوں رہائی شد

۸۶

شب زینتِ آغوشِ من آں ماہ لقا بود　　ہر گوشہ ام از خانہ پُر از نور و ضیا بود

نظارگیش غرقۂ دریائے فنا شد　　آں حلقۂ نافِ تو چہ گردابِ بلا بود

ننمود جدا از رخ خود پردہ شبِ وصل　　آں مایۂ نازم چہ قدر پُر ز حیا بود

از چاشنیِٔ زندہ جاوید بگشتم　　گوئی کہ لعابِ دہنش آبِ بقا بود

برمن چہ شوی خیرہ اگر روئے تو دیدم　　آنکس کہ ترا پردہ برانداخت صبا بود

از دردِ دلِ زار ز جاں رفت و شفا یافت　　بیمار غمِ عشق نہ محتاج دوا بود

ہرگز بدو چشمم نکند جلوہ بجز دوست　　ہر سو نگرستیم خدا بود خدا بود

میگشت نگاہم طرفِ گردشِ رویش　　آرے طرفِ قبلہ رخِ قبلہ نما بود

در رقص و طرب آمدہ لولیِ فلک شب　　آں شوخ لطبرزِ عجبے نغمہ سرا بود

ما شکوہ نداریم ازاں آنچہ تو کردی　　از جور و جفا مہر و وفا جملہ بجا بود

دستے بہ سرش نہ ز سرِ مہر کہ باقرؔ
یک عمر بخاکِ درِ تو ناصیہ سا بود

دنیائے دنی اگر نباشد　　غم نیست کہ خوبتر نباشد

بی صرفه بود دلا کشیدن — آہے که درد اثر نباشد

از دشمن و دوست تا نخواهی — نفعے بمن و ضرر نباشد

حاصل چه شود ز چشم بینا — گر بر رخ تو نظر نباشد

درد از جگر و دلش چه خیزد — آنرا که دل و جگر نباشد

کن دانهٔ اشک من دُرِ گوش — جانا به ازیں گهر نباشد

خوں خود بود م ز زخم در جوش — حاجت پئے نیشتر نباشد

گر خانهٔ ماست خلد دوزخ — باشد چو ترا گذر نباشد

عاشق دگر اند نیز دانم — دانی که چو من دگر نباشد

پیش که بنالم از تو اے وائے — هرگز به منت نظر نباشد

کو سوئے دیار عشق بازی — راہے که دراں خطر نباشد

عشق است به گلستان عالم — نخلے که درو ثمر نباشد

دردا که بمیرم از تپ دل — وز حال منت خبر نباشد

باشد بوجود خوش اقامت — گر سوئے عدم سفر نباشد

میلے چه کنی به سیم و زر کو — هم رتبهٔ پشه پر نباشد

باقر چه کنی هوس وصالش
قدرِ تو بایں قدر نباشد

۸۸ گوش کن حالِ دلِ دیوانه ام باید شنید — داستانم خوش بود افسانه ام باید شنید

بر امیدِ وصل خواند و موکشاں کردم بروں　　قصۂ بیرحمیِ جانانہ ام باید شنید
محتسب را بین کہ مینا ہم شکست و جام ہم　　ہم بروں کرد از درِ میخانہ ام باید شنید
سینہ ام بشگافت و گردید از طپید نہا بروں　　طرفہ احوالِ دلِ دیوانہ ام باید شنید
می فزاید در دل عشاق ذوقِ تازہ　　در دلِ شب نعرۂ مستانہ ام باید شنید
مست شد از ساغرِ می چہرہ چوں گل بر فروخت　　سوخت بر شمعِ رخش پروانہ ام باید شنید
کہنہ شد منسوخ گویا قصۂ فرہاد و قیس　　بہترین قصہا افسانہ ام باید شنید

گرچہ رندم باقرا شبہا پس دیوار من
ذکر تسبیح ملک از خانہ ام باید شنید

۸۹

بکامِ من فلک دوراں ندارد　　بسوئے من گذر جاناں ندارد
بیا بنگر گلِ حسن قدیمش　　گلِ گلشن بقا چنداں ندارد
برو عیسیٰ زنبضم دست بردار　　مرا دردیست کاں درماں ندارد
نباشد گل برخے سیمیں تنے کو　　دلے از سنگ و از سنداں ندارد
بہ پیشِ جلوۂ تو کیست کو چشم　　برنگِ آئینہ حیراں ندارد
بود کانِ لطافت چوں گر آں شوخ　　ز دُرِ دنداں لب از مرجاں ندارد
نہ خواہم جلوۂ حورِ بہشتی　　کہ ناز و غمزہ چوں خوباں ندارد
نباشد ابرِ نیساں گرچہ مدرار　　چو من چشمِ گہر افشاں ندارد
خلیلم گرچہ بس مہماں نواز است　　ولے جز مفلسی ساماں ندارد

مرا باقرؔ دلِ زاریست شیدا
که تابِ فرقتِ جانان ندارد

۹۰

ترا مسکیں دلم شب یاد میکرد　　ز دردِ دوریت فریاد میکرد
تغافل پیشهٔ جانانِ من اے کاش　　به یک دیدن دلِ من شاد میکرد
بدل میداشت گر یک ذره رحمے　　چرا بر من چنیں بیداد میکرد
بجولاں گاه شب اشہب همیراند　　کفِ خاکِ مرا بر باد میکرد
دیار و شهرکاں بودے مقامش　　بخوبی خلخ و نوشاد میکرد
نه پرسی تو اگر حالِ دلِ زار　　که پاسِ خاطرِ ناشاد میکرد
نشستے یکدمے گر پہلوے من　　دلِ ویرانه ام آباد میکرد

به درسِ عاشقی باقرؔ بمکتب
عجایب بحث با اُستاد میکرد

۹۱

زینتِ آغوشِ من شب آں بتِ مہ پاره بود　　از نسیمِ عیشِ چوں گل غنچهٔ دل پاره بود
بیقرار از جوششِ دل بوده ام سیماب دار　　دوشِ زیبِ بسترم آں آتشیں رخساره بود
کام جاں شد شکریں از بوسهاے او مگر　　لعلِ نوشینِ چو گلبرگ تو شکرپاره بود
دیدمش بر بام و سرگرمِ تماشایش شدم　　هر گلے از باغِ او چیدانِ گلِ نظاره بود
هیچ تاثیرے نشد از آهِ جانسوزم درو　　گوهرِ دل از شکستن شیشهٔ صد پاره بود
بعد مُردن همچو طفلاں بوده ام بر دوشِ غیر　　جنبشِ نعشم ازپئے من جنبشِ گہواره بود

مائلِ بوس و کنارم بے حجاب و بے خطر | شب بہ آغوشم مستی آں بتِ میخوارہ بود

باقر دلخستہ را در جوشِ وحشت سربسر
گرد باد آسا بدیدم در رہت آوارہ بود

92

نشدم شاد چہ بباید کرد | دلِ ناشاد چہ بباید کرد
کامراں شد چو ز شیریں خسرو | گفت فرہاد چہ بباید کرد
دل آباد من اے وائے بہ عشق | رفت برباد چہ بباید کرد
پیش ازیں انچہ تو کردی بامن | جور و بیداد چہ بباید کرد
ملک الموت چو آمد ناگہ | گفت شداد چہ بباید کرد
بار عشقت کہ گران است از کوہ | بر سر افتاد چہ بباید کرد
قامتِ یار و رخش میباید | گل و شمشاد چہ بباید کرد
ہیچ گاہے بسلامم صد حیف | نہ کنی یاد چہ بباید کرد

داد خواہ آمدہ باقر تو اگر
ندہی داد چہ بباید کرد

93

عاشقِ روئے تو از جان و جہاں میگذرد | طالبِ کوئے تو از کون و مکاں میگذرد
نالہ پیہم ز دلِ ما و فغاں میگذرد | چوں خدنگے کہ بصورت ز کماں میگذرد
اندریں دار فنا نام و نشانش باقیست | ہر کہ در عشق تو بے نام و نشاں میگذرد
آن نہ برق است کہ بر اوج بہ بینی بیتاب | نالۂ ما بفلک شور فشاں میگذرد

بخت خوابیده بهوش آ و نظر کن سویش
کیست زین ره که چنین جلوه کناں میگذرد

خوش تماشا است بروئے قمر ایست تنک
آنکه از حسرت بروئے تو دخاں میگذرد

پاسبان در خود گو که به بیند که بشب
کیست در کوچه تو نعره کناں میگذرد

تو چه داری خبر اے مست تغافل همه ناز
تا چه شبها بسر آه کشاں میگذرد

دوش رفتی بچمن بلبل و گل گفت بشوق
که درین باغ عجب سرو رواں میگذرد

دولت وصل کجا ذکر تمنائے وصال
سخنے هست که گاهے بزباں میگذرد

نوجوانی شد و شد موسم پیری باقر
ها بهارے که برو باد خزاں میگذرد

۹۴

هر خوبرو به پهلوئے خود خارش بکند
چوں آں نگار طره طرار بشکند

از جلوه رخ تو حسیناں عصر را
از جوش شرم گرمے بازار بشکند

کافیست گیسوئے تو پئے بستن دلش
زنجیر اگر بپائے گرفتار بشکند

هر لحظه غمزه ات بدل عاشق حزیں
صد نشتر الم پئے آزار بشکند

سرخوش ز نرگس تو چناں شد که رند مست
خمهائے باده را سر بازار بشکند

از ناز یکدو حرف ز بیمار پرسیت
تبهائے کهنه از تن بیمار بشکند

اے ترک آنچناں تو مسلماں نژاده
کز غمزه تو لشکر کفار بشکند

از مشک بیز نکهت و از بوئے جانفزا
زلف تو قدر تبت و تاتار بشکند

مانند میل سرمه در آرد بچشم اگر
خار رهت به پائے طلبگار بشکند

تو آں گلے کہ در چمن آئی اگر بناز　　از جلوۂ تو رونقِ گلزار بشکند

نازم باین خرام کہ از جوشِ انبساط　　خلخال پائے تو دمِ رفتار بشکند

من چوں شکستہ دل نہ بمانم کہ روزگار　　کارِ مرا چو زلف بہر بار بشکند

منصور اگر ز فیض نگاہم برد نصیب　　زنارِ کفر خویش سرِ دار بشکند

دلہائے بستہ وا شود از غنچۂ دہن　　چوں قفلِ خامشی دمِ گفتار بشکند

از دردِ دل چو نالہ کنم گنبدِ فلک　　از یک شرارِ آہ شرربار بشکند

از مستیِ نگاہ تو در محفلِ شراب
ساقی پیالہ بر سرِ میخوار بشکند

۹۵

چو صبحدم دل خود رفتہ ام بہوش آمد　　صدائے صلِ صلوٰۃ السحر بگوش آمد

بخواستم ز سرِ بستر و وضو کردم　　زباں بہ نغمۂ تکبیر در خروش آمد

رخِ خودم بسوئے قبلہ کردہ استادم　　دو دست من پئے تحریمہ تا بدوش آمد

نماز را بخشوع و خضوع کردہ ادا　　نشستم و دل شوریدہ ام بجوش آمد

بذکرِ حق شدہ مشغول بودہ ام سرخوش　　کہ ناگہاں بسر گوشم ایں سروش آمد

کہ گرچہ ہست نماز تو در شریعت راست　　ولے نہ در خورِ مستانِ بادہ نوش آمد

نماز کن کہ دراں گم شوی ز ہستیِ خود　　نمازِ عشق کہ حیرت وش و خموش آمد

بنوش بادۂ عرفاں و آں بود عارف　　کہ راز غیب بدانستہ پردہ پوش آمد

سپس شدم متحیر کہ چوں شوم عارف　　کہ ناگہاں ز درم پیر میفروش آمد

پیاله داد بدستم که هان بنوش ز شوق — طرب نما که ترا وقت نای و نوش آمد

ببال بر خود و بر بخت ارجمند بناز — که بر تو رحمتِ یزدان حق نیوش آمد

سپاس دار که مشاطه ام ترا باقر

ز دست من ببرت یار حله پوش آمد

۹۶ بشوخی دامنِ خود بر میان پیچیده می آید — پریشان کاکل و مست و نظر دزدیده می آید

قبائے سرخ در بر غازه در عارض حنا بر کف — زہے چون شاخ گل جنبان بپا لغزیده می آید

ز دولت خانهٔ خود بر سرِ من در دلِ شبها — نقاب افگنده بر رخ از عسس ترسیده می آید

مگر از جانبِ جانان پیام وصل می آرد — ز کویش قاصدم شادان بخود بالیده می آید

بسویم چون نمی آئی ز جوشِ غم مرا شبها — فغان از سینه آه از دل سرشک از دیده می آید

به بزمش میرود شادان دلِ شیدا امیدانم — ز باغِ عارضِ آن گل چه گلها چیده می آید

بسے غلطیده در کویش نشد پامال رفتارش — دلِ حرمان نصیبم از درش رنجیده می آید

فلک را سینه بشگافد اگر آید بجانِ او — ازان درد و تعب کان بر دلِ غمدیده می آید

خجل از کرده و از شومی خود منفعل یارب

بدرگاهِ تو باقر با قد خمیده می آید

۹۷ فدائے او که بکونین بادشاهی کرد — جهان گرفت و بعالم جهان پناهی کرد

بلند دیدهٔ خسرویش در آفاق — نظام سلطنتِ دو جهان کماهی کرد

جبین نهاد به امرش ز ذره تا خورشید — قبول طاعتِ او ماه تا بماهی کرد

سپاس و منت ایزد که در همه عالم　غلامیِ درِ آں شہ مرا مباہی کرد
بہ ہر دو کون چو خورشید سربلندی یافت　کسیکہ سجدۂ آں عرش بارگاہی کرد
نشاں پائے ترا سجدہ ریز جن و بشر　درِ ترا ملک و ملک قبلہ گاہی کرد

بہ نامرادی خود ساز و دم مزن باقر
کہ ہرچہ کرد بتو مرضیِ الٰہی کرد

مبارز عشق کہ سیمیں تناں بدل سنگ اند　جفا شعار و ستم پیشہ مائلِ جنگ اند
ز ننگ و نام چہ جوئی ز عاشقاں کیں قوم　ز دست دادۂ ناموس و نام و ہم ننگ اند
خوش آں کساں کہ بیادِ دو چشم و سبز خطت　ز شاربان می ناب و خوگر بنگ اند
مقیم کوئے تو ہر چند خوش دل اند ولے　ز دست جور و جفائے تو عاجز و تنگ اند
ز درگہِ تو اسیرانِ حلقۂ زلفت　روند چوں کہ بہ کوئے تو پائے در سنگ اند
اگر بحسن تو سنجند خوبرویاں را　فدائے تو کہ بحسنِ تو سنگ پاسنگ اند
قیاس سیرت پاکاں بخود مکن کیناں　بصلح با دگراں و بخویش در جنگ اند
مخور فریب کہ ایں زاہدان ریش سفید　اسیر سلسلۂ گیسوان شب رنگ اند

ز دوستان جہاں باش پر حذر باقر
عدو بہ باطن و در صورت آشنا رنگ اند

مرا کہ تشنہ لب افتادہ ام ایاغ دہید　بخانۂ دل تاریک من چراغ دہید
بہار میرود و فصل گل دماغم نیست　بہ یک دو ساغر پر بادہ ام دماغ دہید

کجا فتاد و کجا شد از و نشانے نیست
روید و از دل گم گشته ام سراغ دہید

شکسته بال و پر افتاده ام درون قفس
مرا ز خانهٔ صیاد جا بباغ دہید

کنید بیخودم اے ساقیان بزم حضور
ز کار دین و ز دنیا مرا فراغ دہید

صفیر خامهٔ باقر بمدعی به برید
نوائے بلبل دستان سرا بزاغ دہید

۱۰۰

ز راهِ قرب دو رافتی اگر رنگ ریا باشد
حضوری میکنی حاصل اگر صدق و صفا باشد

صفیرم کس نمی‌شنود منم تنها درین گلشن
نباشد بلبلے اینجا که با من همنوا باشد

ز عکسِ آن تنِ رنگین که تا بد از لباسِ تو
شود روشن که برگِ گل ترا زیر قبا باشد

ز بزمت دیر می آید ز بخت نارسا نالم
شود پے پائے رفتارش اگر قاصد صبا باشد

رُباید خنده ات هوش و نماید غمزه ات بسمل
گرا اے جان جان جز تو چنین ناز و ادا باشد

چرا اے من بقربانت ز من بیگانه میگردی
که تو درد هر اگر جوئی نه چون من آشنا باشد

شهیدِ نازِ او باشد بجا کش هر طرف رقصان
زمین کوچهٔ جانان زمینِ کربلا باشد

ز فرگانش همی روبم که خاکِ آستانِ او
بفرقِ سر بود صندل بدیده توتیا باشد

تو ئی گر عاشقِ صادق ز جورِ او منال اے دل
بمذهب عاشقِ بیدل جفا رنج و بلا باشد

اگر خون ریختی ما را میندیش اے بتِ کافر
که قتلِ عاشقِ بیدل بمعشوقان روا باشد

به دردِ عشقِ محبوبان مبادا هیچ کس یارب
برنگِ باقرِ بیدل اسیر و مبتلا باشد

عاشقت نالہ از بلا نکند | میرد از درد دل دوا نکند
چوں منِ سادہ دل مسلماں را | عاشقِ روئے تو خدا نکند
آنچہ تو کردۂ بمن جاناں | آشنائے بہ آشنا نکند
اوست مالک چہ تاب شکوۂ اوست | حاجستم را اگر روا نکند
گہ زند تیر و گہ سناں در دل | عشوہ و غمزہ ات بہا نکند
مید ہد جاں دلم بنا کامی | پیش تو عرض مدعا نکند
ملک دل شد خراب و بیا بکم | تو بہ از جور و از جفا نکند
تاب دیدار من ندارم و او | نظرے سویم از حیا نکند
دیگراں مال و زر بیفشانند | ویں گدا جز بسر فدا نکند
شاہدِ تو خلاف مطلب تست | خضر مقصود رہنما نکند

مشکل خود کجا برو باقر
گر بہ پیش تو التجا نکند

۱۰۲

دلم از نعرۂ خود بیخود و در حال می باشد | نہ چوں صوفی برقص از نغمۂ قوال می باشد
دراں شبہا کہ با شد آمدِ آں شوخ رقاصم | دو گوشم فرش راہِ نغمۂ خلخال می باشد
چہ حاجت با شراب و ساغر و مینا بود ما را | ایا غم از شرابِ عشق مالا مال می باشد
دلا بے روزہ بودن خوش بود از صوم آں صایم | کہ در رمضاں بشوقِ آمدِ شوال می باشد
بیادِ حق بجاں ہر دم از و غافل مشو ہرگز | کہ ابلیست ہمیشہ در پئے اضلال می باشد

زضبطِ گریہ نتوانی نہفتن رازِ عشق اے دل | کہ ظاہر صورتِ انساں بہ باطن دال میباشد

بہ بر دارش بہ ایماں ازجہاں یارب کہ باقر را
بدل خوفِ سعیر و دہشتِ اغلال میباشد

۱۰۳

دل وانمم بجانب کوئے تو میکشد | شوقم بہر زمانہ بسوئے تو میکشد
واعظ بمجلسِ تو کند کار مطربی | زاہد بہ بزم بادہ سبوئے تو میکشد
آشفتہ شد مزاج ز نازک مزاجیت | دل صد مہار تندئ خوئے تو میکشد
صد چاک میشود دل من ہمچو شانہ ات | مشاطہ شانہ راچو بموئے تو میکشد
از دور جلوۂ تو عیاں دیدہ ولے | زلفِ سیاہ پردہ بروئے تو میکشد
ما از کجا و طوف حریمت شہنشہا | ایں بندہ پرورئ تو سوئے تو میکشد
از کس چہ حاجت است کہ پرسم نشانِ تو | مارا براہ قرب تو بوئے تو میکشد

باقر کہ بندۂ تو بود چوں نغیر مست
بر در گہِ تو نعرۂ ہوئے تو میکشد

۱۰۴

دل خستۂ اندازۂ رفتار تو باشد | جاں شیفتۂ لہجۂ گفتار تو باشد
نازم بجمالِ رُخِ خوبِ تو کہ یوسف | جاں باختۂ گرمئ بازار تو باشد
تیغیکہ ازاں ریختہ خونِ عزیزاں | تیغِ دودمِ ابروئے خمدار تو باشد
از دہر بود فارغ و از قید دو عالم | آزاد بود ہر کہ گرفتار تو باشد
رو می نکند جانبِ رضواں کہ دلم را | آسایشے در سایۂ دیوار تو باشد

دارد صدفِ سینہ پُر از گوہرِ مکنوں رندے کہ دلش محرمِ اسرار تو باشد
جانا سبب رفعت سرہائے بلنداں پامالیِ جولانیِ رہوار تو باشد
کے مائلِ نظارۂ خوباں شود آں چشم کز جان مہ من طالبِ دیدار تو باشد
من گم شوم از خود چو بیابم خبرِ تو اے خوش دل آنکس کہ خبردار تو باشد

ہر تیر جفائے زکماں سرشود م گفت
باقر ہدفش سینۂ افگار تو باشد

۱۰۵ بسوئے خانہ ام آں شوخ امشب بیحجاب آمد برفتن پائے اولغزاں عجب مستِ خراب آمد
دو روزے بودہ ام موجود و معدوم کنوں ہستے مرا ایں ہستی موہوم در رنگ حباب آمد
بہار آمد زند گل خندہ و بلبل زند چہ چہ بگلشن سرو من با مطرب و چنگ و رباب آمد
بنازم طالعِ خود را بدیدم جلوہ رُو دلشں مرا ایں دولت بیدار خود امشب بخواب آمد
بملک دلبری شاہی تعالی اللہ چہ زیبائی کتاب حُسن خوباں را جمالت انتخاب آمد
بمضمون فراقِ او نوشتم نامۂ شوقے خطم ناخواندہ با قاصد ز جاناں بے جواب آمد
مگر مشاطہ داکردہ است زلفِ عنبریں بیں را مشامم راز کوئے او چہ بوئے مشکناب آمد

بحالِ زار او رحمے کہ مسکیں باقر بیدل
بہ بزمت با دلِ نالان و با چشم پر آب آمد

۱۰۶ چہ عبث فغان و آہے کہ دراں اثر نباشد بروم ز جاں سپے تو و ترا خبر نباشد
تو و صحبت رقیباں بنگر بحالِ زارا کہ مرا العشق رُویت ز کسے خبر نباشد

چہ سریں کہ کوہ سیمیں چہ میاں کہ تار زلفت | نہ چنیں سریں بخوبی و چناں کمر نباشد
رہ عشق را بناز م کہ مصوں بود ز آفت | بہ چنیں رہے قدم زن کہ دراں خطر نباشد
بہ تمنیٔ وصالت من و صد ہمہ فراقت | شجر یست نخل عشقت کہ درو ثمر نباشد
ہمہ شب بکنج عزلت نظر من است و راہت | چہ کنم بحال زارم کہ ترا نظر نباشد
چہ کنم نعیم جنت چمن ارم چہ سازم | بفراز بام وصلت اگرم گذر نباشد
تو علاج درد سر کن سر من جدا ز تن کن | چو جدا شود سر از تن خلشے دگر نباشد
مے ناب دہ تو ساقی کہ بود علاج دردم | کہ می است آں دوائیکہ درو ضرر نباشد

بکف است نقد ہمت ز عطائے دوست باقر
زر و سیم در کف من چہ شود اگر نباشد

۱۰۷ فروغ روئے تو جانا در انجمن باشد | چنانکہ شمع فروزندہ در لگن باشد
زمین کوئے تو از خون کشتۂ نازت | ہمیشہ نبت نسرین و نسترن باشد
مرا کہ جور عزیزاں رساند جاں برلب | بطبع کربت غربت بہ از وطن باشد
گل شگفتہ ز غیرت ہمیں شود غنچہ | ز ناز چوں لب لعل تو خندہ زن باشد
چو غیر حق نبود در دل شکستہ چہ دور | سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد
ز قدر و قیمت حسنت چہ کم شود شیریں | کہ زینت کفت از خون کوہکن باشد
مریز در تہ خاک آبروئے من یارب | نہاں ز شرم چو رویم تہ کفن باشد
میان ما و صنم ز اختلاف ملت و دیں | تفاوتیست کہ در شیخ و برہمن باشد

بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست
کسیکه دشمن من شد عزیز من باشد

تو خورد سال ترا قدر باید ش بشناخت
که باقر تو ترا عاشق کهن باشد

۱۰۸

جانم به رجا و بیم باشد
بر جادهٔ مستقیم باشد

جز بے تو سخن بکس نسازم
گر همسخنم کلیم باشد

من جز در تو نه جا پذیرم
گر خلد و گر نعیم باشد

ترسی چه ز پرسش عملها
رب تو دلا کریم باشد

بجنت نبود اگر بکامت
خامش که خدا حکیم باشد

اے طبع حکیم شو معالج
نبض قلبم سقیم باشد

از خنجر غمزهٔ تو ظالم
زخمی دل من دو نیم باشد

در عشق جدا ز نام و ننگم
از طعن کسے چه بیم باشد

باقر تو کجا و عشقبازی
شانت بخدا عظیم باشد

۱۰۹

شمع من جلوه کناں چوں ز میاں برخیزد
دود آه از دل من شعله فشاں برخیزد

عاشق خسته ز بزم تو ز بیمهریِ تو
از سر حسرت و غم اشک فشاں برخیزد

جاں دهد هر که جگر سوختهٔ وصلت دوست
روز محشر ز لحد تشنه دهاں برخیزد

عاشقِ روے ترا گر سوئے جنت طلبند
نیست ممکن ز ورت شیفته جاں برخیزد

هر کہ از سیر جہاں رستہ نشیند بدرت — زین و آں فارغ و از کون و مکاں برخیزد
پشت پا گر بزنی بر لحدِ کشتۂ ناز — از تہِ خاک کہ بیتاب و تواں برخیزد
ہمچو سیماب بغلطم بہ سرِ بسترِ خویش — چوں مہِ من ز برم جلوہ کناں برخیزد
گرچہ چشمم بزند آب بروئش بختم — ممکنے نیست کہ از خواب گراں برخیزد
میزند دم ز توکل عبث آں گرسنہ چشم — کز سرِ بسترِ خود از پئے ناں برخیزد
اے خوشا حال کہ سودا زدہ ات روز نشور — از لحد نعرہ کناں جامہ دراں برخیزد
آتشِ عشق بدل ہر کہ بجوشد بہ سحر — ہمچو اژدر ز دہن شعلہ فشاں برخیزد
کشورِ دل چو شود تختگہِ شاہِ یقیں — لشکرِ شک ببرد فوجِ گماں برخیزد
آنکہ یکساں بودش ماضی و ہم مستقبل و حال — از سرِ سرمد و ہم دہر و زماں برخیزد

باقر از تلخیِ ایام نشستہ است حزیں
وقت این است کہ مسکیں ز میاں برخیزد

۱۱۰

آمد گہے کہ آید و مہر و وفا کند — می بینمش کہ جور و ستم تا کجا کند
طفل است از خرام قیامت بپا کند — تا بعد ازیں ز غمزہ و ابرو چہا کند
آوردم احتیاج بصد عجز بر درش — باشد ز لطف حاجت ما را روا کند
زاہد اگر بصومعہ بیند ادلئے او — بیہش فتد ز پا و نمازش قضا کند
اکنوں کہ پا ز سیر فرو ماندہ خاطرم — خواہد کہ جا بکوئے تو چوں نقش پا کند
خواہد اگر ببند جم جا دہد مرا — خواہد بساط کلبۂ ام از بوریا کند

نشترشکن نقلب من آید تو اے عشق
کارم تمام مطرب شریں نوا کند

نازم بہ ارجمندی بخت خودم کہ دوست
مارا برنگ سایہ نہ از خود جدا کند

باید بہ ہر کسیکہ بجوید رضائے حق
خود را باو سپارد و محو رضا کند

از نے بدہ کہ باقر مسکیں بپائے سر
بر درگہ تو آید و بر تو دعا کند

کافر عشق تو اے کاش دل زار شود
تار زلفت بگلو رشتۂ زنار شود

چشم بالا کنم و جلوۂ رویت بینم
تو بہ سر بام و مرا جانہ دیوار شود

گرد آں مہ چہ عجب گر بہ نشینند اغیار
دیدہ باشی کہ بچمن پہلوئے گل خار شود

امن از جملہ بلا ہا ز خدا میخواہم
غیر از عشق دگر ہیچ نہ آزار شود

کہنہ زخم دل من بہ نکند ہیچ دوا
خط سبز تو مگر مرہم زنگار شود

ہفت دریا اگرش بر رخ و بر سر ریزند
طالع خفتہ محال است کہ بیدار شود

حرف باطل چہ خیال است کہ گوید حق گوے
گرچو منصور سرا و لب دار شود

چند ازیں در دبنالم کہ مرا نخل امید
سرو آسا نہ گہے با ثمر و بار شود

چشمۂ نوش بود لعل لب شیرینت
دہ ز لالے کہ دوائے دل بیمار شود

بس خطرناک بود جادۂ عشق تو چناں
طے بہ بینم ز من ایں وادی پرخار شود

لذت می بچشی گر تو بر نداں زاہد
رہن میخانہ ترا جبہ و دستار شود

دست بردار ز جور اے بت سنگیں دل من
چند ازیں تیشہ دل زار من افگار شود

بستہ ام رخت سفر جانب منزلگاہت — استلامِ تو کنم بخت من اریار شود

پرحذر باش از آندم کہ مرادر دل شب — گرم روسوے فلک آہ شرر بار شود

ناتوانی اگر این است چگویم پس ازیں — بردرت آمدنم آہ چہ دشوار شود

باقر آزاد بود کے رسد آن وقت خوشے
کہ بدامِ سرِ زلفِ تو گرفتار شود

۱۱۲
زتیر فتنہ دلِ خود فگار نتواں کرد — نگاہ شوق بہ روئے نگار نتواں کرد

بکیش عشق دل و جاں چہ قیمتے دارد — بپائے یار کہ او را نثار نتواں کرد

بیار بادہ کہ ابر است دلکشا ساقی — حذر ز بادہ بفصلِ بہار نتواں کرد

اگر بعشق تو مردم چہ جائے افسوس است — دو دیدہ را بغمم اشکبار نتواں کرد

ز دردِ عشق اگر سینہ شق شود چہ غم است — تپِ دروں بہ کسے آشکار نتواں کرد

ز سیر گلشن و گلہا چہ بشگفد دل من — اما لہٗ غمِ یار از بہار نتواں کرد

بیا بیا ز کجا میرسی بیا جانا — بہ بر در آ ز منِ خستہ عار نتواں کرد

فدائے شان تو اے خواجہ ام کہ گفت ترا — ز خیلِ غلاماں شمار نتواں کرد

توئی بسایۂ نعلین خواجگاں باقر
ترا ہراس نہ روزِ شمار نتواں کرد

۱۱۳
در دل نبود جز بہ تمنائے محمدؐ — لبریز سر ماست ز سودائے محمدؐ

خورشیدِ غلامِ رخِ زیبائے محمدؐ — طوبیٰ است بجاں بندۂ بالائے محمدؐ

سوءِ ادب است اینکہ کنم دعویٰ عشقش باشد چو خدا عاشق شیدائے محمدؐ

عیسیٰ بدہد جان و خضر نقد دل از کف بر غمزہ ات اے نرگس شہلائے محمدؐ

در عرض غرض پیش کسے لب نکشایم جز سرورِ خود حضرتِ والائے محمدؐ

از بہر شفائے منِ دلخستہ بود بس حرفے ز لب لعل شکر خائے محمدؐ

گردد چو خراماں زرہِ ناز کنم من ایں دیدہ و دل فرش کف پائے محمدؐ

رفتم خرد و ہوش بتاراج نگاہش شد جان و دلِ من ہمہ یغمائے محمدؐ

گردست دہد از مدد بخت بلندت برگرد دلا گرد سراپائے محمدؐ

زنجیر گسل شد دلِ دیوانۂ باقرؔ
در عشق تو اے زلف چلیپائے محمدؐ

شب زینت آغوش من آں ماہ جبیں بود اقلیم نشاط و طرب زیر نگیں بود

فارغ شدہ عیش و نشاطِ دو جہانم تا درد و غمت در دل من گوشہ نشیں بود

_____ و از نقش خیالم بدلم بود جز عشق تو دیدیم نہ آں بود نہ ایں بود

گفتم کہ بدرد و غم عشق تو بمردم گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود

دشنۂ عشقِ تو برانداخت _____ دل در صدف سینہ عجب درّ ثمیں بود

از ناز زمن حال شبِ ہجر چہ پرسی جانا چہ بگویم کہ چناں بود و چنیں بود

آمدی و باز برفتی _____ ہر ہر نفسِ من نفسِ باز پسیں بود

_____ آں بارگہ و قصر بلندت

آخر نه مقام تو همیں زیر زمیں بود

۱۱۵ ـــــ دوری تو اے ستم ایجاد نماند
کشتۂ ہجر تو مرا حاجت جلاد نماند

ہر کجا گوش کنم شہرت عشق من و تست
قصۂ عاشقی شیریں و فرہاد نماند

بستۂ سلسلۂ زلف تو آں کیست کہ نیست
خالی از عشق تو یک بندہ و آزاد نماند

شکوہ کردم ز فراموشی او گفت کہ من
خواستم بس کہ ترا یاد کنم یاد نماند

خود کجا لطف کہ از خشم و عتابت اے شوخ
ہیچگاہے دل غم دیدۂ من شاد نماند

دم تصویر تو از غیرت حسن رویت
جنبشے در قلم مانی و بہزاد نماند

من بقربان تو از لطف بفرما نظرے
باقر خستہ کہ او لائق بیداد نماند

۱۱۶ حال دردِ دل من خلق کجا میداند
آنچہ بر من میگذرد بے تو خدا میداند

گر بباید بسرم عیسی مریم چکند
بمن آرید کسے را کہ دوا میداند

چہ نویسم کہ بہ پیش تو بخواہد گفتن
شدت شوق مرا پیک صبا میداند

سخنم را بہ نہد معنی دیگر چہ عجب
نکتہ سنجی صنم نکتہ سرا میداند

گر بباید بسر بالیں دم نزعم چہ عجب
کشتن بیگنہاں آنکہ روا میداند

بوسہ چند بدہ زانکہ دل تشنہ لبم
لعل نوشیں ترا آب بقا میداند

ناخن لطف ترا عقدہ کشا نیست شعار
بندہ ات شان ترا شان خدا میداند

زد بکارم گرہے بخت زبونم یا شیخ

باقرِ خستہ ترا عقدہ کشا میداند

چشم بد دُور وجودت چمنے ساختہ اند قامت وروئے ترا سرو و سمنے ساختہ اند
قامتت سرو و رخت گل لب لعلت غنچہ این سر و پاے ترا خوش چمنے ساختہ اند
مُطرب و ساقی و می صحبت رندان ست بیا اندرین جمع چہ خوش انجمنے ساختہ اند
مشک بیز است سرِ دامن صحرا کہ توئی گوئیا در خم زلفت ختنے ساختہ اند
چند ز گلہا و سمن دوختہ اند از پئے کشتۂ نازت کفنے ساختہ اند
عاشقاں وُا شدہ از جامعۂ عریانی خود بر تن از خاک درت پیرہنے ساختہ اند
از پئے شہرتِ حسنِ رخ شیریں در دہر ہمچو فرہاد بسر تیشہ زنے ساختہ اند

میزنی لاف ز اسلام چہ باقر کہ ترا
از پے مہر بتاں برہمنے ساختہ اند

دل نہاں با تو بداریم و ندانستیم ننگ و ناموس مرا عشقِ تو برباد کند
تو ز حالِ دل من ہیچ نداری خبرے دل ما ہست کہ ہر لحظہ ترا یاد کند

از کرم رنجہ قدم کردہ در خانۂ من
حق تعالیٰ ز کرم خانہ ات آباد کند

آہے از دل غمم برُون ندہد دود این آتشم برُون ندہد
پیشگاہِ رخت ز غیرت حسن چشم خونناب نم برُون ندہد
تا دُرِ اشک نیست گوہر عفو موج بحرِ کرم برُون ندہد

بے وجودِ حقیقتِ واجب — ممکنے را عدم بروں ندہد

آنچناں محو روئے تست دلم — کہ چو آئینہ دم بروں ندہد

گر بجنّت کشند عاشق را — از درِ تو قدم بروں ندہد

دل عاشق غمِ محبّت را — از بلا و ستم بروں ندہد

تا ندانند غیر در مکتوب — راز عشقت قلم بروں ندہد

گر رود نقد جاں رود لیکن — ممسک از کف درم بروں ندہد

دید صد نامہ ام مگر آں شوخ — رقمے از قلم بروں ندہد

از لبِ نوش چوں چکد تریاق
افعیِ زلف سم بروں ندہد



ردیف ذال

زہرِ غمت درکام جاں چوں شیرہ ایجاں شد لذیذ
بیماریِ عشقت مرا در دل ز درماں شد لذیذ

از شوق جادادم بدل پیکاں خونخوارِ ترا
جانا بکامِ ہمتم تکریم مہماں شد لذیذ

نظارۂ رخسار او خوشش آیدم از سیرِ گل
از شہد و شکر بوسۂ آں لعلِ خنداں شد لذیذ

خو کردہ ام تا ایں چنیں بر تلخیِ ہجراں تو
چوں لالۂ نعماں مرا ایں داغ حرماں شد لذیذ

زندہ میسازد دلِ عشاق طرز نطقِ او
از دمِ عیسیٰ سخن زاں لعلِ خنداں شد لذیذ

کے حزیں ہیئت زند دم ہم چہ جائے عرفی است
باقر اشعارِ خوشت از شعر سلماں شد لذیذ



ردیف را

گریہ شد کار دل از پستۂ خنداں تو دور
روز غم زرد شد از سیب زنخدان تو دور

زہر غم ریخت بجاں غمزۂ شیریں کارت
چشم بد جان من از نرگس فتان تو دور

جلوہ آراست گلے تازہ و شاخِ سنبل
چوں صبا کرد ز رخ زلف پریشان تو دور

تا اجل می نشود دست و گریبان با من
نشود دست من از گوشۂ داماں تو دور

یوسفا رنج و بلا لازمۂ حسن افتاد
نشود از تو گہے سیلیِ اخوان تو دور

قامتت سرو و رخت گل سر زلفت سنبل
صرصرِ حادثہ باد از چمنستان تو دور

چیست تدبیرِ تو اے باقرِ دلخستہ کہ شد
پائے رفتار تو پے منزلِ جانان تو دور

غیر حق ہر چہ بود اے دل شیدا بگذار
خواہشِ روئے خوش و زلف چلیپا بگذار

دست از حرص کش و کنج قناعت بگزیں
الفتِ مال و زر و دولت دنیا بگذار

بوریا فرش کن و کہنہ گلیمے در بر
شوز پشمینہ بروں اطلس و دیبا بگذار

در گریباں تامل سر فکرت در کش
دیدہ بربند ز ہر دید و تماشا بگذار

دیدۂ انجمن فرق بہ بیں خلوت جمع
چشم بینا بکشا دیدۂ اعمیٰ بگذار

تا تواں راز محبت نتواں کرد عیاں ساز ضبطِ نفس و نالۂ شبہا بگذار

باقر از وسوسۂ غیر تہی کن دل را
از سرِ داعیہ بر خیز و تمنا بگذار

تو مولا سیّدی اشرف جہانگیر تو آقا سیّدی اشرف جہانگیر
فتادم بر درت دستے بدستم خدارا سیّدی اشرف جہانگیر
بسوئے من ز رحمت یک نگاہے بفرما سیّدی اشرف جہانگیر
ز ہر م مجلسے از رافت و مہر بیارا سیّدی اشرف جہانگیر
توئی آنجا معین و دستگیرم ہم اینجا سیّدی اشرف جہانگیر
منِ جاں دادہ را زندہ فرما مسیحا سیّدی اشرف جہانگیر
توئی حلال مشکلِ من توبخشا سیّدی اشرف جہانگیر
بفرما سر فرازم بر سرِ من بنہ پا سیّدی اشرف جہانگیر
بفرما چشم کورم را ز رحمت تو بینا سیّدی اشرف جہانگیر
مرنج از من کنم گر بہر مطلب تقاضا سیّدی اشرف جہانگیر
ترا خوانم بہر دشت و بیاباں بصحرا سیّدی اشرف جہانگیر
نباشد چوں تو کس از خیل خوباں دل آرا سیّدی اشرف جہانگیر
بفرما دعوتم را از سرِ لطف پذیرا سیّدی اشرف جہانگیر
بگرداں دست شفقت بر سرِ من خدارا سیّدی اشرف جہانگیر

بود ذات وصفاتت شان رحمت
سراپا سیّدی اشرف جہانگیر

فشانم جاں بہ پایت گشتہ ام من
مہیّا سیّدی اشرف جہانگیر

شد از نور رخِ پاکت مدینہ
کچھوچھہ سیّدی اشرف جہانگیر

جمالِ روئے خود بکرہ بہ باقر
تو بنما سیّدی اشرف جہانگیر



ردیف زا

یک نگه کردی و رفتی رفته از کارم هنوز
از نظر پنهان شدی و محو دیدارم هنوز

قیس را شد لنگ اسپ ناله در صحرائے عشق
برق آسا گرم جولان است رہوارم هنوز

ناتوانی گرچه سپے کرده است پائے رفتنم
در طریقِ عشقبازی گرم رفتارم هنوز

شدتِ دردِ دلِ شیدا تمامم کرده آه
دست بر دل میگذارد بدگمان یارم هنوز

گرچه واعظ میکند تلقین اسلامم بسے
سجده بت میکنم در بندِ زنارم هنوز

گرچه در عشقِ تو کردم خانمانِ خود خراب
لیک وصلت را بنقدِ جان خریدارم هنوز

تو ز قیدِ دوستیِ خود رہا کردی مرا
در خم زلفِ چو زنجیرت گرفتارم هنوز

حاصلے باقرؔ میگردد ولے تخمِ امید
در زمینِ دل عبث از سادگی کارم هنوز

۲

دل بسودائے تو بے تاب و توان است هنوز
بر درت همچو جرس گرم فغان است هنوز

گرچه بربسته میان از پے طوفِ حرمم
لیک پیشِ نظرم روئے بتان است هنوز

شعلهٔ شوقِ تو هر چند چو شمعم بگداخت
راز عشق است که در سینه نهان است هنوز

خطِ سبز ار چه برآورد رخِ همچو گلشن
خندهٔ لعلِ لبش آفتِ جان است هنوز

واعظِ شہر ترا گرمی بازار نماند | معدنِ فیض درِ پیرِ مغان است ہنوز
برق آہ است کہ بسوزد دل سودازدہ را | آتشِ نالہ ہماں شعلہ فشان است ہنوز
ناتوانیست کہ افسردہ دلِ زار از و | دلِ بیتاب بشوقِ تو طپان است ہنوز
پرتوِ ظلِ صفاتت ہمہ جا جلوہ گر است | کنہِ ذاتِ تو مگر سترِ نہان است ہنوز

تو گذشتی ز سرِ عہد و ز پیمان خودت
باقر دل شدہ بر عہد ہمان است ہنوز

۳
خیز و کن زود وضو میرود ت وقت نماز | پائے رفتار تو لنگ و سفرت دور دراز
لطف فرما و کرم کن بہ من اے بندہ نواز | بر درت ہست ز کونین مرا روئے نیاز
یاورم نیست کسے جز تو خدایا مددے | نیست کس مونس و دلسوز ندارم دمساز
خشم آلودہ نگہ را چو بسویم انداخت | طایرِ دل شدہ ناگاہ شکارِ شہباز
عاشقِ روئے بتاں شو کہ بچشمِ عارف | جلوہ گر نورِ حقیقت شود از نورِ مجاز
بے نصیب است ز نظارۂ حسنِ رخِ دوست | آں سیہ دل کہ ندارد دل او سوز و گداز
گر دہی بوسہ ز لعل لب نوشیں چہ شود | اے ہمہ شوخی و انداز سراپا ہمہ ناز
گاہ دستِ کرم از ما ننمودی کوتاہ | ماہ من باد ترا سلسلۂ زلف دراز
نیست یک جلوہ گرے غیر تو در ملک وجود | نبود ہیچ نظیرِ تو نداری انباز
چوں تواں داشت نہاں رازِ نہانِ عشقت | اشک گلرنگ و رخ زرد چو گردد غماز
اندریں راہ مزن گام کہ اے دل نہ رسی | منزلِ عشق بود پر خطر و دور دراز

کس نہ دانست ورا سایۂ دیوار کجا ست
کیست آنکس کہ بر دراہ بجلوگہ ناز

ہست سلطانیِ کونین بدستِ محمود
گر رسد یک نفسے در کفِ او زلفِ ایاز

آبروے خود شش از کثرت عصیاں خود ریخت
باقرؔ امید بہ پیش تو چہ دارد اعزاز

بس زبون و زار باشد بے تو احوالم ہنوز
در شبستانِ الم دور از تو میںنالم ہنوز

گفتہ بودی یک شبے با ناز آیم بر سرت
زیں مسرت جان من بر خویش میبالم ہنوز

چوں کنم طولِ زمانِ روز فرقت را بیاں
میشود یک روز در ہجرِ تو یک سالم ہنوز

در قفس بے طاقتی شد مانعِ پرواز من
سوختن صیاد میخواہد پر و بالم ہنوز

گرچہ باقرؔ گشتہ ام از دام خطِ او رہا
دانہ آسا میفریبد دانہ خالم ہنوز

سرم از عرش باشد برتر امروز
کہ سودائے تو دارم در سر امروز

چناں نبد ز چشم چشمۂ خوں
کہ مژگانش بدل زد نشتر امروز

کدامی فتنہ قد آمد لب بام
کہ در شہر است شورِ محشر امروز

نباشد چوں تو سفاکے دریں عہد
توئی تیغِ ستم را جوہر امروز

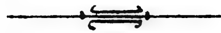
چناں طوفاں نمود اشکم کہ گردید
در و دیوار دیوار و در امروز

جبیں سودم بباب عشق از صدق
خرد را قفل بستم بر در امروز

نصیبِ اوست فردا جام کوثر
کسے شد مستِ عشقِ حیدر امروز

پے گم کردۂ راہِ طریقت بجز اصدق نباشد رہبر امروز

توئی سلطان اقلیم معانی
ترا باقرؔ نباشد ہمسر امروز



ردیف سین

شد داغ دل خستہ بہ رنگ پر طاؤس　　　　ازبس زند آں شوخ خدنگ پر طاؤس

مستانہ بہ دیستان ز طرب چون نکند رقص　　　　ہاں کشور حسن است بہ چنگ پر طاؤس

ہم چشمی داغ دل سودا زدۂ من　　　　ہرگز نکند دیدۂ تنگ پر طاؤس

عشرت دہ صد جلوۂ باغ است بہارش　　　　نازیم بدیں شوخیٔ رنگ پر طاؤس

باقر چہ بود گلشن کشمیر بہ چشمش
دید است ہر آنکس کہ فرنگ پر طاؤس

عاشق روے توایم آخر ز یار ما مپرس　　　　ساکن کوئے تو ہستیم از دیار ما مپرس

در تمنائیش ز درد انتظار ما مپرس　　　　بے چراغ روشن از شبہائے تار ما مپرس

بوسۂ لعلت بنقد جان نماید آرزو　　　　از تمنائے دل امیدوار ما مپرس

شمع ساں از سر تا بپا از جلوۂ او سوختم　　　　روئے آتشناک او بنگر ز کار ما مپرس

روکش باغ ارم باشد دل پرداغ ما　　　　ہیچ از رنگیں بہار لالہ زار ما مپرس

شب براہ انتظارش یکنفس خوابش نبرد　　　　حال زار دیدۂ اختر شناس ما مپرس

تو کریمی بادشاہا از کرمہائش بخبش
کردہ ہائے باقر عصیان شعار ما مپرس

۳
کن رحمتے واز عملم با خدا مپرس
شرمندہ ام ز کردۂ خود از خطا مپرس

اے دل برفت ہر چہ از و ماجرا مپرس
با جور او بباز ز مہر و وفا مپرس

گر خود ترا بخلوت نازش گزار نیست
راز حریم یار ز باد صبا مپرس

گردن تواں نہاد بہ تیغ جفائے او
با درد دل بساز ز دلبر دوا مپرس

دل بردہ زدست من اکنون ز حال دل
از من فدائے ناز تو اے دلربا مپرس

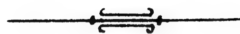
از فرق کردہ سر برسیدم بکوئے یار
بگذشت بر سر انچہ زرنج و بلا مپرس

زہر آب غصہ ریخت بکامم نمود تلخ
عیشم چگونہ آں بت شیریں ادا مپرس

رقصاں بوجد و حال بہ بیں شیخ شہر را
با لحیۂ سفید وز صدق و صفا مپرس

دی شب بہ انتظار قدوش دمید صبح
در شب فراق چگویم دلا مپرس

باقر خمش تو محرم راز دلم نہ
خوں شد دلم چگونہ ز بہر خدا مپرس



ردیف شین

نظارہ یکے حور و ملک گر بکنندش　　مشکل کہ بہ سر نا زوادا دل ندہندش　　۱
در چاہ زنخ گہ دل دیوانہ کند بند　　گہ میکشد از ناز زگیسو بکمندش
ہر لحظہ خیال قد رعنائے تو در دل　　شوخے است پریزاد کہ در شیشہ کنندش
سر رشتۂ زلفت نگذارد دل عاشق　　گرہیچو سر طرۂ خوبان شکنندش
این فتنہ کہ دارد روش گردش گردوں　　آموختہ مگر شیوۂ جولان سمندش

باقر سرِ خود ساختہ وقفِ رہِ خوباں
تا در دم رفتن سر پاے بزنندش

بہ تغافل نظرِ لطف خود اے جان مفروش　　یاد عشاق وفا پیشہ بہ نسیان مفروش　　۲
دارم اشکے کہ جہان است ازو طوفانی　　بمن اے ابر تو ایں دیدۂ گریان مفروش
جام حرماں زدہ ام وز تو نہی کاسہ ترم　　داغ حسرت بمن اے لالۂ نعمان مفروش
نیست چوں جلوہ گہِ یار ترا خانۂ دل　　زاہد خشک عبث سر بگریبان مفروش
زاہد از بادہ بود پیکرِ ما نورانی　　پیش روشن گہراں گوہر عرفان مفروش

دل بتدبیر مبند آبروئے عشق مریز		تیشہ برزخم مزن درد بہ درماں مفروش

ہر لبِ زخم دلم از تو بود خنداں تر		بمنِ خستہ تو اے گل لبِ خنداں مفروش

بمرادِ تو بہایش ندہندت باقر
گوہر پاکِ دل خود بخسیناں مفروش

۳
من و شوق روئے آں مہ کہ ندیدہ ام ہنوزش		چہ بود مئے وصالش کہ نچشیدہ ام ہنوزش

تو فسانہ ام بگفتی ز کسے شنیدہ باشی		تو بگو بگفت ہے ہے نشنیدہ ام ہنوزش

برہش چناں برفتم کہ بماند پائے رفتن		بکجا است منزلِ او نرسیدہ ام ہنوزش

تو بیا بگفت با من کہ ز ربطِ مہر با تو		سر رشتہ کہ دارم نبریدہ ام ہنوزش

ز سرِ نیاز گفتم کہ غلام تست باقر
بہ چگونہ شد بگفتا نہ خریدہ ام ہنوزش



ردیف صاد

در عشق چو بسمل دل دیوانہ کند رقص　　در شعلہ چو افتاد بلے دانہ کند رقص

در شوق بنا گوش تو از جوشش طربہا　　در بطن صدف گوہر یکدانہ کند رقص

یکرہ سوئے میخانہ گر از ناز بر آئی　　مستانہ خم و بادہ و پیمانہ کند رقص

ہر جا ہمہ مستند بہ اندازۂ خود ہا　　بلبل بچمن چغد بویرانہ کند رقص

آندم کہ بہ گلزار تو از ناز خرامی　　ہر سرو سہی بیخود و مستانہ کند رقص

یاد آیدم از گرد سرت گشتن خویشم　　برگرد رخ شمع چو پروانہ کند رقص

باقر بیکے گردش آن نرگس جادو
زاہد بدر میکدہ رندانہ کند رقص



نه فروغِ رخ شمس و قمری بود غرض
لمعهٔ روُے توزیں جلوہ گری بود غرض

ریختم اشک سپئے ناقہ بہ آئینۂ دل
مقدم محمل یار سفری بود غرض

رہ سپردیم سوُئے کعبہ وگہ جانبِ دیر
جلوۂ روئے توزیں دربدری بود غرض

بر جمالِ تو نیفتاد مرا نورِ نظر
آہ زیں چشم مگر بے بصری بود غرض

بود مقصود حدیثِ تو شنیدن از سمع
دیدنِ روئے تو از دیدہ وری بود غرض

سوئے مسجد نکشد صبحگہم بہرِ نماز
بوئے زلفت ز نسیم سحری بود غرض

مژدۂ وصل رساندی بفدایت جانم
قاصدا از تو ہمیں خوشخبری بود غرض

اشک و آہ است کزاں شہرۂ عشقِ تو شدم
ورنہ ایں راز کرا پردہ داری بود غرض

کشتۂ شوق تو بودہ است بدل باقر را
کے تماشائے رخِ حور و پری بود غرض

ردیف ظاء

نصیحتِ تو بود جملہ از ریا واعظ
دلِ تو نیست بہ اخلاص آشنا واعظ

فتادۂ ز رہِ صدق و راستی بس دور
کجا دلِ تو کجا جلوہ خدا واعظ

ہنوز قشری و دم میزنی ز نکتہ علوم
بذوق مغز نگردیدہ آشنا واعظ

ز من کہ ساکن میخانہ ام چہ میپرسی
کہ شیخ شہر کجا ماند و کجا واعظ

کنی مطالعہ گر آں رُخِ کتابی را
دہی ز جبہ و دستار رونما واعظ

نکردہ اند چو قسمت ترا دلِ صافی
مباش غرہ بریں ریش با صفا واعظ

حدیث رتبۂ اہلِ کرم وظیفۂ تست
بطرز خوب کنی عرض مدعا واعظ

فتادۂ سپئے قصرِ شاربِ رنداں
دراز باد ترا ریش خوش نما واعظ

ز اجتہاد بر اعلام دیں خطا گیری
تو رستگار نباشی ازیں خطا واعظ

ز بابِ علم و عمل خود نگشتۂ آگاہ
براہ دیں کہ ترا کرد پیشوا واعظ

سرِ نیاز بخلوت نہ بر زمیں سائی
میان جمع بمنبر کنی دعا واعظ

تو مگذر از حد خدمت بہ پیشِ او باقرؔ
کہ رند وضع تو ہستی و پارسا واعظ

ردیف غین

۱
یار دیرینہ مرا از نظر انداخت دریغ　　از وفا تاخت عناں و بجفا ساخت دریغ
راز عشق تو بدل بود نہاں ہمچو شرر　　اشک غماز مگر پردہ برانداخت دریغ
زخمیِ تیرِ نگاہِ تو نگشتم گاہے　　بر سرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ
مایۂ عیش و نشاطِ دو جہان رفت بباد　　لشکرِ غم طرفِ کشورِ دل تاخت دریغ
عقلِ بیچارہ نہاں بود پس پردہ ہنوز　　عشقِ سفاک بجا ہا علم افراخت دریغ
ساخت با غیر و بریدا ز من و پیماں بشکست　　با من آں جانِ جہاں نرد دغا باخت دریغ

در حریمش چو بناگاہ رسیدم باقر
حالتِ زار نپرسید و نہ بشناخت دریغ

۲
جمال دوست ز تو ماند در حجاب دریغ　　ز روئے دوست نبرداشتی نقاب دریغ
ز تاب عشق نکردی جگر کباب دریغ　　ز خون دل نکشیدی شراب ناب دریغ
نگشت ہیچ گہے قسمتِ تو ہشیاری　　ز نوشِ بادۂ غفلت شدی خراب دریغ
رسید جاں ز جگر تشنگی بلب لیکن　　نداد ساقی ما یک قدح شراب دریغ

اگرچه جلوهٔ حسن تو شد جهان افروز
بماند روئے تو در پردهٔ نقاب دریغ

سحاب فیض ببارد ز آسمان شب و روز
تو قطره آب نخوردی ازین سحاب دریغ

جهان همه صدف سرّ عالم معنی است
تو زین صدف نکشیدی دُر خوش آب دریغ

فگنده ام دل خود را بر آتش عشقت
هنوز پخته نگردید این کباب دریغ

مدار زهد به کم خوارگی و بیداریست
تو بیخبر همه مصروف خورد و خواب دریغ

یکے بغور نه نگریستی بصفحهٔ دل
بماند محو دو چشمت به صد کتاب دریغ

بجان رسید چها زان نگاه سحر آمیز
ز دل شکیب ربود و ز دیده خواب دریغ

گذشت عمر و نه شد سرمه قسمت چشمم
ز گرد راه شهنشاه بوتراب دریغ

اسیر عشق رخ خود نموده باقر را
تو زلف خویش فگندی به پیچ و تاب دریغ

۲

کند بخاطر جاناں گذر دروغ دروغ
به آه و نالهٔ عاشق اثر دروغ دروغ

ز حال خستهٔ من پرسی از دلت بس دور
کنی ز لطف تو بر من نظر دروغ دروغ

تو سنگدل ز تو آید که در رگ جانم
ز نوک غمزه زنی نیشتر دروغ دروغ

ز سادگی به یقین دانم و تو هر روزے
دهی ز آمدن خود خبر دروغ دروغ

بخنده گفته فرستادهٔ که می آیم
بخانه ام تو شوی جلوه گر دروغ دروغ

ز راه عشق نگردم چه گوئی اے زاهد
مرد که هست درین ره خطر دروغ دروغ

پئے تو سبحه و سجاده بس بود زاهد
ز عشق دم مزن اے بیخبر دروغ دروغ

جواب نامه ز معشوق قاصدا معلوم زنی چه دست به جیب و کمر دروغ دروغ
فدائے ناز تو جان و دلم بوقت طلب چه حیله آوری از درد سر دروغ دروغ
درستی سخن و صدق وعده ات دانم کنی ز وصل خودم بهره ور دروغ دروغ
به فرقتت به غم و رنج و غصه ساخته ام مده ز آمدن خود خبر دروغ دروغ
بکنج فقر به تقدیر گشته ام قانع من و محبت گنج و گهر دروغ دروغ
سخن درست بگویم به پیش جلوۀ او شعاع شمس و فروغ قمر دروغ دروغ

فتاده است زپا باقر تو در راهت
رود ز کوئے تو جائے دگر دروغ دروغ

۴
میلے نکرد سوئے من آں ماہ رو دریغ از رخ کشیده پرده نشد روبرو دریغ
بهر نماز عشق نه کردم طهارتے از آب دیده گرچه نمودم وضو دریغ
خلقے کنند عرض غرض پیش او مگر آں محو ناز می نکند گفتگو دریغ
از تشنگی بمردم و ساقی به بزم می ته جرعۀ نریخت مرا در گلو دریغ
از نقش پائے یار نصیبم نه شد نشاں ماندم تمام عمر دریں جستجو دریغ
بے حرمتی بود طلب آبرو ز غیر از غیر حق کنی طلب آبرو دریغ
آمد پئے نماز به نعشم ولے ز غم اشکے نریخت آں صنم خنده رو دریغ
دایم ستیزه میکندم و ز کرم یکے مایل به آشتی نشد آں جنگجو دریغ
با من که بنده ام بگشا در حدیث لب داری چرا به همچو منے گفتگو دریغ

باقر نرفت داغِ سیه از جبین بخت
کردم ز آب دیده بسے شست شو دریغ

کن یک شبے از روئی خود درخانه‌ام روشن چراغ		روئے کن در دامنم چون در تهِ دامن چراغ
از درونش شب که میکردی نظر سوئے برون		بوده است از عارضت درخانهٔ روزن چراغ
میخرامیدی به بام امشب ز عکس روئے تو		بود روشن ماه من درکوچه و برزن چراغ
کشتهٔ نازِ تو من هستم شهیدِ غمزه‌ات		میبایدت آوردنم یک شب سرِ مدفن چراغ ۵
دوست دشمن ننگرم از یک نظر از سادگی		میفروزم هر شبے در خانهٔ دشمن چراغ
شمع روئے او ایا نادیده گاهے کین چنین		می برآرد از سر دردے رگِ گردن چراغ
حالتے دارم شبِ هجرت که از سوزِ درون		بر سرِ تنهائی من میکند شیون چراغ
هست در آغوشش من امشب مهِ من گرمِ ناز		میکند نظاره باشد قابلِ کشتن چراغ

سوختت دل چون شمع باقر بر سیه بختی خود
در شبِ رحلت نشد روزی مرا مردن چراغ



ردیف قاف

۱

عشق باشد منزلِ من میرسم از کوئے عشق
میرسد از هر چمن اندر مشامم بوئے عشق

نور رخسارِ محبت شمع افروزِ دل است
رُوح را مستی فزاید نکہت گیسوئے عشق

گر بنقدِ جان بدست آید خوشا بخت بلند
زندہ جاوید سازد مردہ را دار وئے عشق

میکند در یک نفس تسخیر ملک جان و دل
رشک سحرِ سامری باشد مگر جادوئے عشق

زہد را زد سیلی و سر پنجۂ تقویٰ شکست
من بلا گرداں زور و قوت بازوئے عشق

غازۂ روئے محبت ساختم خونِ جگر
شد سویدائے دلِ من وسمۂ ابروئے عشق

فارغ آمد باقر از سیر ہمہ شہر و دیار
ہر کہ چوں مسکینِ دلِ من شد مقیم کوئے عشق

۲

قوامِ ملت و دیں حضرتِ قیام اصدق
نظام شرع متین حضرتِ قیام اصدق

بعارضِ شرفِ ابتلائے بینش حق
چہ طرفہ نور جبین حضرتِ قیام اصدق

نمود صانع قدرت بخاتم مہ و مہر
ستودہ نقش نگیں حضرتِ قیام اصدق

علاج درد علیلان علتِ عصیاں
دوائے قلب حزیں حضرتِ قیام اصدق

بروئے خاک چو بسمل طپیده ام تا رفت — باوج عرش بریں حضرتِ قیام اصدق

بباطنِ دل غمگیں باقرِ مسکیں
بود چو رُوح قرین حضرتِ قیام اصدق

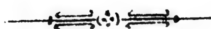
۳
میر من است و پیرم حضرتِ قیام اصدق — من بندہ او امیرم حضرتِ قیام اصدق
هستم ز ناتوانی چوں نقش پا فتاده — باشد که دستگیرم حضرتِ قیام اصدق
از دشمنیِ اعدا باشد چه خوف مارا — باشد دلا نصیرم حضرتِ قیام اصدق
شد جان و تن سراپا روشن ز نور رویش — در چشم و در ضمیرم حضرتِ قیام اصدق
در گلشنش چو بلبل هر صبحدم بنالم — تا بشنود صفیرم حضرتِ قیام اصدق
نقش جمال رُویت چوں نقش در نگینے — گشته است دلپذیرم حضرتِ قیام اصدق
از لطف کن نگاهے سوئے منِ غریبے — مسکین دل و فقیرم حضرتِ قیام اصدق
از قید حُزن و کربم از لطف خود رها کن — در دست غم اسیرم حضرتِ قیام اصدق
رویت چگونه بینم بے نور شد دو چشمم — از لطف کن بصیرم حضرتِ قیام اصدق
من شاه ملک فقرم تاجِ من است کفشت — کویت بود سریرم حضرتِ قیام اصدق
از زیستن به تنگ ام بے روئے تو بخواهم — بر درگهت بمیرم حضرتِ قیام اصدق

کن از کرم نگاهے بر حال زار باقر
دلخسته و حقیرم حضرتِ قیام اصدق

۴
رحمے بمنِ شیدا یا پیر قیام اصدق — بر من نظرے فرما یا پیر قیام اصدق

اے من بفدائے تو از حالِ منِ مسکین — تا کے نہ کنی پروا یا پیرِ قیام اصدق
هستم بہ درِ فضیت استادہ بصد حسرت — این لستہ درت بکشا یا پیرِ قیام اصدق
دور از درِ پاکِ تو آوارہ بوم تا کے — در بادیہ و صحرا یا پیرِ قیام اصدق
از شور و فغانِ خود کردیم تماشا کن — حشرے بدرت برپا یا پیرِ قیام اصدق
این هستیِ موهوم در ذاتِ تو شد پنہان — من قطرہ و تو دریا یا پیرِ قیام اصدق
امروز چو دستم شد در دستِ ولائے تو — ما را چہ غمِ فردا یا پیرِ قیام اصدق
از مدحتِ ذاتِ تو آریم سخن گفتن — ما را چہ بود یارا یا پیرِ قیام اصدق
تو ساقیِ بزم آرا من جرعہ کشِ فضیت — یک ساغرے زان مینا یا پیرِ قیام اصدق
از بہرِ منِ مسکین جز تو نبود هادی — در دنیا و در عقبیٰ یا پیرِ قیام اصدق
در علمِ خدادانی در معرفت و عرفان — کس چون تو نہ بود پیدا یا پیرِ قیام اصدق

بر یادِ گلِ رویت چون مرغِ چمن **باقر**
فریاد کند شبہا یا پیرِ قیام اصدق



ردیف کاف

ثنایت بیش و گفتارِ من اندک
فزوں حسنِ تو دیدارِ من اندک

بود باقی بہ بیں نقشِ سجودم
بکوئے تست آثارِ من اندک

خود از فرہاد و از مجنوں تو خود گو
بود گرمیِ بازارِ من اندک

چو دید احوالِ من گفتا ز حسرت
کہ خواہد زیست بیمارِ من اندک

غم و دردم بود در دہر بسیار
رفیق و یار و غمخوارِ من اندک

نیم شایان لطفِ او ولیکن
سرے دارد بمن یارِ من اندک

چہ غم باقرؔ کہ از فضلِ کریم است
فزوں آسان و دشوارِ من اندک



دارم دلے اگرچہ دلے خوار و زار دل
سیماب وار مضطرب و بیقرار دل

زخمیِ دل و فگار دل و داغدار دل
غمگین دل و ملول دل و سوگوار دل

بیچارہ دل ز آتش عشقِ تو پاک سوخت
خاکستریست شعلہ صفت یا شرار دل

ہرچند دل بہدیہ سپردم با و مگر
دل نیست ہدیہ کہ پسندد نگار دل

بودہ است گوہرے بگراں مایگی علم
در دورِ عشق روئے تو گردید خوار دل

اے سرو من بیا کہ دریں موسم بہار
مانند ابر بے تو بود اشکبار دل

در بار چوں نہ بود متاعے ز نسیم و زر
بر راہ مقدم تو نمودم نثار دل

بر یاد عارض و سر گیسوئے پر خمت
در سینہ میطپد ہمہ لیل نہار دل

ہر لحظہ میکشد طرفے دست و حشتم
یکجا بیک دیترہ نہ گیرد قرار دل

آخر ز دست عشق چو گل چاک چاک شد
پروردہ شد چو غنچہ عبث در کنار دل

در کوئے عشق باختم آں دل کہ داشتم
گیرم کنوں مگر ز کسے مستعار دل

آہے کشد ز درد و گہے نالہ از فراق
ہاں راز عشق را نشود پردہ دار دل

شد خاک در رہت سر بامِ تو رہ نیافت
ہرچند میپرد بہ ہوا چوں غبار دل

حسنِ غیور اوست کہ گردد نہ جلوہ گر | از محو ما سوا شدہ آئینہ وار دل
بے جنسے گراں بہا است بداں قدر و قیمتش | لعلے است شب چراغ و دُرِ شاہوار دل
جانا چہ یک دلے کہ فتد گر بدست من | بر پائے نازکِ تو فشانم ہزار دل
دستے بہ زد بدامن دنیا و لے نیافت | از کردۂ خود است بسے شرمسار دل
باقر چہ احتیاج بسیرِ چمن مرا
از داغہائے عشق چو شد لالہ زار دل

۲

از عکس رُویت آئینہ فصل بہاراں در بغل | از تارِ زلفت شانہ را صد سنبلستاں در بغل
از آہ سوزاں سینہ ام برقِ درخشاں در بغل | از داغِ ہجرانت دلم خورشید تاباں در بغل
ساقی بیا سوئے چمن جام و سبُو را جلوہ کن | ابرِ سیہ آمد ببر بادِ بہاراں در بغل
چوں از بدی و نیکیم پرسند در روزِ جزا | از شرم عصیاں نامہ را سازیم پنہاں در بغل
زاہد بروزیں رہگذر لافِ وصالِ او مزن | گیرد کجا ہر بلہوس معشوقہ آساں در بغل
آمد بعزمِ قتل من آں ترک با طرزِ عجب | تیر و کماں زیبِ کمر شمشیر عریاں در بغل
از دل چگویم ماجرا ہر دم کشد سوئے بلا | پیدا مرا شد از کجا ایں دشمنِ جاں در بغل
در عمر کے طاعت کند ہشیار کے گردد کسے | عہدِ جوانی و جنوں پیری و نسیاں در بغل
از ہر کتاب و علمہا بیگانہ ام اکنوں مگر | اوراق بابِ پچّمی ہست از گلستاں در بغل
عمریست کز خود بیخبر ہمدوشِ حرماں ماندہ ام | صبحِ وطن دور از نظر شامِ غریباں در بغل
باقر دمِ پیریست ایں از جام و مینا در گذر

تسبیح زیبِ دست کن میدار قرآن در بغل

۳
سحر بباغ شدم تا کنم نظارهٔ گل — فزود وحشت من جیب پاره پارهٔ گل
برون کشند ز باغش بکوچه و بازار — بگردش است مگر طالع ستارهٔ گل
چه تاب همسری روی او بود گل را — که در مقابله اش نیست جز خسارهٔ گل
چه نسبت است برنگینی رخت گل را — به عارضِ تو غلط هست استعارهٔ گل
باوج باد به پرواز بالِ بلبل سوخت — پریده است ز گلشن مگر شرارهٔ گل
نه خط سبز بگردِ عذار جانانست — طراز سبزهٔ ریحانست بر کنارهٔ گل

چنان ز دیدن روی تو آیدم سیری
نگشته است کسی سیر از نظارهٔ گل

۴
اے ماه لقا مهروشا حور شمائل — گردیده دل و دیدهٔ من سوی تو مائل
از شوق زنم بوسه من آن مصحف رو را — گر دست توان گشت بزلفِ تو حمائل
اے من بفدایت چه بگویم که چه خوبی — خوش صورت و خوش سیرت و فرخنده خصائل
اے وای برین گوش که نشنید حدیثت — رویت چو ندیده است ازین دیده چه حاصل
در کون و مکان نیست بجز روی تو دیگر — یک ذات تو حق است دگر غیر تو باطل

حسنت بکمال است توان داد زکوتش
باقر بجناب تو گدا آمد و سائل

۵
نه دل چو غنچه نه چون گل و باغ شد حاصل — همین چو لاله بعشقِ تو داغ شد حاصل

زز خمہائے نگاہِ تو شد بہارستان　　مرا بسینہ خود سیر باغ شد حاصل

بہ آستان تو تا پا شکستہ بنشستم　　ز سیر کون و مکانم فراغ شد حاصل

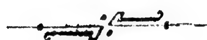
بجستجوئے تو گم شد چنانکہ چون عنقا　　مرا نہ از دل شیدا سُراغ شد حاصل

مرا ز دست تو در دور ساغرا ے ساقی　　بہ سینہ داغ بجائے ایاغ شد حاصل

کتاب خوش خط عارض بپوشش زانکہ مرا　　ز درس عشق تو اکنون فراغ شد حاصل

ز عارض تو سیہ خانہ ام منور شد　　زہے بکلبۂ تارم چراغ شد حاصل

نصیحتم تو اگر نشنوی برو باقر
مرا ز پند تو شرطِ بلاغ شد حاصل



ردیف میم

چو بر عزمِ طوافِ کعبۂ کویش میاں بستم | بداں گرم رو گشتم کہ پائے آسماں بستم
عبث رنجیدہ از من بجانِ خویشتن اے جان | کہ من چشم از تماشائے حسینانِ جہاں بستم
درونِ خانۂ دل تا غمِ جانانہ ام جا کرد | بروئے خویشتن درہائے عیشِ جاوداں بستم
بجائے سبحۂ صد دانہ در عشقِ بتاں آخر | زتا رِ زلف زنارے زگردن تا میاں بستم
مبارک باد شوقِ کعبہ و طوفش بتو زاہد | کہ من از کعبہ احرامِ تماشائے بتاں بستم
ببارِ غافلاں ہرگز نہ دیدم گوہر سودے | منِ کم مایہ رختِ خود جدا زیں کاروان بستم
زبس رازِ محبت زد بگوشِ سامعاں آتش | خموشی زیں بیاں کردم زبان زیں داستاں بستم
دلِ وحشی بجوش آمد بہ شوقِ کوچۂ جاناں | زمن اے دوستاں عشقے کہ دامن بر میاں بستم

بیادِ جلوۂ مستانۂ آں مہ جبیں باقرؔ
شبِ فرقت لبِ خود را ز فریاد و فغاں بستم

۲ بدل چوں جان ہم آغوشی وصلت آرزو دارم | بچشم جلوہ فرمائے و ہر سو جستجو دارم
ترا می بینم و خود را تماشا میکنم در تو | ز روئے روشنت آئینہ گویا روبرو دارم
ز زخم خنجرت باشد تنم رشکِ بہارستاں | نہ فکرِ مرہمے در دل نہ پروائے رفو دارم

حقیقت رس نۂ واعظ عبث داری سرِ چشم
کجا با چوں تو بیمغزے دماغِ گفتگو دارم

ہمہ سود و زیاں را از خدا وابستہ ام باقرؔ
ز لطفِ دوست امیدے نہ بیمے از عدو دارم

۳

از درد دل بنالہ زنی ہمنوا ترم
با چشم تر ز دامن ابر آشنا ترم

اے سرو نازنیں بہ نیازم کہ از خلوص
از جملہ عاشقاں بدرت جبہ سا ترم

زیبا است جلوۂ تو بناز بخود کہ من
از حسن شاہدانِ جہاں دلربا ترم

سوزِ محبت است بدل چوں شرر نہاں
از آب دیدہ گرچہ برنگِ حنا ترم

در عشق کردہ است بیکتائیم علم
بارِ غمت کہ کرد ز زلفت دوتا ترم

گفتم چو با صبا برِ ازمن باو پیام
گفتا کہ از تو خود برِ او نارسا ترم

چندانکہ خواستم کہ شوم ہمقریں دوست
باقرؔ فگند چرخ ز بزمش جدا ترم

۴

یاد آں عہدے کہ طبعِ شاد ما نے داشتیم
خاطرے دور از غمِ نامہربانے داشتیم

ہست سودا بیت کہ مارا کردبے نام و نشاں
ورنہ ما ہم پیش ازیں نام و نشانے داشتیم

بر گل اے بلبل چہ مینازی کہ ما ہم چند روز
تکیہ بر بازوئے یارے مہربانے داشتیم

جلوۂ حسنِ تو زد مہرِ خموشی بردہاں
ورنہ از ہجرِ تو صد شرح و بیانے داشتیم

ماہمی کردیم صرفِ سجدۂ کوئے کسے
خود اگر چوں خضر عمرِ جاودانے داشتیم

ضبط آہ آتشیں در سینہ میکردیم چو پیل
آتشِ عشقت بجانِ ناتوانے داشتیم

باقرؔ آں مہ نشمرد از بندگانِ خویش ما
بر جبیں از سجدۂ کویش نشانے داشتیم

۵
پریشاں گرد شوقم سر بصحرا دادۂ عشقم | بہر شہر و دیارے میرسم برجادۂ عشقم
بغیر از نغمۂ مستانہ نتواں گوش کرد از من | نہ از ویرانہ عقلم گلستاں زادۂ[1] عشقم
برو ناصح زپیشِ من مکن ایں ژاژ خائی ہا | بہ بندت دل چساں بدہم کہ من دلدادۂ عشقم
نیم آگہ ز حرفِ عقل و نقشِ لوحِ دانائی | سیہ مستِ مئ شوقم خرابِ بادۂ عشقم
فدائے نامِ جاناں کردم اسبابِ تعلق را | قلندر مشربم مستانہ ام آزادۂ عشقم

بکوئے عشق باقرؔ ہیچگاہے نے زخود رفتم
برنگ کاہ سوئے خود کشد بیجادۂ[2] عشقم

۶
بگوشِ جاں رسد بانگِ الستم | بذوقِ لذتِ ایں بادہ مستم
بزودش وارہانم چوں تو خود گو | کہ در افتاد در امانت بدستم
ز وحشت داشت مرغِ دل پریدن | بزنجیرِ سرِ زلفِ تو بستم
بپایش سر نہم ہمچوں صراحی | کہ تا ساغر دہد ساقی بدستم
مرنج از من اگر گرمِ نیازم | کہ آخر بندۂ نازِ تو ہستم
زپا افتادہ ام بر آستانت | بدہ بہرِ خدا دستے بدستم
امامِ شہر خواند کافرم زاں | کہ شاہد باز و رندومی پرستم
ز تابِ سنبلت در پیچ و تابم | ز رنگ لالہ ات در خوں نشستم

---

[1] گلستاں زادہ بمعنی گل و سبزہ (بہار عجم) ۱۲ [2] بمعنی کاہ ربا ۱۲

بخواجه اصدق از باقر بگوئید
که من چشم دل از غیر تو بستم

صبح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دارو‌ئے عیسیٰ نفع نہ بخشد شربت خضری سود نہ آرد
زندہ شوم از بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فتنہ دوراں آفت جانے گلشن جان سرو روانے
نخل قد دلجوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کردہ اسیر حلقۂ گیسو طائر جان ہر دو جہاں را
تار نفسہا موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روز قیامت لطف عمیمش دیدہ بباشد اہل جہاں را
چشم ترصد سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جن و بشر ہا حور و ملک ہا ماندہ بصد جاں گرم سجودش
قبلہ جانہا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تیر قضا را ہیچ کمانے نیست و نباشد ہیچ زمانے
غیر خم ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باقر خود را بار خدایا قبل زوقت خاک شدنہا

سا ز غبارِ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۸
دل بدرد آمدہ فریاد کنم یا نکنم — پیش تو شکوۂ بیداد کنم یا نکنم
وعدۂ وصل ز دلدار رساندی قاصد — دل ازیں مژدہ بگو شاد کنم یا نکنم
گرچہ ہجر است گراں حسرتِ دیدن با قیمت — سر تہِ خنجرِ جلاد کنم یا نکنم
من بیادِ تو و نسیاں تو ہنسنم خرسند — چند پرسی کہ ترا یاد کنم یا نکنم
من بقربان ادایت چہ دہی فرمانم — عرضِ حالِ دلِ ناشاد کنم یا نکنم

از پئے کشتنِ من چیست رضایش باقر
سر تہِ خنجرِ جلاد کنم یا نکنم

۹
کشم جامِ محبت مشربِ رندانہ دارم — ز دل یاھُو برآرم نعرہ مستانہ دارم
دریں دلقِ گدائی شوکتِ شاہانہ دارم — علم بر آسماں از ہمتِ مردانہ دارم
گہے چینِ جبیں دشنام گاہے گاہ بد گفتن — عجب نازک مزاجے تندخو جانانہ دارم
ملاف از عشق پیشِ من کہ من ہم چوں تو اے مجنوں — بعشقِ بے وفا یارے دلِ دیوانہ دارم
شرابِ عشق مینوشم بذوقِ آں سیہ مستم — کجا چوں دیگراں شوقِ مے و میخانہ دارم
نباشد بے سند عشقم ز دیوانخانۂ جاناں — مزین کردہ از مہر و نشاں پروانہ دارم
بعالم قصۂ فرہاد و مجنوں شہرتے دارد — ز من گر بشنوی من ہم عجب افسانہ دارم
بیا و جلوہ کن اینجا فدائے پردہ ات جانم — درونِ سینہ از دل طرفہ خلوتخانہ دارم
بیا جانا بآغوشم کنم مشاطگیِ تو — برائے زلف شبرنگت ز مژگاں شانہ دارم

بیاید ماه من امشب درونِ خانه‌ام باقرؔ
تعالی اللہ عجب رشکِ جناں کاشانہ دارم

۱۰
از چه رو شمع صفت دیدهٔ گریان دارم — یعنی چون گل هوسِ آں لبِ خندان دارم
آفتابی رخ او هست دلیلِ روشن — من اگر مذهب خورشید پرستان دارم
گر چنیں غیرت گلهاست تر انگهت و رنگ — من چو گلها نه چرا چاک گریبان دارم
نیست غم نیست بکاشانه اگر شمع و چراغ — که من از نور رخش شمع شبستان دارم
زاهدا سجدهٔ حق از من مسکیں مطلب — که بتے دشمن دیں غارت ایمان دارم
دیدن رنگ رخ تست به گلها مقصود — من نه بیهوده سرِ سیر گلستان دارم

گفتمش یک غزلے گوش کن از من باقرؔ
گفت خامش که بسے چوں تو غزلخوان دارم

۱۱
اے گنج مخفیم ز ظهورِ تو سوختم — غیبت نشان من ز حضورِ تو سوختم
یکره نه همچو شمع ببالینم آمدی — سرگرم نازِ من ز غرورِ تو سوختم
موسی بسوخت از شررِ سنگ طور من — اے شمع بزمِ حسن ز نورِ تو سوختم
ما محو جلوهٔ رخ جانانه خودیم — واعظ برو ز مژدهٔ حورِ تو سوختم
خاموش مانده بود بشبها چراغ دل — ایں شمع را ز شعلهٔ نورِ تو سوختم
تا بد نه جلوهٔ تو به آئینهٔ دلم — اے شعله رو ز حسنِ غیورِ تو سوختم
از عرش بام او چه بدیر آمدی بمن — اے قاصدِ صبا ز مرورِ تو سوختم

باقر به طاعتِ تو چو بوُے خلوص نیست
از طاعتِ تو ہیچ و فجورِ تو سوختم

۱۲
سرِ سودائے خوں بالا دلِ شیدائے خود دارم　　بروئے مشتری شرم از زبوں کالائے خود دارم
زسیرِ لاله زار افتاده ام فارغ که ای ہمدم　　بهارِ تازه از داغِ چمن پیرائے خود دارم
بہجرش میدهم جان و زاحوالم نمی پرسد　　شکایتها ز خوُئے یارِ بے پروائے خود دارم
دهد سیلِ حوادث جنبشم لیکن بحمدالله　　که پائے استقامت روز و شب برجائے خود دارم

کنم هر چند ضبطِ خویش باقر لیک نتوانم
که رازِ عشقِ پنهاں در دلِ شیدائے خود دارم

۱۳
بر شمعِ عارضِ تو چو پروانه سوختم　　از برقِ جلوهٔ تو کلیما نه سوختم
صیاد بے گناه اسیرم نموده بود　　تا در قفس ز آهِ غریبانه سوختم
ناکرده طاعتے ز تو ام کجا امید　　از حشر منم مپرس که ماوانه سوختم

پروانه سوخت از نفسِ گرمِ شمع و ما
باقر ز سردمهریِ جانانه سوختم

۱۴
شرابِ لاله رنگ و ساقیِ گلفام میخواهم　　ز چشم و لعلِ نوشش شکر و بادام میخواهم
شبِ مهتاب و روئے آب و دورِ جام میخواهم　　نگارِ سیم اندامے و طرفِ بام میخواهم
دلے دارم ز تیغِ انتظارِ مقدمش پرخوں　　نگاهے زاں دو چشمِ مستِ خوں آشام میخواهم
مگر در گوشهٔ مرقد شوم همدوشِ این مطلب　　ز بے تابیِ دردِ دل دمے آرام میخواهم

زشہر یار می آئی خدارا مژدۂ قاصد — ز وصل آں بتِ مہوش ز تو پیغام میخواہم

طفیلِ مقبلانِ خود بفریادم برس یارب — نجات از دست جورِ نفسِ نا فرجام میخواہم

نسازد باد ما غنسم نکہتِ دشتِ ختن یارب — نسیمے زاں سرِ گیسوئے عنبر فام میخواہم

شدہ ام قید در خلوت اسیرِ گوشۂ عزلت — فراغِ خاطرے از فتنۂ ایام میخواہم

بصد الحاح و صد زاری ز درگاہِ خدا باقر

وصولِ مدعاے ایں دلِ ناکام میخواہم

۱۵

فارغ از کشمکشِ زحمتِ تدبیر شدیم — تا بکارِ دلِ خود قانعِ تقدیر شدیم

چوں بہ پیشِ نظرم صورتِ جاناں آمد — محوِ حیرت ہمہ تن صورتِ تصویر شدیم

عقد از کارِ دلِ ما کہ کشاید ہیہات — بستۂ حلقۂ آں زلفِ گرہ گیر شدیم

لبِ شکر شکنِ یار چو آمد بہ سخن — بیخود و شیفتۂ لذتِ تقریر شدیم

تا درونِ دلِ بے رحم تو سازد اثرے — گرم آہِ سحر و نالۂ شبگیر شدیم

جنبش از جا نبود چوں صفتِ نقشِ قدم — در سرِ کوچۂ دلدار زمیں گیر شدیم

ساخت ما را بہ جوانی بغمِ عشق خراب — کشتۂ تیغِ جفائے فلکِ پیر شدیم

ما غریبیم و تبہ کار خدایا رحمے — بامیدِ کرمت موردِ تقصیر شدیم

محوِ دیدارِ تو تا حشر بباشیم اگر — نتواں گفت کہ از دیدنِ تو سیر شدیم

چوں پئے فاتحہ آمد سرِ مرقد بہ لحد

باقر استادہ بپا از سرِ تو فیر شدیم

۱۶
دریں دو روز سرائے جہاں وطن چہ کنم | نظارۂ گل و سنبل دریں چمن چہ کنم
برنگ گل نکشاید بحرف جواب | سوال بوسہ ازاں غنچہ دہن چہ کنم
صبا بیار بمن نکہتے ازاں گیسو | نسیم گل چہ کنم نافۂ ختن چہ کنم
برہنگی است لباسم شعار من عشق است | چہ احتیاج بدستار و پیرہن چہ کنم
برائے مغفرت من بس است شجرۂ پیر | بجامۂ حرم محترم کفن چہ کنم
زبس گناہ سیاہ است نامۂ اعمال | دعا بدرگہ غفار ذوالمنن چہ کنم
توسوئے کعبہ کشی آں صنم بجانب دیر | دریں خصوص بگو زاہدا کہ من چہ کنم
بہ بحر عشق فتادم ولے ندانستم | کہ ایں محیط بے ہست شعلہ زن چہ کنم
تو نازنین جہانی بپائے نازک تو | دُرِ سرشک فشانم دُرِ عدن چہ کنم
چناں برقصم و مستی کنم کہ از نسیم | رسد بگوش صدائے تنن تنن چہ کنم
حدیث گلشن روئے توام تبکرار است | حکایتِ گل و نسرین و نسترن چہ کنم
برو کہ پند تو واعظ نمی کند اثرے | ترک عشق بگوئے بتو سخن چہ کنم

بہ شوق لعل لبش جاں ہمیدہم باقر
اگر نہ بنگرد آں عیسیِ زمن چہ کنم

۱۷
دردا کہ عمر در رہ باطل گذاشتیم | دل را زبس بغیر تو مائل گذاشتیم
ما یادگار خود ز طپیدن بوقت ذبح | از داغ خون بدامن قاتل گذاشتیم
طے کردہ ایم راہ تو تنہا بپائے سر | ما ہمرہیِ راکب و راجل گذاشتیم

تا دل به بحر عشق فگندیم نفس را
چوں کشتیِ شکستہ بساحل گذاشتیم

اے خضر رہ بیا کہ غلط کردہ ایم راہ
کج میرویم و جانب منزل گذاشتیم

فارغ شدیم ما ز تماشائے روئے تو
تا عکس تو در آئینۂ دل گذاشتیم

منعم اگر خزانہ بہ بخشد و سیم و زر
ما نقد دل بدامن سائل گذاشتیم

باقر بہ فیض حضرت غالب کہ در سخن
ما داغ رشک در دل بیدل گذاشتیم

۱۸

بسوئے کعبۂ کوئے تو بیقرار روم
کنم طواف حرمیت ز اختیار روم

برنگ برق بسویت رواں شوم بیتاب
بساں ابر بکوئے تو اشکبار روم

بگو نہ گو نہ عقوبت جہنمم سوزد
اگر بجنت رضواں ز کوئے یار روم

ز برق جلوۂ آں روئے آتشیں سوزم
ز تاب و طاقت ازاں زلف تابدار روم

بسوے جلوہ گہ آں نگار سیمیں تن
ببوئے نافۂ آں زلف مشکبار روم

اگرچہ خاک رہم لیکن از مروت دُور
کہ سینہ چاک ز کوئے تو دلفگار روم

غبار رہ بہ تمنا شدم دریں پیری
کہ در رکاب تو اے طفل نے سوار روم

دل است خوں بہ تمنائے روضۂ خواجہ
خوشا آں دمیکہ بہ اجمیر از بہار روم

بیار ساغر و می ساقیا کہ من با تو
بہ صحن باغ دریں موسم بہار روم

بگلشنم نہ کشد دل بشوق لالہ و گل
مگر بہ صوت خوشِ قمری و ہزار روم

بقید نفس گرفتار ماندہ ام باقر

برون چگونه ازین آهنی حصار روم

۱۹ به شهر آن پری رخسار بر تخت هوا رفتم | سلیمانم سپی بلقیس در ملک سبا رفتم
سر تسلیم خم کردم رضا جویت بجان گشتم | ز قید کام دل افتم برون از مدعا رفتم
براهش پا ز سر کردم بکوئے او گزر کردم | بروئے او نظر کردم کجا بودم کجا رفتم
ز دل نقش دوی شستم دوی محو یکے دیدم | فنا در ذات او گشتم زیاد ما سوا رفتم
گہے چین بر جبین گردی تبسم زیر گہ باشی | فدایت جان من از جان ازین ناز و ادا رفتم

بوقت جلوهٔ رویش چنان رفتم ز خود باقر
که بند از گفتگو لب شد ز عرض مدعا رفتم

۲۰ دیدهٔ آماجگه تیر نظر ساخته ام | سینه از بهر خدنگ تو سپر ساخته ام
بسکه از گرمی عشق تو شدم زار و نزار | از سراپائے تو با موئے کمر ساخته ام
دیدن سیر نبوده است حد همچو منے | از تماشائے تو با یک دو نظر ساخته ام
حرمت مقدم من دارد بر خود بنشان | بعد یک عمر بکوئے تو گذر ساخته ام
نارسا بوده ام از بس ز سبکروحی خود | بهر پرواز لب بام تو پر ساخته ام
از خدا هست امیدم که بمقصود رسم | سوئے منزلگه معشوق سفر ساخته ام
من فدائے نگه فیض تو گردم یا شیخ | که مس خویش ز اکسیر تو زر ساخته ام

باقر این طرفه غزل را به تأمل بنگر
صورت و معنیش از لعل و گهر ساخته ام

۲۱

بدرسگاه محبت دلا سبق خوانم | اگرچه پیر شدم طفل این دبستانم
ز بیقراری عشقت چنان شدم که کنون | نمانده است بجز مرگ هیچ درمانم
ز وصل دوست پیامے که قاصد اکنون | ز حد گذشت بروں اشتیاق جانانم
طراوت چمن فیض حشمت افزون باد | که مست نکہت گلہائے این گلستانم
اسیر سلسلۂ زلف آں پریزادم | ہلاک شیوۂ نازم و بیم چه انسانم
حدیث عذر بہ پیشت نیایدم بر لب | نمود کردہ خود آنچناں پشیمانم
بغیر رحمت تو چوں شود سبکدوشی | خمیدہ قامت من کرد بار عصیانم
ز چشم لطف خدایا بسوئے من نظرے | که سر فگندہ و شرمندۂ گناہانم
غم گناہ زندہ نشترم بدل ہر چند | خوشم باین که مگر بندۂ مسلمانم
مرید حضرت عشقم بخود ہمی نازم | که حب آل عبا ہست دین و ایمانم
بخلق کوس سخندانیم بلند صدا است | چه حاجت است که گویم که من سخندانم

برد بہ سیر گلستان بے خزاں باقر
گرفتہ است دل از سیر این گلستانم

۲۲

جام در کف در لعل آں ماہ پیکر داشتم | در شبستاں شمع از رخسار دلبر داشتم
در تماشائے چمن دامن کشاں رفتم ز سرو | بسکه شوق آں قد رشک صنوبر داشتم
دی رقیب از دور باش من ہزیمت خورد و رفت | بسکه از آہ و فغان و ناله لشکر داشتم
بود شب آں فرو شان من که رضوان برد رشک | در چمن زار حریم دوست بستر داشتم

خضر اگر از حلقهٔ من رہبری خواہد چہ دور | ہمچو اصدق ہادی خود پیر رہبر داشتم
نافهٔ مشکِ ختن گویا کفِ دست من است | بسکه شب در دست آن زلفِ معنبر داشتم

بود باقر دی شبِ من در تجلی ہمچو روز
در بغل آن شاہدِ خورشید منظر داشتم

۲۳

به بوئے کاکلت مستانہ چوں بوئے صبا رفتم | رہا کردم ز سر دستار و از بندِ قبا رفتم
ز بس بر بود بیتابی عنانِ اختیار از من | بسوئیش شد رہا قاصد من او را از قفا رفتم
ز بس کردہ است شوقِ او سبکروحم نسیم آسا | چو بوئے گل بکوئے یار بر دوشِ صبا رفتم
مرا دردیست جانفرسا که درمانش نمیدانی | معالج از سرم برخیز کز فکرِ دوا رفتم
رہِ تسلیم بسپردم بدل محوِ رضا گشتم | ز کامِ دل رہا گشتم ز حرفِ مدعا رفتم
تو عہدِ خویش بشکستی ز راہِ مہر برگشتی | منِ مسکیں ہماں پیوسته در راهِ وفا رفتم
بدم گفتی تو خود از ناز و خود رنجیدہ از من | بیا جانا کرم فرما که من از ما مضیٰ رفتم
به یثرب تا ختم آخر ز ہندستاں بحمد اللّٰه | که از دامِ بلا برجسته در دار الشفا رفتم

ملول از شکوهٔ اغیار پیشِ او نیم باقر
گزشتم از سرِ ایں قصه وزیں ماجرا رفتم

۲۴

بدل زد نشترے تا غمزهٔ آں چشمِ فتانم | سحاب آسا گہر باراست ہر رگہائے مژگانم
نشد وا غنچهٔ دل از تماشائے گلستانم | چه باشد آہ تدبیرم چه سازم سخت حیرانم
برنگِ شمع امشب جلوه فرما گشت جانانم | بلائے دیں و ایمانم به شوخی آفتِ جانم

زدردِ انتظارش بر لب آمد ناتوان جانم
تو ای عیسی تقربانت بفرما چیست درمانم

اگر خواهی ہلاکم کن وگر خواہی بکش در بر
که من از جان و دل جانا ترا در خطِ فرمانم

من و ذکرِ تو بر لبہا دلم سویت توئی جانا
که محوم ساختی از دل نمودی فقف نسیانم

دہم در بندگی خود را بہا یک بوسہ میخواہم
خریدن میتوان جانا که جنسے خوب ارزانم

بدستِ نفسِ نافرماں گرفتارم معاذ اللہ
چہ باشد آہ درمانم مریضِ درد عصیانم

حیاتِ جاوداں بخشد مرا یک بوسہ زاں باقر
که جاں دارو بود شیرینیِ لبہائے جانانم

۲۵

خوش آنکه بجاں طالب دیدار تو باشم
در سلسلۂ عشق گرفتار تو باشم

چوں زلف سیاہِ تو سیہ روز و پریشاں
چوں نرگس بیمار تو بیمار تو باشم

باشم ز مقیماں سرا پردۂ نازت
ہمراز تو و محرم اسرار تو باشم

افتادہ و واکردہ نظر سوئے در و بام
چوں نقش قدم در پسِ دیوار تو باشم

چشمم بر خت باشد و گوشم بہ حدیثت
محوِ طرب از صورت و گفتار تو باشم

سرخوش کندم چاشنیِ شربت دیدار
پامال خرامت دم رفتار تو باشم

خاکِ درِ تو بر سر من افسر شاہی است
سلطانم اگر بندۂ سرکار تو باشم

گفتم که جفا تا بکجا گفت که باقر
باللہ پس ازیں مونس و غمخوار تو باشم

۲۶

بیا که زخمی شمشیر انتظار تو ایم
قرار و صبر و سکوں رفت بیقرار تو ایم

بدرد عشق ز جاں رفتہ سوگوار توایم
اسیر حلقۂ گیسوئے تابدار توایم

نمی رویم بہ سیر چمن کہ خوش نکنیم
بہار گل کہ تماشائیے بہار توایم

بہار غنچہ و گل خوش نہ آیدم بدماغ
کہ عندلیب بہار گلِ عذار توایم

شمیم نافۂ چنیں خوش نیایدم بدماغ
کہ مست نکہت گیسوئے مشکبار توایم

بیا و از دم جاں بخش زندہ کن ما را
کہ کشتۂ دم شمشیر انتظار توایم

ازاں دو قطرہ زلالے کہ تر دماغ شویم
کہ تشنہ کام مئی لعل خوشگوار توایم

ترانہ غزلِ تازہ ساز کن باقر
کہ گوش بر سخنِ نغز آبدارِ توایم

۲۷
جز نام تو چیزے دگرے یاد ندارم
در سجہ بجز ذکر تو اوراد ندارم

خاموشیم از نالہ نہ از قوت ضبط است
از ضعف مگر طاقت فریاد ندارم

جز جلوۂ حسنت نبود ہیچ بچشمم
غیر از غمِ تو در دلِ ناشاد ندارم

گر مہر کنی خانہ ات آباد کرمہاست
در جور کنی شکوۂ بیداد ندارم

در دیدہ و دل صورت رخسار تو پیداست
نقشِ تو کشد حاجتِ بہزاد ندارم

در لوح دماغم نبود غیر خیالت
در شیشۂ دل جز تو پریزاد ندارم

معشوقۂ من رو نکند جز بسوئے من
من شرکت معشوق چو فرہاد ندارم

در حلقۂ می زلہ بر پیر مغانم
من بندگیِ خدمت زہاد ندارم

از دست خودم کش کہ تمنائے من این است
گردن کہ تہہ خنجرِ جلاد ندارم

از نرگسِ فتّانِ تو شد وقفِ خرابے ویراست کہ من مالکِ دل آباد ندارم
چون من نبود کس بجہاں کافرِ مشرب گر عشق بآں حُسنِ خداداد ندارم
تا چند جفا بر سرِ مہر آے کہ اکنوں من تابِ جفاے ستم ایجاد ندارم

قاصد چو ز باقرؔ برساند سلامے
فرمود کہ او کیست بگو یاد ندارم

۲۸

نصیبِ ماست در راہش فغان و جانفشانی ہم برو نا زواد اختم است و طرزِ دلستانی ہم
ہمیں خواہم بصد جاں بوسہ از لعلِ شکر خا ئیت نخواہم دارو ئے عیسیٰ و آبِ زندگانی ہم
مرا و اسوخت جان و دل بہجرِ آتشیں رو ئیت شرارِ نالۂ آتش فشاں سوزِ نہانی ہم
ندانستم کہ عشقِ تو بلائے جاں بود آخر ز دل صبر و سکوں بربود و لطفِ زندگانی ہم
بگردوں برق بربود از دلِ من طرزِ بیتابی ز آہ و نالۂ من شیوۂ آتش فشانی ہم
بقربانِ تو جانم ساقیِ گلگوں عذارِ من بدہ یک بوسہ لعلت شرابِ ارغوانی ہم
نباشد خواہشِ رضوان و شوقِ حور و غلمانم بوصلت از خدا خواہیم عیش و کامرانی ہم

نگردد خامۂ کس ہمنوا با خامہ ات باقرؔ
گہر ریزی برو ختم آمد و شکر فشانی ہم

۲۹

دی شب بہ تارِ اشک چو مضراب میزدم شد رقتے کہ نغمۂ تہہِ آب میزدم
خوابم نمی ربود بہجرِ تو شب ز اشک آبے بروئے بختِ گراں خواب میزدم
بر یادِ روئے و نرگسِ مستانۂ تو شب جامے بروئے آب بہ مہتاب میزدم

در شوق جلوهٔ تو چو از سینه میرمید | دستے بدامنِ دلِ بیتاب میزدم
جورِ فلک چو بر طرفِ عزیتم کشید | بر سر زدرد فرقت احباب میزدم
خونابهٔ دلست کنوں قسمتم ہمیں | در بزم یار جام مئے ناب میزدم
در انتظار جلوهٔ نورِ رخِ تو شب | آبے بروز ز دیدهٔ بیخواب میزدم
در شوق ابرویت بدرِ خانهٔ حرم | دستِ طلب بحلقهٔ محراب میزدم
دی میمنو د زاغ خروسشے بکلبه ام | فالے خوسشے بمقدم احباب میزدم

غافل ز فیض مبدءِ اسباب کائنات
باقرؔ نظر بعالم اسباب میزدم

۳۰ از شعلهٔ تجلیِ جانانه سوختیم | بر شمع آں عذار چو پروانه سوختیم
دیدم تہی ز جلوهٔ ساقی است میکده | از آه آتشیں خم و خمخانه سوختیم
از آه آتشیں دم نظاره رخت | در جلوه گاه حسن تو مردانه سوختیم
سودائے عشق تست که بیخانماں شدم | رختِ سر از سوز دل و خانه سوختیم
نورِ رخے چو وادیِ ایمن بلند شد | ہمچو کلیم بےخود و مستانه سوختیم

باقرؔ ز ما شنو دلِ دیوانه را چو شمع
از سوز عشق آں بتِ فرزانه سوختیم

۳۱ روزگاریست که ما ہمدم و ہمراز تو ایم | بندهٔ ناز تو و مونس و دمساز تو ایم
سر بسودائے تو و محو خیالت دل زار | چشم بر راه تو و گوشِ برآواز تو ایم

فرشش را ہمیم ترا سبزہ نمط گرچہ ولے
للہ الحمد کہ چوں سرو سرافراز تو ایم

مایۂ طاقت و صبر است براہ تو نثار
جاں فشانندۂ تو عاشق جانباز تو ایم

بندۂ ناز و ادا کشتۂ شمشیر جفا
خستہ دل شدۂ چشم فسونساز تو ایم

مطربا ہوش ربا پردۂ از ناز بسنج
کشتۂ نغمۂ تو شیفتۂ ساز تو ایم

دم رفتار تو پامال خرامت ہستیم
چشم بر روئے تو داریم نظر باز تو ایم

نہ شکیبی نہ دہی دل بقناعت باقرؔ
ما بسے تنگدل از حرص تو و آز تو ایم

۳۲

اے گلشن حسن دل نشینم
وے سرو روان ناز نینم

باشد نہ کم از علو شانت
در سایۂ تو یکے نشینم

آرم ہچو تو آہوئے بخواہم
در بند وصال در کمینم

ہستم بغلامیت سرافراز
گر صاحب تاج در نگینم

یک جلوہ بکن بخانۂ من
خورشید جمال مہ جبینم

دور از تو مردم و نشد آہ
یک جلوہ ز روئے تو بہ بینم

دور از تو ستادہ ام بخدمت
از نے کہ بہ پہلویت نشینم

از تو نہ شوم جدا و لیکن
روزیکہ کنند در زمینم

باقرؔ چہ عجب زباغ حسنش
باشد کہ گہے گلے بچینم

۲۳

چہ گویم طاقتِ گفتن ندارم | کہ از شمشیر نازت دلفگارم
شبم خون شد جگر در انتظارش | نہ آمد آں بتِ گلگوں عذارم
فراموشم نمیگردد کہ در یاد | نمی آرد بتِ نسیاں شعارم
شوی زاہد جدا از زہد و تقویٰ | اگر بینی سیکے روئے نگارم
بچشم این است مقصود دلت گر | کہ بختِ دل ہمیں از دیدہ بارم
بہار و باغ من جانا تو باشی | چہ باشد کار با باغ و بہارم
سحر گہ در گلستاں بی تو رفتم | چگویم در نظر گل بود خارم
مشو از من جدا اے من فدایت | کہ از تو طاقت دُوری ندارم
بچشمِ کم مبیں اے زاہدم زاں | کہ شاہد باز و رند و میگسارم

دلِ پُر درد آوردم بہ پیشت
چہ گویم باقرِ عصیاں شعارم

۲۴

من جز تو کس آشنا ندارم | ہم غیر تو دلربا ندارم
از زلف تو آورد نسیمے | این چشم من از صبا ندارم
آہے بکشید و عیسیٰ گفت | این درد ترا دوا ندارم
اے وائے کہ در مشام بوئے | زاں کاکل مشکسا ندارم
خالق برساندم بکویت | من غیر ازیں دُعا ندارم
ہستم بگدائیش سرافراز | من باسمنے جز خدا ندارم

فانی شدہ ام بذات پاکش — من یاد ز ماسوا ندارم

بے جلوۂ روئے روشن تو — ہرگز بہ نظر ضیا ندارم

امید قضائے جملہ حاجات
باقر بجز از خدا ندارم

جز غیر تو با ہیچ کسے ساز ندارم — ہم جز تو کسے ہمدم و ہمراز ندارم

ہرگز مرو اے مایۂ جانم ز برِ من — من طاقت صبر اے بتِ طناز ندارم

بہرِ چہ رہا ساختہ صیاد ز دامم — میکشت کہ من طاقتِ پرواز ندارم

بیتابی شوقت ببرد خواب چہ سازم — گر دیدہ بہ راہت ہمہ شب باز ندارم

گر جلوہ کنی منت ور می نکنی خیر — من طاقت برداشتنِ ناز ندارم

سرسبز بود گلشن و من قید قفس آہ — ایں فصل بہار و پرِ پرواز ندارم

در سینہ غمِ عشق نہاں داشتہ ام لیک — من چارہ ازیں گریۂ غماز ندارم

باقر غم و دردِ دل خود با کہ بگویم
اے وائے کہ یک ہمدم و ہمراز ندارم

۳۶

اگر دنیا ندارم غم ندارم — چہ شد بر زخم گر مرہم ندارم

بغیر از جلوۂ روئے نکویت — درونِ دیدۂ پُر نم ندارم

بجز یک بوسۂ لعل لبِ تو — تمنا در دلِ پر غم ندارم

ز دنیائے دنی فارغ نشستم — چہ شد دینار و گر درہم ندارم

از بس غم چوں نگردد پشت من خم — بدست آں کاکلِ پُر خم ندارم

بسے در عشق دارم راز پنہاں — بگویم با کہ چوں محرم ندارم

گذارم چوں زمینِ کوئے جاناں — کہ صبر از تخت چوں اوہم ندارم

منم محوِ جمالت دیدۂ تر — بسوئے مہر چوں شبنم ندارم

نمیدانم چہ میسازی علاجم — کہ دردِ دل مسیحا کم ندارم

کدامی شب کہ از دردِ فراقت — چو بلبل نالۂ پیہم ندارم

کنوں ما و خمِ محراب مسجد — ہوائے زلف خم در خم ندارم

صلاحِ کارِ دین و دنیا — ندارم آں من و ایں ہم ندارم

پریشانیست باقر قسمتم چوں
چو زلفش کار خود برہم ندارم

۳۷

شب کہ در بزمِ تو جا اے مہ لقا میداشتم — کوکبِ اقبال براوجِ علی میداشتم

تو زمن ببریدی و با مدعی درساختی — من ز تو اے بیوفا چشمِ وفا میداشتم

عاشقِ جانباز بودم در بہائے بوسۂ — عزم جانم گر ہمیکردی روا میداشتم

او کریم است و رحیم من بہ ہر کرب و طرب — در ہمہ حالے نظر سوئے خدا میداشتم

روزگارے شد نمی آرد نسیم زلف او — چشم امیدے من از باد صبا میداشتم

حیرتِ حسنِ تو شد مُہرِ زبانم ورنہ من — بہر عرض خدمتت صد مدعا میداشتم

از پئے نظارۂ محراب ابرویت بلند — در دلِ شب تا سحر دستِ دعا میداشتم

بسکه باقر آمد او از سفر بود است گرم
شب همه شب گوش بر بانگ درا میداشتم

چون پس دیوار بامت بستری میداشتم　　هر سر از اقبال تابان نیری میداشتم
چون کنم پرواز یا رب تا به آن بام بلند　　کاشکی همچون صبا بال و پری میداشتم
زال دنیا را بپرسیدم که باشد شوهرت　　گفت در آغوش هر شب شوهری میداشتم
بندهٔ از بندگانت بودمی زاهد ولی　　دل بدست اختیار دلبری میداشتم
شعلهٔ جواله گشت و مایهٔ جانم بسوخت　　آنکه در دل از غم تو اخگری میداشتم
ای خوشا وقتیکه از سوز غم عشق بتان　　سینهٔ آتش فشان چشم تری میداشتم
شدت جور و جفا بشکست آخر خاطرم　　ورنه ماهم پیش ازین با تو سری میداشتم
بودم از جوشش تجلی فارغ از شمع و چراغ　　تا چو تو در خانه تابان اخگری میداشتم
غنچهٔ لعل لبت بوسیدمی چون دیگران　　کاشکی من هم چو گل مشت زری میداشتم
من ترا دیوانه از آغاز و تو دانی که من　　پیش ازین با دیگران جز تو سری میداشتم
تو بخواب ناز بر بالای بام خویش و من　　بر درت از ناله شور محشری میداشتم

در طریق عشق باقر چون نباشم مستقیم
چون جناب پیر اصدق رهبری میداشتم

۳۹

بندهٔ ناز توام میل بخوبان نکنم　　ناظر روی توام رو بگلستان نکنم
لذت بعد وطن حب وطن برد ز دل　　یار اغیار شدم یاد عزیزان نکنم

برگنہ بسکہ مرا رحمت حق کرد دلیر | چوں بہ امید کرم میل بعصیان نکنم
مایۂ زندگی از بہر چہ حق داد مرا | گر دل و جاں ہمہ بر ناز تو قربان نکنم
سخنِ ناصح مشفق نکند سمع قبول | گوش بر پند بہ عشق تو زنقمان نکنم
فصل گل آمد و شد تازہ مرا داغ جنوں | پارہ چوں غنچہ نمط جیب و گریبان نکنم
جلوۂ حسن مجاز آں قدرم برد زخود | کہ بجز سجدۂ بت طاعت یزدان نکنم
دردِ عشق تو عزیز آمدہ از جان عزیز | میرم از دردِ دل خستہ و درمان نکنم
کام جاں کرد ز بس لذت دردم شیریں | عرض حالِ دل خود پیش طبیبان نکنم
بے ثبات است ز بس روئے دل خود ہرگز | گر برآید بسوئے عالم امکان نکنم

گفت از خندہ کہ **باقر** بہ غم مرگ تو من
نہ بہ پوشم سیہ و موئے پریشاں نکنم

۴۰

میاں بستم پئے خدمت سکندر از صبا رفتم | ز سر پا کردہ در سر کار شاہ دوسرا رفتم
ز خوباں چشم بر بستم زمام نفس برگشتم | ز دنیائے دنی بے خطرۂ حرص و ہوا رفتم
نیم گر لائق خلوت مراں از درگہم بارے | مکن جور و جفا جانان من از مہر و وفا رفتم
رہا از خویشتن گشتم بذات دوست پیوستم | ز آلام فنا رستم بہ آرام بقا رفتم
کشادم چشم وحدت بیں ندیدم غیر روئے او | شدم محو تماشایش زیاد ما سوا رفتم
ز جان محو رضا گشتم بدل تسلیم تقدیرت | بگشتم از سر مطلب ز حرف مدعا رفتم
نگر باشد سر کوئیت فروزاں وادی ایمن | بدیدم جلوۂ رؤیت ز ہوش ای دلربا رفتم

نشستم بر در ت عمرے ندیدم جلوۂ رویت
بصد اندوہ و حسرتہا ز کویت دلربا رفتم

ز خود گم کردہ ام خود را نمیدارم خبر باقرؔ
کہ من با ایں دلِ محزوں کجا بودم کجا رفتم

۶۱

چوں نسیم آہ براہِ تو نپویم چہ کنم
جلوہ فرما نشوی گر تو بسویم چہ کنم

زاہد از من تو مرنج ار نکنم با تو نماز
لائق سجدۂ حق نیست وضویم چہ کنم

من بشوق لب لعلِ تو بمیرم ہمہ شب
تو ز شرم ار نہ کنی روے بسویم چہ کنم

شدت تشنگی اے وائے رگِ جانم سوخت
آبِ تیغت نرسد گر بگلویم چہ کنم

من چرا با دل پر غم نہ بسازم کہ فلک
در عیشے نکشادہ است برویم چہ کنم

گرچہ از شکوۂ بیداد تو ضبط نفس است
حال زارِ دل خود با تو نگویم چہ کنم

میرسانم بسر عرش فغان و زاری
غیرتِ عشق کند خفہ گلویم چہ کنم

عیش من چوں نشود تلخ کہ ہر دم برپا
فتنۂ نو کند آں عربدہ جویم چہ کنم

من و چشم و رخ تابندۂ آں ماہ ولے
باقرؔ او را نظرے نیست بسویم چہ کنم

۶۲

میخوارم و جز پیر مغاں یار ندارم
منزل گہے جز خانۂ خمار ندارم

دور از گل رویت منم و گوشۂ عزلت
میل گل و گلشن سرِ بازار ندارم

موسیٰ صفت از خود بردم جلوۂ حسنت
اے وا چہ کنم طاقت دیدار ندارم

میپرسیم احوال دلِ خستہ ولیکن
چوں عرضہ دہم طاقت گفتار ندارم

نے مومن و کافر نہ منم شیخ و برہمن | در دست و گلو سبحہ و زنار ندارم
در بر چو کشم می بردش خواب شب وصل | آیا چہ کنم طالع بیدار ندارم
جز دارو ئے وصلت نبود ہیچ دوائے | جز صدمۂ ہجرت دگر آزار ندارم
خاموش زبان میکندم حیرت حسنش | گویا پئے مطلب لب اظہار ندارم
از مکر و ریا پاکم و صد شکر چہ نقصان | زاہد صفت ار جبہ و دستار ندارم
یکتائے سر کیسۂ خود بہر سلوکم | منعم طمع درہم و دینار ندارم
تا منزل جانانہ خدایا برسم چوں | دور آمدہ من طاقت رفتار ندارم

خوش گفت کسے باقر و من نیز بگویم
من در دو جہاں غیر خدا یار ندارم

۴۳

در فراقت ماہ من با شور و ماتم ساختم | با فغان و زاری شبہائے پیہم ساختم
با رخ زرد و دم سرد و شرار آہ گرم | با دل پر درد و غم با چشم پرنم ساختم
طاق ابروئے ترا از دور کردم سجدہ ہا | قامت خود را بہ تعظیم قدت خم ساختم
در فراقت غنچہ ساں دل بستہ ماندم روز ہا | گریہ شبہا بر گل رویت چو شبنم ساختم
جبہ وقف سجدۂ ایزد نکردم وادریغ | پائے خود وقف رہ دینار و درہم ساختم
تو برخم عنبر رگ زن مرہم کافور نہ | من برائے زخم خود از مشک مرہم ساختم
آمدم مستانہ وش جام و سبو را بر زدم | بزم عیش میکشاں بیصرفہ برہم ساختم

فکر ہا کردم نشد بہ باقر ایں زخم دلم

ساز با بقراط و با عیسیٔ مریم ساختم

۴۴

شب ز بیتابی دل روئے بگلشن کردم — بہ تمنائے تو سیر گل و سوسن کردم

شب فقیرانہ در صاحب دولت بزدم — داہنا ہمچو گدا گدیہ ز خرمن کردم

کفر و دیں را نشناسم کہ شدم بندۂ عشق — رو کہ قطع نظر از شیخ و برہمن کردم

گرم جولاں سمند آمدہ آں مایۂ ناز — جبہ را وقف سجود سم توسن کردم

تا تماشائے جمالت کنم از دیدۂ دل — سینہ بشگافتم از نالہ و روزن کردم

بسراغت نرسیدم تو کجائی اے شوخ — جستجوئے تو بہر کوچہ و برزن کردم

اے خوشا باغ کہ دایم بودش فصل بہار — من بگلزار خزاں دیدہ نشیمن کردم

باقر آں مایۂ علمے کہ مرا بود و فنے
صرف نسیاں بہ رہ آں بت پرفن کردم

۴۵

ز صحت یکطرف رنجور درد لا دوا بودم — مریض عشق بودم فارغ از فکر دوا بودم

شہودم در شہادت شد ورا اندر ورا بودم — اسیر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم

بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم — مبرا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم

رسیدی بر سرم ناگہ و لے نہ نشستہ برگشتی — چرا بیگانہ وش رفتی نہ آخر آشنا بودم

منم اکنوں کہ در راہت غبار ناتواں ہستم — بچشم اہل بینش ورنہ روزے توتیا بودم

نشستم بر سر راہت نہ آورد از تو پیغامے — سحر در انتظار مقدم پیک صبا بودم

چہ از بخت زبوں نالم نشد وا عقدۂ کارم — کہ من عمرے درازے ناخن دست دوا بودم

چه گویم تا چه بودم غرقۂ بحرِ گنه بودم | ولیکن کشتیِ اہلِ صفا را ناخدا بودم

زیان و سُود خود باقر بدستِ یار بسپردم
زناکامی نه بد بردم زبس محوِ رضا بودم

۴۶
رواجِ راحت و رنج از میاں بگردانیم | برآں سرم که شعارِ جہاں بگردانیم
کمالِ ذاتیِ خود چوں مراست شہرۂ دہر | تفاخریست که از دودماں بگردانیم
زکار عشق ز معشوق چوں نشد کام | بخواہم اینکه ازاں سوعناں بگردانیم
غبار خاطرِ نازک اگر فسانۂ ماست | زبانِ ناطقه بندم بیاں بگردانیم
کنیم گریه و سرنالہا ہمی خواہیم | که رازِ عشق نہانست عیاں بگردانیم
بچند وعدہ مہِ من یکے نکردی راست | چساں زقولِ تو دل شادماں بگردانیم
بیا بیا که زوصلت زسر جواں گردم | بسوئے فصلِ بہاری عناں بگردانیم
قرارگاہ خوشا بود گلشنِ قدسم | ازیں چمن بپرم آشیاں بگردانیم
بیا بیا که بپائے تو سر بیفشانیم | بگرد فرقِ تو دل را و جاں بگردانیم

بگوشۂ بنشینیم بیا دحق باقر
ز روئے خلق رخ خود نہاں بگردانیم

۴۷
قیامِ قبلۂ جاں میپرستم | سراپا شانِ یزداں میپرستم
من آں مہرِ درخشاں میپرستم | چراغِ دین و ایماں میپرستم
سرم وقفِ سجود درگہ اوست | ہمائے اوجِ عرفاں میپرستم

تصیبم نیست بارِ درگہت آہ | من از یک عمر دربان میپرستم
ز حرفِ کفر و اسلامم خبر نیست | ترا اے جان جانان میپرستم
حریفان گوہرِ مقصود بردند | منم کیں داغ حرمان میپرستم
بجان و دل ندارم غیر اصدق | ہمان سلطان خوبان میپرستم
براہِ کعبۂ کویش بہر گام | خس و خارِ بیابان میپرستم

بیا باقر بخوان بہر خدا باز
قیامِ قبلۂ جان میپرستم

۴۸
جلوۂ حسن کسے در دل نالان داریم | وہ چہ گنجے است کہ در منزل ویران داریم
تاجرانیم و سرِ کشور جانان داریم | لختہائے دل صد پارہ بدکان داریم
در ہوائے رخ او خار بدوشیم مدام | حال آشفتگی کاکل جانان داریم
ہر نفس لخت دل از دیدۂ پرخوں ریزد | گل بچیند چہ گلِ زیب گریبان داریم
چوں بگلہائے جہاں بوئے محبت نبود | نے دماغ چمن و نے سر بستان داریم
تا ز صاحب نظرانیم دریں باغ وجود | نرگس آسا بر خش دیدۂ حیران داریم
سایہ ساں نیست ز ذات تو جدا ہستی ما | جلوہ گر شان وجوب از سر امکان داریم

یکہ تازانہ بمضمار بلاغت باقر
توسن طبع رواں بر سر جولان داریم

۴۹
سحر با مطرب و مینا و ساقی در چمن رفتم | ز جاں در انتظارِ آں بت پیماں شکن رفتم

سحرگہ چوں صبا بربام آں رشک چمن رفتیم گل رویش تماشا کردم واز خویشتن رفتیم

زطوفانِ بلا برجستہ بیروں از وطن رفتیم زسر در کوئے جاناں ہمچو بحر موجزن رفتیم

چہ پندم میدہی اکنوں کہ در عشق بتاں زاہد زدین شیخ برگشتیم بکیشِ برہمن رفتیم

سبک پرواز باغ قدس بودم اے خوشا وقتے چہ سنگیں ساعتے بود آنکہ در قیدِ بدن رفتیم

زبس بیرحمیِ خویشاں مرا شد موکشاں آخر بصد حسرت بشامِ غربت از صبح وطن رفتیم

شہیدِ ناز او بودم قتیلِ غمزہ در مرقد بزخم تیشۂ حسرت منِ خونیں کفن رفتیم

بشوق استلامِ عتبۂ پیران خود باقؔر
گہے اجمیر و گہ دہلی و گاہے در پٹن رفتیم

۴۵ حاصلِ ملکِ جہاں را بابہشت پا زدیم برق از طوفان ہمت در خسِ دنیا زدیم

ہرزہ بود از ناصحان از بسکہ پندِ ترکِ مے پنبہ در گوشِ سماعت چوں لبِ مینا زدیم

گرچہ بیباکیست معذورم زفرطِ شوق خود دست گرد در دامنِ آں شوخ بے پروا زدیم

رہ بکوئے یار بردن از قضا قسمت نشد دست و پا ہر چند چوں بسمل دریں سودا زدیم

خلعتِ رندی عطا فرمود تا سلطانِ حسن چاکہا مانند گل در جامۂ تقویٰ زدیم

نالۂ پُر درد بود و گریہ و خونابِ دل جام عشرت با می و مطرب لبِ دریا زدیم

مست سودائیم شرحِ نام و ننگ از ما مپرس طبلِ رسوائی بعشقِ آں قد و بالا زدیم

تا مقامِ ما بسعیِ فکرِ کسے نتواں رسید ما پرِ پرواز خود را بر پرِ عنقا زدیم

در نظر ہرگز نیامد جلوۂ وے ــــ گریہ ہا کردیم روز و نالہ در شبہا زدیم

فتح بابِ مدعا باقرؔ نمی آید بدست
بس درِ دیر و حرم چون مومن و ترسا زدیم

۵۱

تا نہ بینیم جمالِ تو شکیبا نشویم
ما تسلّی بخیالِ رخت اصلاً نشویم

آنچنان محو خیالِ رخِ زیبائے تو ایم
کہ بحورانِ جناں گرمِ تماشا نشویم

تا بیادِ گلِ رخسار تو در خانہ خوشیم
مایلِ سیرِ چمن عازمِ صحرا نشویم

ہر دم از مبدو فیض است تقاضائے عروج
پستیِ حوصلۂ ماست کہ بالا نشویم

تا ز خاکِ قدمت دیدہ مکحل نشود
باشد از طور اگر سرمہ کہ بینا نشویم

گرچہ بس فتنہ کار است و بلا عشوہ فروش
ما یکے شیفتۂ شیوۂ دنیا نشویم

جمع ممکن نبود حیف بخو داری و شوق
ما بعشقِ رخِ زیبائے تو رسوا نشویم

یار چوں واقفِ راز است بہ آنست کہ ما
طالب کام و سرِ عرضِ تمنا نشویم

ناصحا دیدۂ بینا بچہ حق دادہ اگر
ناظرِ روئے خوش و زلف چلیپا نشویم

واشد ما ہمہ موقوف شکر خندۂ تست
از دمِ بادِ سحر غنچہ صفت وا نشویم

طالب دنیا و عقبیٰ چو نباشد ــــــ
رحم بر ماست اگر طالب مولا نشویم

ہمچو باقرؔ سرِ تسلیم فگندیم بہ پیش
گر رسد تیغ ز دستت گلہ آرا نشویم

ردیف نون

۱
چو آں رعنا غزالم رشتهٔ الفت برید از من | دلم از سینه چوں آهو برون جست و رمید از من
بعشق آتشیں روئے چو مشق گریه میکردم | بجائے قطرہائے اشک اخگر میچکید از من
ز خونِ من که اے قاتل نگاریں کردہ پارا | ز غیرت آب شد در سینه خونِ صد شهید از من
چراغِ هستیم گل شد چو شمع صبحگاه امشب | به اندازِ عجب آں شوخ دامن بر کشید از من
چه گویم بتو چوں بگذشت شب از فرطِ بیتابی | نه یک دل بلکه هر عضوے چو بسمل میطپید از من
ز افسونِ جنوں آخر نمودم رام چوں محبوب | غزالے را که از وحشت بکلی میرمید از من
برنگ نے بهجرانت همه تن شور و افغانم | چه غیر از ناله و آهے کسے ایجاں شنید از من
پریشاں ماند از حیرت طبیب من ز احوالم | ز شوقت میطپید از بس چو شریاں هر ورید از من
نوائے نغمهٔ بلبل به پیشش خارج آهنگ است | بهجرت نالهٔ مستانه هر کس شنید از من

نظر بر رحمتش داریم باقر با همه عصیاں
که خود گفت او نباید گشت هرگز ناامید از من

۲
رحمے بحال بیدلاں چنداں جفا کاری مکن | ناز و ادا و غمزه را صرفِ دل آزاری مکن

باشند مشامم عطرسازاں کاکل عنبرفشاں ای نافۂ چین پیش من بیصرفه عطاری مکن

ای من فدای این ادا آخر که گفتا ای دلربا دلدادگان خویش را یک ذرّه دلداری مکن

بر کن نگاهِ ناز را بر حال بیماراں نگر ای چشم جادوی کسی خود عذر بیماری مکن

در حلقهٔ رنداں بیا زاهد بکش پیمانهٔ
مستی کن و دیوانه شو بیهوده هشیاری مکن

۳ خاطرِ غمزده از من دل شاد از دگراں خار حرماں ز من و نخل مراد از دگراں

بسکه نازِ تو کشیدیم زیاد از دگراں سرگراں کرده بما بودی و شاد از دگراں

هم به پیشِ تو بنالیم ز جور و ستمت ما نخواهیم ز بیداد تو داد از دگراں

شکوهٔ نیست ازیں رو که فراموشم کرد شکوه اینست که چوں ساخته یاد از دگراں

گرچه آشوب جهانند حسیناں لیکن حسن تو فتنه برانگیخت زیاد از دگراں

جز بدرگاه تو امّیدگهِ ما نبود ما نه آنیم که خواهیم مراد از دگراں

طعنه بر باقر دل سوخته در عشق مزن
گریه آئین وفا رخنه فتاد از دگراں

۴ داغ عشق تو بود زیب جبینِ دل من نام پاکِ تو بود نقش نگینِ دل من

وسعت آباد فروغت چو بدیدش گردوں از سر عجز ببوسید زمینِ دل من

خانهٔ دل همه از غیر تو پرداخته ام جز بیادِ تو کسی نیست مکینِ دل من

جاں پی صلح فدای نگهِ ناز تو کرد چشم مستت چو کمر بست بکینِ دل من

از تجلی جمال رخ پر نور کسے هست خوبے عجبے پردہ نشین دل من
هست کوی صنما کعبۂ مقصود مرا آستان تو بود عرش برین دل من
نہ مسلمانش توان گفت و نہ کافر باقر
می ندانم چہ بود ملت و دین دل من

۵ بیا در کوچۂ او شور محشر را تماشا کن سر بام آن قد رشک صنوبر را تماشا کن
مصفا ساز از حسن رُوی آئینۂ دل را دریں جام جہاں بیں روئے دلبر را تماشا کن
بچشمش کرد ہمچشمی ببیں شوخی نرگس را بقدش ہمسری دارد صنوبر را تماشا کن
بشوق آنکہ یکدم در برت گیرم چہ بیتابم بیا و انتظار چشم بر در را تماشا کن
بہ بحر عشق طوفانی ست گر خود کشتی نوح است دریں دریائے بے پایاں شناور را تماشا کن
نصیحت میکنی در عشق او ناصح مرا یکرہ جمال عارض آن ماہ پیکر را تماشا کن
بکام غیر ما را دور کرد از بزم وے باقر
جفا ہائے سپہر سفلہ پرور را تماشا کن

۶ بیخود از نظارہ دلدار میباید شدن مست از پیمانۂ دیدار میباید شدن
از سنان غمزۂ او فگار میباید شدن کشتۂ تیغ نگاہ یار میباید شدن
بر بساط ہوشمندی کنج خلوت تا بکے مست لا یعقل سر بازار میباید شدن
منزلت دور است و آمد بر سرت وقت رحیل خواب غفلت تا بکی بیدار میباید شدن
نکتہ ہا دارد بسے ہر صنعت نقش وجود محو صورت محرم اسرار میباید شدن

تا کجا ضبطِ نفس مسکین دلِ من پیش او　　حال دل را بر سرِ اظہار میباید شدن

میتواں آزاد گشتن باقر از قید خودی

بیحجاب از پردهٔ پندار میباید شدن

۷

بے تو دُر روا نیست ای خورشید سیما زیستن　　کے مرا زینگونه باشد آه زینها زیستن

تا کجا خلوت بیا زاہد به بزمِ میکشاں　　خوش بود با ساقی و با جام و مینا زیستن

من فدائے تو بیا اے مرگ تا کے میتواں　　با فغان و ناله و فریاد شبها زیستن

با غم و دردِ فراقت زندگانی مشکل است　　خود بفرما چوں تواں دور از تو جانا زیستن

ساز کن پیمانه اے ساقی که آمد نوبہار　　نیست خوش در فصل گل بے جام و صہبا زیستن

در تمنائے تو ما را ہر نفس در موج اشک　　نقش بر آب است چوں گرداب دریا زیستن

از بسر بردن بہجر یار مردن بہتر است　　خوش بود با دلربا در عیش شبها زیستن

چوں نباشد باقرا جنگ و خصومت با کسے

میتواں در دہر با لطف و مدارا زیستن

۸

چوں لب گل روزی من ساز خنداں زیستن　　تا بکے یارب برنگِ شمع گریاں زیستن

از غمِ دنیا نباید ایں قدر روساختن[۱]　　میتواں اے ہمنشیں با روئے خنداں زیستن

تنگنائے دار دنیا محبس سجن من است　　شاد و خرم چوں تواں اندر کنج زنداں زیستن

بے نصیبم از لبِ لعلش که درمانِ من است　　خود بگو مرگے بود در شوق درماں زیستن

---

[۱] روساختن بمعنی شرمنده شدن ـ حسن بیگ رفیع گوید ؎ مجو حجاب از آنکس که صاف طینت نیست ؛ قفائے آئینه روساختن نمیداند (از مصطلحات الشعرا) اینجا بمعنی دل گرفته نشستن است ـ

گر کسے جانبر شود از ناز او باشد ولے — کے تواں از غمزۂ آں چشم فتاں زیستن

در اماں بودن ز دستِ نفس کافر مشکل است — ہست ممکن فارغ از تلبیس شیطاں زیستن

چیست شمشاد و گل و نسرین کہ دارد زندہ ام — کے توانم بے تو لے سرو خراماں زیستن

حاصلِ زہد تو زاہد نیست جز عجب و ریا — بہ بود از طاعتت در بند عصیاں زیستن

چوں دلِ جمعِ تو آرم خاطر جمع از کجا — قسمتِ ما بود چوں زلفت پریشاں زیستن

کام بخشیہا کند آں شوخ باقرؔ غیر را
آہ میگوید مرا ہمدوشِ حرماں زیستن

۹ ما ئیم و در فراق تو شبہا گریستن — وز درد دل بیاد تو تنہا گریستن

در شوق نوش آں لب خنداں ست کار من — مجنوں صفت بوادی و صحرا گریستن

در ہر یکے طبیعت دیگر نہادہ اند — آید ز جام خندہ ز مینا گریستن

بے پار کار خویش بتقدیر و شاد باش — بیہودگی است از غم دنیا گریستن

چوں حال دل بدوست نویسم برنگ کلک — آغاز میکنم دم انشا گریستن

آہستہ اشک ریزی و ضبط نفس خوش است — خوش نیست با فغاں و بغوغا گریستن

بے گریہ کار دل نکشاید بہ ہیچ جا — باید بہ مسجد و بہ کلیسا گریستن

باقرؔ نہ شستہ شد ز دل یار گرد کیں
خوشتر ز گریۂ تو بود نا گریستن

۱۰ جانا بیا بجلوہ و ترکِ حجاب کن — بالیں ز بازویم کن و با ناز خواب کن

در هجر دوست گریه کن و ترک خواب کن — خون ناب دل روان ز دو چشم پر آب کن

سیر آمدم ز زندگی از دوری رخت — خنجر بکف بیا و بقتلم شتاب کن

تا چند ضبط شکوه برو ای دل حزین — از خشم او مترس سوال و جواب کن

برهم مدار خاطر عاشق ز بر همیشه — هان شانه بگیسوی پر پیچ و تاب کن

دل میطپد بهجر تو دستی بسینه ام — مگذار این قدر ز برای ثواب کن

بیرون دراز پرده و از شعلهٔ عذار — آتش بخرمن دل هر شیخ و شاب کن

روی تو جهی بمن خسته جان یکی — هر چند با عتاب نمائی خطاب کن

ای مست جام غفلت هر روزه یک شبی — آهی ز سینه برکش و چشمی پر آب کن

آمد بهار لاله و گل چهره بر فروخت — ساقی بیا و ساغر من پر شراب کن

ای شهسوار اشهب آهو خرام را — جولان بیاز و کشور دلها خراب کن

بر آستان پاک حبیب خودم رسان — یارب ز لطف دعوت ما مستجاب کن

یارب رسان ز لطف به آبادی قدم — بیگانه از خورنق دار خراب کن

خواهی زدن چو غوطه به موج اجل ضرور — لعنت بکار زندگی چون حباب کن

باقر بیا بمیکده دستی بجام زن
در کار خیر تا بتوانی شتاب کن

۱۱

سنبلستان را چو بینی زلف دلبر یاد کن — در چمن چون بگذری سرو سمنبر یاد کن

چون تبرسی از گنه لطف پیمبر یاد کن — تشنه لب هرگه شوی از حوض کوثر یاد کن

چشم بند از هر ورق در صفحهٔ دل کن نظر | در گزر از هر کتب فرمان داور یاد کن

ایکه با احباب خود آراستی بزمِ شراب | تشنگانِ وصل را از یک دو ساغر یاد کن

فتنهٔ روزِ قیامت راز بالائیش نگر | از بیاضِ گردنِ او صبحِ محشر یاد کن

گوهرِ عقدِ ثریا را دُرِ گوشش شمار | چون به بینی ماه را آں ماه پیکر یاد کن

چوں بخواهی کام دل برگو علیؑ مشکل کشا | چوں مصیبت رو دهد شبیر و شبر یاد کن

در بیابانِ طلب باقر مکش منت زخضر
ره چو بنمائی غلط از پیرِ رهبر یاد کن

۱۲ گریه بار آورد اے اہلِ نظر خندیدن | میکند دل دل شب همچو سحر خندیدن

صحبت ما و تو میداشت بهارِ عجبے | گریهٔ تلخ ز من از تو شکر خندیدن

از ادائے تو بجا هست اگر میدارد | لب و دندان تو بر لعل و گهر خندیدن

از لبِ عاشق گریان تو ممکن نبود | زعفراں زار گر آرد به نظر خندیدن

بسته میدار لبِ خود که پریشانی گل | گشت در صحنِ چمن پیش بهر خندیدن

چه بلائیست ادایت که بود آفت جاں | با رخِ همچو گلِ تازه و تر خندیدن

باقر از خندهٔ بیهوده لبِ خود بر بند
که بود عیب بر اہلِ هنر خندیدن

۱۳ رود هوش و خرد از جلوهٔ رخسار ماهِ من | بیک ذره دیده دیدن دل برد جادو نگاهِ من

اگر وصل تو ام جانا نماید طالعم روشن | سیه تر از شب هجراں بود بختِ سیاهِ من

زفیضِ مقدمش روشن چو صحنِ لامکاں گردد
دہد در کلبۂ تارم اگر تشریف شاہِ من

حذر کن از دمِ گرمِ دلم اے جانِ جاں ورنہ
زند آتش بگردوں چوں بر جہد برقِ آہِ من

زشرمِ کثرتِ عصیاں نہ آید عذرِ تقصیرم
امیدِ رحمتت باشد خدایا عذر خواہِ من

بغیر از خاکِ کوئے تو ندارم ہیچ ملجائے
ہمیں دیوار بامِ تو بود پشت و پناہِ من

بسے ہر چند در راہش نمودم جانفشانیہا
بتِ سنگیں دلم ہرگز نہ آرد رو براہِ من

چو فریادم شنید آں مہ بگفتا ہاں تواں دیدن
کہ مینالد بکوئے من کہ باشد داد خواہِ من

مبادا زیں ادا آلودہ گردد دامنِ پاکش
نہ بیند از حیا سویم بتِ عصمت شعارِ من

صدائے آفریں خیزد ز جمعِ سامعانِ او
نہ تنہا ہست بر شعرِ تو باقر واہ واہِ من

۱۴

بیا اے سروِ من اینجا بفرما سیرِ داغِ من
کہ رشکِ گلشنِ رضواں بود گلہائے داغِ من

چناں از ناتوانیہا بہ عشقش بے نشاں گشتم
کہ مرگ از کاتبِ اعمال میپرسد سراغِ من

چناں از نگہتِ زلفِ سمن سائے تو سرمستم
کہ بوئے گلشن و گلہا نہ بر تابد دماغِ من

بہ ترکِ شیوۂ رندی چہ پندم میدہی ناصح
ز معشوق و مے و مینا کجا ممکن فراغِ من

ز بس پروانہ ام بر شمع روئے پاک بیں شوخے
بچشمِ اہلِ بینش سرمہ شد دودِ چراغِ من

نہ از دستِ نوالِ تو کہ از بختِ زبوں نالم
کہ از لطفِ تو اے ساقی نشد پُر مے ایاغِ من

اگر آں شمع رو باقر نگردد شمعِ بالینم
چراغِ خانۂ تاریکِ من شبہا ست داغِ من

۱۵ این چنین حسنِ ملیح و روئے زیبا داشتن | ولہ نگهے از عاشقِ بیدل نہ پروا داشتن
تا کجا سوزم بہ شوقت از کہ می آید بگو | چشم را در راہ مقدم تا سحر وا داشتن
تا نماید جلوہ در وے پرتوِ حسنِ ازل | بایدت آئینۂ دل را مصفا داشتن
ساقی از خونِ جگر مَی و ز دلِ پُرغم کباب | از پئے آں میہماں باید مہیا داشتن
چوں دہن باشد معمائے میتش آمد ضرور | گردش از خطِ سیہ شرحِ معما داشتن
چوں تمنا بر نمی آید ترا می بایدت | لوحِ دل را خالی از حرفِ تمنا داشتن
تا صحا پندم چہ گوئی شد شعارِ من چنیں | در بغل در دست ہر دم جام و مینا داشتن
از چنیں چشمے چہ حاصل وائے بر تقدیرِ تو | بر رخش روزی نشد چشمِ تماشا داشتن
می رباید صبر و طاقت تاج زریں کج بہ سر | کاکلِ شبگوں بروئے مہر سیما داشتن

روز در فکرِ معیشت باش و با قر بایدت
نعرۂ یاھو و یامن ھو بہ شبہا داشتن

۱۶ ایں قدر جور و جفا بر دلِ رنجور مکن | ہر چہ خواہی بکن از پیشِ خودم دُور مکن
از فروغش دلِ من وادیِ ایمن باشد | گو تجلی پئے من بر شجرِ طُور مکن
گر چہ بے جذبۂ او تا در وصلش نرسی | تو دریغ از طلبش تا حدِ مقدور مکن
از عبادت نتواں خواست بجز مرضاتش | خدمتِ حضرتِ او بر طمعِ حور مکن
جاں سپردن بہ تہِ تیغِ تو دشوار خوش است | تیز بر سنگِ فسانت دمِ ساطور مکن
جبہ سائی بدرت ہست ز شاہی خوشتر | زیبِ فرقِ سرِ خود افسرِ فغفور مکن

گرچہ شوقت طلبد سیر دیار و امصار — نازپرورد بتِ من سفر دور مکن

خوش بیا با رخ بے پردہ بہ بزم عشاق — زیر برقع مہ من عارض پرنور مکن

در رہِ زہد اگر مطلبی حسن قبول — مایۂ صدق و صفا آر دلا زور مکن

جنتت گر عوضِ کوچۂ جانان بخشند
باقر از راہ مرو ہرگز و منظور مکن

۱۷

ای عیسی دردِ دلم نہ مرہمے بر ریش من — ای فدائے مقدمت بنشیں مرو از پیش من

بہر بہائے بوسہ دارم بکف ایں نقد دل — جانا ز لطفت در گزر ہم از کم و از بیش من

نوشے نمیدارم اگر مانند زنبورِ عسل — عقرب نیم ہم تا دلا نالد کسے از نیش من

کردم بپائے آں صنم ہمچوں برہمن سجدہ ہا — آخر چو خود بیدیں مرا کرد آں بتِ بدکیش من

رفتم چو سوئے آں صنم گفتا بصد لطف و کرم — اینجا بیا بودی کجا اے عاشق دلریش من

آخر بہ عشقِ آں صنم نقدِ دل و دیں باختم
کارے دریں سودا نکرد ایں عقل دوراندیش من

۱۸

بمرگ آخر کشید اے وائے احوالِ عجیب من — چہ بر نبضم نہی دستے برو ناداں طبیبِ من

کجا ایں چشم خونبارم کجا نظارۂ رویش — کہ وصلِ او بخواب اندر نگردد ہم نصیبِ من

دمِ نزعم بیا و از حدیثے زندہ ام فرما — کہ گر عیسیٰ بود جز تو نمی باشد طبیبِ من

بیا جانانہ ام بنما بہارِ گلشن حسنت — کہ چہ چہ بر گلِ رویت نماید عندلیبِ من

بصد ناز و ادا امشب بہ آغوشم بود آں مہ — برو خونِ جگر می نوش و بر سر زن رقیبِ من

کجا انجم تواند شد طرف مهر درخشاں را | کجا حسنِ مہ کنعاں کجا حسنِ حبیبِ من
میان ما و او قرب و بعدے بو العجب باشد | کہ من دورم از و بسیار و او باشد قریبِ من

به هجرِ تو ز جاں رفتم نہ پرسیدی یکے آخر
کجا رفت و کجا شد باقرِ مسکیں غریبِ من

۱۹

مشکل بر خت دیدہ بدیدار کشادن | ما و نظرِ یاس بہ دیوار کشادن
اے پردہ نشیں شاہد مستور چہ لازم | روزن پے نظارہ بدیوار کشادن
در بستۂ بر روئے چو مہ باز چہ حاصل | بے صرفہ لبِ وعدۂ دیدار کشادن
تا شہر شود دشت ختن باید تای شوخ | بر بام یکے طرۂ طرار کشادن
زاہد تو نہ محرمِ اسرار نخواہم | در پیش تو گنجینۂ اسرار کشادن
دارم گلہ بسیار و لیکن نتوانم | پیشِ تو ز حیرت لبِ اظہار کشادن
تا وا شودم عقدۂ کارِ دل شیدا | باید گرہ از کاکل خمدار کشادن
خوابم نبرد گرچہ بہجرِ تو بر ویت | روزی نشدم دیدہ بدیوار کشادن

باقر بودت دیدۂ گریاں خوش و ناخوش
در خندہ دو لب بیہدہ بسیار کشادن

۲۰

سرورِ دوسرا معین الدین | ہادی و رہنما معین الدین
تو شہی من غلام بر پایت | میکنم جاں فدا معین الدین
دردمند آمدم بہ چشم و توئی | دردہا را دوا معین الدین

ما مریضیم روضهٔ پاکت	ہست دارالشفا معین الدین
نورِ حق جلوهٔ تو و شانت	ہست شانِ خدا معین الدین
در مشامم بگو که بوئے خوشت	برساند صبا معین الدین
گشته بیگانه از ہمه با تو	گشته ام آشنا معین الدین
نیست خوبے به حسن و زیبائی	چوں توئے دلربا معین الدین
خوش بیا و نشیں بچشم و سرم	مرحبا مرحبا معین الدین
آمدم بر درِ تو حاجتمند	حاجتم کن روا معین الدین
من غلامِ تو و مرا صد رنج	بشنو ایں ماجرا معین الدین

یک نگه از کرم که بندهٔ تست
باقرِ بینوا معین الدین

۲۱

ہادی و رہنما معین الدین	رہبر و پیشوا معین الدین
سرورِ اولیا معین الدین	ہمسرِ انبیا معین الدین
ہمه زیبائی و کرشمه و ناز	شاہد دلربا معین الدین
ہم طبیب و معالجِ مرضم	ہم دوا ہم شفا معین الدین
از پے مغفرت وسیلهٔ من	مقصد و مدعا معین الدین
نیست ہمچوں جمالِ عارضِ تو	صورتِ دلکشا معین الدین
وارہانندهٔ قلوب از غم	دافعِ ہر بلا معین الدین

دل و جانِ عزیز و ہوش و خرد | بر تو کردم فدا معین الدین
نشود آشنائے کس ہر کو | با تو شد آشنا معین الدین
نورِ چشم حسینؑ ابن علیؑ | سید دوسرا معین الدین
تو طبیبی و من مریض توام | کن کرامت شفا معین الدین
روز روشن ز نور اوست شبم | ہست نور و ضیا معین الدین
اندریں ہر دو چشم تیرۂ من | روشنی کن عطا معین الدین
شمع دیں شد ز نور او روشن | آفتابِ ہدیٰ معین الدین
نور ایزد عیاں ز عارض او | مرأۃ حق نما معین الدین

نظرے کن ز لطف و از باقر
عفو فرما خطا معین الدین

۲۲

فغان و زاریت تا چند بس کن | منال اے دل چنیں ضبط نفس کن
بروں از خانہ شو کن سیر بازار | بشوخی جلوہ بر پشتِ فرس کن
مکن آزاد صیدِ خویشتن را | بہ بشکن بال و در قیدِ قفس کن
بسوئے عاشقاں برقِ نگاہے | بیا و آتشے در مشتِ خس کن

کدامی کاررواں می آید اے دل
بروں شو گوش بر بانگ جرس کن

ردیف واؤ

بسوخت زآتش حسرت دلِ خلیل از تو ۔ بریختہ است پر و بال جبرئیل از تو ۱
بدیر و کعبہ بغیرِ تو نیست جلوہ کنے ۔ شرار آزرو ہم گلشنِ خلیل از تو
بخواہم از کہ بغیرِ تو راہ مقصدہا ۔ کہ خضر از تو و گم گشتہ و دلیل از تو
جدا فتادہ ام از بزم وصل تو لیکن ۔ بگوش جاں رسدم بانگ یا خلیل از تو
چو میل سرمہ بچشم ہمی کنی رفتار ۔ اگرچہ دور فتادم ہزار میل از تو
بشاہراہ محبت بحق تشنہ لباں ۔ شدہ است چشمۂ چشمان من سبیل از تو
محقق است کلامت ہر آنچہ میگوئی ۔ مسلم است با حرف بے دلیل از تو
نظر بروئے حسیناں بود تماشا یت ۔ کہ مشتق است جمالِ ہمہ جمیل از تو
تمام عمر بعصیاں گذار دم اکنوں ۔ چہ عذر خویش بخواہم درم رحیل از تو

نہ واقف است خجل از تو باقر اینہا
بخون دل بخورد غوطہا قتیل از تو

چوں برق سوخت جانہا گلگوں قبائے تو ۔ خوں کرد عالمے را رنگیں ادائے تو ۲

گه خوں ز دیده ریزم گه لخت دل فشانم
جانا چها بگویم در دردِ جدائے تو

گشتیم محو حیرت در جلوه گاه جنت
از خود ربود ما را ایں خود نمائے تو

یکره نشد گذارت تا گوشهٔ دلِ او
آه رسا چگویم از نارسائے تو

از لوح دل ستردی حرفِ وفا بکلی
خوں شد دل ای ستمگر زیں کج ادائے تو

مرغان خوش نوا را شد برق خرمنِ جاں
ای کلک نکته سنجم آتش نوائے تو

۳

جاں میدهد بقالب بیجاں نسیم تو
شرمنده آب خضر ز خاکِ حریم تو

تا کے بدوریِ تو بسوزم بسان شمع
اے من فدائے شهره خُلقِ عظیم تو

رحمے کنی اگر تو بما هم چه کم شود
محروم کس نشد چو ز فیضِ عمیم تو

جانا گدائے کوئے تو باشم همیں بس است
آں بخت کو چو غیر که باشم ندیم تو

دلها فدائے شیوهٔ ترکانه غمزه ات
جانها هلاک خندهٔ لعلِ لبیم تو

جانا ز ما بُریدی و با غیر ساختی
آں وعده ات کجا شد و عهدِ قدیم تو

گفتا نهاد دست بدستم چو تو علی
پیدا است درد عشق ز نبضِ سقیم تو

باقر چه نغز ریخت ز کلکِ تو ایں غزل
صد آفریں به وقت طبعِ سلیم تو

۴

یاد از من دلخسته نیاری عجب از تو
اے حضرت مخدوم بهاری عجب از تو

اغیار ربود محو تماشائے تو و من
دور از تو کنم ناله و زاری عجب از تو

در خون جگر ہیچو من بندۂ نازت غلطد سر کوئے تو بخواری عجب از تو
صد داغ غلامی تو داریم و تو یکرہ ما را ز غلاماں نشماری عجب از تو
با آنکہ فشاندم بر ہت نقد دل و جاں پروائے من خستہ نداری عجب از تو
صد غرقۂ طوفاں بلا رستہ ز دستت از بحر غمم گر نہ بر آری عجب از تو

دستے ز عنایت بنہی بر سر اغیار
بر باقر خود رحم نیاری عجب از تو

خط بر آورد لبت رونق آں رنگ تو کو شوخی و ناز کجا شد ستم و جنگ تو کو ۵
ربط با مدعیاں ہست کنوں شیوۂ تو نخوت و شان تو و شرم تو و ننگ تو کو
گر سر ہمسریت یا مہ من ہست قمر خط و خال و لب لعل و دہن تنگ تو کو

بینمت خستہ و افسردہ چہ شد باقر من
جوشش و ولولہ و ہمت و آہنگ تو کو

ختن ز نکہت زلف تو مشکبار از تو چمن چو روئے تو شد نو خط بہار از تو ۶
شرار آہ دلم از تو شد زبرچرخ برد دو چشم من شدہ از گریہ جوئبار از تو
ز تیغ غمزۂ سفاک کشتیم از ناز شدم شہید و شدم صاحب مزار از تو
نثار ناز ز تو شد ہم عاشق و معشوق گل از تو سر ز تو قمری و ہزار از تو
جمال تست و من و حسرت اے مہ کنعاں عزیز مصری و شد مصر ایں دیار از تو
چو تیر غمزہ فگندی بسوئے من از ناز دل حزین من خستہ شد فگار از تو

چہ شرح حال خودم پیش تو کنم جانم | کہ ماندہ ام ہمہ شب بیتو بیقرار از تو
نہ کاکل است بران عارض صفا آگیں | نشاندہ شد بسر گنج طرفہ مار از تو
دو چشم نرگس و گیسوئے سنبل و رخ گل | بدیدہ ام من شیدا عجب بہار از تو

براہ تو مہ من شد چناں عدم باقر
نماند ہیچ از وجز کف غبار از تو

۷ خار زار است چمن اے گل خنداں بیتو | چہ برآید ز گل و سوسن و ریحاں بیتو
آتش روئے تو کو کشت مرا شدت برد | چوں گذشتہ ست چہ گویم زمستاں بیتو
جلوہ از ناز بفرمائے بظلمت کدہ ام | ہست بے نور مرا شمع شبستاں بیتو
نروم سوئے چمن تا تو نہ آئی از ناز | سر من خوش نبود سیر گلستاں بیتو
ماہ من گنج مراد است وصالت چہ کنم | خود اگر دست دہد ملک سلیماں بیتو
جلوہ آرا خود اگر یوسف کنعان ست چہ سود | رونق بزم محال آمدہ جاناں بیتو
یکرہ از ناز بیا و سر و سامانم ساز | گشتہ ام آہ بسے بیسر و ساماں بیتو

بر درِ خود طلبش زندہ چساں ماند آہ
باقر بندۂ تو اے شہ جیلاں بیتو

۸ دلم آشفتۂ بیباکیِ تو | ہلاکِ شیوۂ سفاکیِ تو
فریبِ وصل وادی دل ربودی | سرم قربان ایں چالاکیِ تو
بہ ایں تر دامنی خواہم چہ از تو | حیا می آیدم از پاکیِ تو

بسانِ غنچہ خوں سازم دلم را | برنگِ گل گریباں چاکیِ تو
خمار آلودہ میگردی پریشاں | معاذ اللہ ازیں بیباکیِ تو
ببارش آورد ابر کرم را | بسر از چشم تر نمناکیِ تو

برون کن کلفتِ دل را کہ باقر
غمیں میسازدم غمناکیِ تو

۹

صنوبر فدا گل رخا جادوئے تو | بدل ہستی و ہم بچشم توئی تو
بہ شوخی و خوبی چگویم کہ چونی | زخوباں عالم غرض نیکوئی تو
معطر دماغم شد از نکہت تو | گلی یا سمن یا گلِ شب بوئی تو
ندارد وجودے کسے جز وجودت | یکے ہست ذاتت بری از دوئی تو
نیاید بچشم بجز جلوۂ تو | بہر جا بہر سو کہ بینم توئی تو
بمعبودیت گر ستایم چہ باشد | کہ مسجود خلق از خم ابروئی تو
ز رنگِ رخے رشک یاقوت و مرجاں | زجوشِ صفا ہا دُرِ لولوئی تو
اگر دست حسرت نمالم چہ سازم | کہ اغیار را حیف در قابوئی تو
ز انداز و از طرز ناز و کرشمہ | عجب گونہ سحری عجب جادوئی تو
بہوش آمدم چوں ز غفلت بدیدم | کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو

چساں بنگرد جز بسوئے تو باقر
بروں از جہانی و در ہر سوئی تو

۱۰ المنة للہ کہ چمن آمدۂ تو — از قامت و رخ سرو وسمن آمدۂ تو

صد شکر کہ پرویں و پرن آمدۂ تو — از نکہت خود مشک ختن آمدۂ تو

رحمے کہ مسیحائے زمن آمدۂ تو — لطفے کہ طبیب دلِ من آمدہ تو



ردیف ہا

تا در خرام سرو تو اے جاں برآمده | آشوب تازه در چمنستاں برآمده | ۱
در ہر چمن که آں گل خنداں برآمده | گل با ہزار چاک گریباں برآمده
تا جلوهٔ جمال رخت چہره برفروخت | دود از نہاد گبر و مسلماں برآمده
کرده است خوں بیگنہاں ترک من بسے | با تیغ عشوه بر زده داماں برآمده
بر کشتگان خویش چو بگذشته بناز | روحی فداک از تن بیجاں برآمده
جاری شده است از گل و بلبل سرشک خوں | در ہر چمن که بالب خنداں برآمده
قربان جلوهٔ تو که از پرتو رخت | اینجا ہزار یوسف کنعاں برآمده
پوئیده در رکاب تو با بانگ طرقوا | جبریل بر تو مروحه جنباں برآمده
از جاں فدائے خوبی و رعنائی تو اند | رعنا قدے کزیں چمنستاں برآمده

رشک شہی ست فقر چو اندر لباس فقر
باقر بجلوه آں شه شاہاں برآمده

عیش خلقے تلخ از شہد تبسم کردهٔ | عالمے را کشتهٔ طرز تکلم کردهٔ | ۲

خوابگاہت نیست فردا غیر فرش روئے خاک
تکیہ گر امروز بر سنجاب و قاقم کردۂ

در شکنج زلف پنہاں کردہ میپرسد زمن
گوہر یکدانۂ دل را عجب گم کردۂ

می نہ آید در نوشتن می نگنجد در بیاں
آنچہ از جور و جفا بر جان مردم کردۂ

می برد از خود مرا موج نسیمش ساقیا
جرعۂ زاں بادۂ گلبو کہ در خم کردۂ

۳

زشوخیِ نگہت بر دلم سناں زدۂ
زجنبش مژہ نشتر بمغز جاں زدۂ

چہ حاصلِ تو شود بعد ازیں بجز حسرت
عبث بلشکر عشاق ناتواں زدۂ

رسیدہ بر ہدفِ دل گذشت تا بجگر
فدائے شوخیِ تیرے کہ بر نشاں زدۂ

باوج رتبہ ات اے نالۂ دلم نازم
علم بر اوج مکانہائے لامکاں زدۂ

کنوں ز وعدۂ وصلت چہ میزنی آہم
کہ آتش از تپ ہجرم بمغز جاں زدۂ

زشیوۂ ستم ار کشتۂ مرا چہ عجب
چو من ہزار ز عشاق کارواں زدۂ

بعشق شعلہ رخانِ جہاں عبث باقر
تو برق آفت بر جاں ناتواں زدۂ

۴

بر حال خستگاں نہ بدیدن چہ فائدہ
فریاد بیکساں نشنیدن چہ فائدہ

از راست باز عشق نشنیدن چہ فائدہ
از طالبِ وصال رمیدن چہ فائدہ

رحمے نکرد یار وگہے چشم نم نشد
اے لخت دل ز دیدہ چکیدن چہ فائدہ

ترکانہ آمد تو مرا کشت و حالیا
شمشیر از نیام کشیدن چہ فائدہ

زہرِ فراق چوں بہ رگ وپے حلول کرد | تریاق وصل یار چشیدن چہ فائدہ
محوِ نظارہ شو دل ناداں بروے او | در زیر تیغ یار طپیدن چہ فائدہ

باقر بعشق سنگ دلے بیوفا بیتے
بسمل نمط بخاک طپیدن چہ فائدہ

۵

جاں میبری برقص تو دستے بسر زدہ | دستے دگر بناز وادا در کمر زدہ
لعلِ لب تو خندہ بلعل و گہر زدہ | رخسارۂ تو سکہ بشمس و قمر زدہ
جانا چہ گو نہ بہ شود م زخمہائے دل | ہر لحظہ غمزۂ تو خدنگِ دگر زدہ
یکرہ درآ بجلوہ بہ من کہ گلستاں | لاف از حسن خود گل دعوے ابسر زدہ
کارے نکرد آہ فلک سیر من ہنوز | اے آسماں بگو چہ بلا بر اثر زدہ
بیروں ز جستجو ست نشانِ مقام ما | عنقا در آشیانۂ ما ہم نہ پر زدہ
تاراج کرد مملکت عیش و انبساط | تا لشکرِ غمت بدلم خیمہ بر زدہ
بودم زار جمندی بختِ بلند دوش | پیمانۂ وصال بطرزِ دگر زدہ
لب بر لبش نہادہ و دستے بگردنش | دستِ دگر بطرز عجب در کمر زدہ
دینم ربود حسن خط سبز فام دوست | قسمت نگر مرا رہِ ایماں خضر زدہ

باقر بطرز تازہ بہ من رسید دوش
گیسو بپا فگندہ و داماں بسر زدہ

۶

با صد کرشمہ سوئے رقیباں رسیدۂ | تا من چہ کردم ام کہ تو از من رمیدۂ

جانم ز دست جور تو آمد بلب مگر | خود گو کہ شکوۂ ستم از من شنیدۂ
از بندگی مکن آزادیم پسند | بے زر چرا چو از پے خدمت خریدۂ
داری حصول کام ز دنیا عبث طمع | گاہے گلِ مراد ازیں باغ چیدۂ
زیں پیش داشتی سر مہر و محبتم | اکنوں چہ شد کہ رشتۂ الفت بریدۂ
بردار تا جمال تو بینیم بے حجاب | آں پردۂ کہ بر رخ زیبا کشیدۂ

پے کردہ پائے سیر کنوں خوب کردۂ
باقر کہ پا بدامن عزلت کشیدہ

۷

ایں شکل و ایں شمائل ہرگز کسے ندیدۂ | چوں صورتیکہ داری خالق نہ آفریدۂ
بیتابیِ دل من شب بود چوں بہجرت | سیماب وار یکدم ہرگز نہ آرمیدۂ
رحمے تواں نمودن بر پیر بندۂ خود | در خدمتت رسیدم با قامتِ خمیدہ
از جوشش غصہ و غم خوں شد دلِ فگارم | چوں قطرہائے شبنم از چشم تر چکیدہ
از بزم تو نہ جنبم قتلم اگر نمائی | در محفل تو استم چوں شمع سر بریدہ
رحمے بحال زارم دانی کہ کیستم من | محزون جفا کشیدہ مسکیں ستم رسیدہ
اے نازنیں کرم کن از ناز جلوہ فرما | پائے تو بر سرِ من جا بیت بہر دو دیدۂ
از باد برد قمری رعنائیِ صنوبر | چوں سرو من بگلشن دامن کشاں چمیدہ

باقر مرا ازیں غم تا رِ نفس گسستہ
سر رشتۂ محبت آں بیوفا بریدۂ

۸

در ہجر یار اے دل شیدا چگونۂ | باکاوکاو غصہ شکیبا چگونۂ
اے دل جدا ز عالم بالا چگونۂ | اے آہوے رمیدہ ز صحرا چگونۂ
جا داشتی بہ بزم حریفاں دلا کنوں | در گوشۂ لحد تن تنہا چگونۂ
عرشِ خدا کجا و خیالِ جنا کجا | خود در دلم تو اے غم دنیا چگونۂ
غیرار بدم بگفت بہ پیشِ تو دشمن است | تو گوش بر شکایت اعدا چگونۂ
از ما بریدہ اے بت پیماں شکن بگو | با غیر سر خوشِ مے و صہبا چگونۂ
با ایں ہمہ جمال کہ داری و رنگ و بو | پہلوئے خار اے گل رعنا چگونۂ

فارغ بدی ز کعبہ بہ پیشِ بتاں کنوں
باقرؔ ز عجز ناصیہ فرسا چگونۂ

۹

تا شد لباس خوبی بر قامتت بریدہ | دست جنوں گریباں تا دامنم دریدہ
از سر ز ہوشیاراں شد عقل و ہوش آمہ | مستانہ چوں بر آمد از خانہ می کشیدہ
نشنیدہ چوں تو خوبے گوشِ فلک بعالم | چوں روئے دلفروزت چشم فلک ندیدہ
یوسف بہ پیشِ رویت از حسن چوں نہ ندمم | بیچارہ بندۂ تو بودہ ست زر خریدہ
از طرز عشوۂ تو وز ناز و غمزۂ تو | دلہا بخوں طپیدہ جانہا ز تن رمیدہ
ذوقِ لقائے خوباں شد زہر در مذاقم | تا لذتِ وصالت کامِ دلم چشیدہ
تا رفتۂ تو چوں جان اے جانجان ز پہلو | مسکیں دلم بہ پہلو یکدم نہ آرمیدہ
بگذشت چوں بگلشن آں نونہال گشتند | محوِ نظارۂ او گلہائے نو دمیدہ

تاگشت زیب گلشن آں شوخ گلعذارم — رنگ چمن زگلشن چوں بوے گل پریدہ

حافظ دریں زمیں چوں فرمود فکر باقر
آوردہ ایم ما ہم مضموں چیدہ چیدہ

۱۰ سپردہ ام بتو دل با چنیں جفاے کہ چہ — تو بیوفا شدہ ام با تو آشناے کہ چہ
چگونہ در خوردم صحبتِ تو خرم و خوش — کہ راست باز دلِ من تو کج اداے کہ چہ
شہنشہی ست شہا ظلِ کفش پاۓ توام — من و نشستن در سایۂ ہماے کہ چہ
تو سادہ لوح ندانی کہ ایں سرا فانیست — بخواب عیش نخفتن دریں سراے کہ چہ
ترا کہ شرط اجابت یکے مہیا نیست — کنی دو دست بلند از پۓ دعاے کہ چہ
ترا کہ ہست بریدن ز غیر حق لازم — بہ بستۂ دل خود را بما سواے کہ چہ
ترا چو غیر خدا ہیچ کس غنی نکند — بغیر درگہ او گشتۂ گداے کہ چہ
تو دین و دل برہائی بیک ادا از خلق — بجور خلد بیاشد چنیں اداے کہ چہ
فتادۂ تو عبث غیر بفکر دوا — براۓ درد دل عاشقاں دواے کہ چہ

بہاۓ جلوہ جاناں است دو جہاں باقر
تو میدہی دل و یکجاں برو نماے کہ چہ

۱۱ ہر کس کہ محو آں دہن و آں میاں شدہ — عنقا صفت ز ہر دو جہاں بے نشاں شدہ
راز نہاں کہ بود دراں غنچۂ دہن — مانند رنگ گل ز تبسم عیاں شدہ
در حیرتم کہ نقطۂ موہوم ہندسی — آمد چساں بطرف لبانت دہاں شدہ

زجلوهٔ رخِ تو به گلشن دمید گل | پیدا ز عکس قامت تو ارغوان شده
عشق رخت زچهره عیان شد چو رنگ گل | سوزِ غمت بدل چو سویدا نهان شده
بوده است یک دلے بمن آن نیز با نصیب | رسوائے خلق در غم عشقِ نهان شده
نازم لبش که شد شکرستان تمام نرم | گرم سخن چو آن بتِ شیرین دہان شده
نازم حلاوتِ تو که قنداست آن لبت | میرم لطافتِ تو که جسمِ تو جان شده
ضبطم ز دست شد دم نظارهٔ رخت | مهتاب جلوهٔ تو و صبرم کتان شده
دارم بهجرِ تو رخ زردے و اشک سرخ | جانا بیا به بیں که بهارم خزان شده

دارد بشوق تو نفسِ گرم و آه سرد
هم باقرت ز طائفه عاشقان شده

۱۲
نورِ دو دیده گشت و سرورِ دلم شده | وارد ز دوست نامهٔ مشکیں رقم شده
ایں سبز خط که بر رخ رنگیں شد آشکار | خط عنبر بر ورق گل رقم شده
آں قسمتے که خامهٔ تقدیر زد رقم | دیدم ز سعی عقل که نے بیش و کم شده
موجود راست اول و هم آخرش عدم | موجود از عدم شد و سوئے عدم شده

باقر چکیدهٔ کلکِ تو در جهان
چوں نیشکر بخوبش فرگیها علم شده

۱۳
لذتِ شبهائے وصلت شب چو در یاد آمدن | از تپِ حسرت دلِ زارم بفریاد آمدن
اے دل خود رفته خم کن گردن عجز و نیاز | تیغ در کف بر سرِ وقتِ تو جلاد آمدن

گفتہ بودی باتو باشم لیکن آں پیمان و عہد
ایں قدر بہر چہ جانا سست بنیاد آمدہ

چشم نرگس زلف سنبل چہرہ گل تن یاسمن
قد رعنائے بخوبی طرفہ شمشاد آمدہ

اندریں گلشن نیم چوں گل بقیدِ آب و رنگ
از دو عالم طبع من چوں سرو آزاد آمدہ

دام بر دوشش است می آید بسوئے ایں چمن
نالۂ بلبل مگر در گوشش صیاد آمدہ

رفت مسکیں از سر شوق و نپرسیدش کسے
از سر کوئے تو دل با طبع ناشاد آمدہ

محو حیرت ماندہ ام یارب چہ باشد سرّ ایں
آنکہ در اسلام جنگِ سہ و ہفتاد آمدہ

از جفاہائے تو ظالم میخورم خونِ جگر
از کہ خواہم داد ہر چہ از تو بیداد آمدہ

میکند جولانیش قطعِ لسانِ شاعراں
خامہ در دستم بجائے تیغ فولاد آمدہ

باقرا برخیز و برخواں پیش او ازگفتہ ات
از پے اصلاح روح غالب استاد آمدہ

۱۴

آں سرو ناز کز چمنِ جاں برآمدہ
نخلِ قدم ز گلشن امکاں برآمدہ

روئے خوشِ تو از صدفِ حسن گوہرے
یا تازہ گل ز روضۂ رضواں برآمدہ

مرہم نہ جراحت عشاق خستہ دل
از یک تبسم آں لب خنداں برآمدہ

چوں من ہزار غرقہ کہ از دستگیریت
بر ساحلِ نجات ز طوفاں برآمدہ

در طے ہفت چرخ براق سکروت
غرق عرق ز گرمی جولاں برآمدہ

از بہر حفظ تو بہ نگہباں چہ حاجت است
خالق بہ نفس خود چو نگہباں برآمدہ

کردی بصحن باغ قدم رنجہ چوں بناز
قمری بشاخ سرو غزلخواں برآمدہ

وقتِ ہلاک دشمن یاراں و آل تو | از کردہ ہائے خویش پشیماں برآمدہ
آں سنگدل صنم بت سفاک روزگار | آسودہ کف ز خون شہیداں برآمدہ

جاں دادہ ام بہ نکہت گیسوے آں نگار
باقر ز تربتم گل و ریحاں برآمدہ

۱۵

برہمن از کنشت از صومعہ دیندار بگذشتہ | چو در مستی ازاں سو آں بتِ میخوار بگذشتہ
نظر بر مصحفِ آں روے چوں افتاد زاہد را | ز خلوت شد بروں از جبہ و دستار بگذشتہ
ز فرطِ جوشِ استغنا ز جنت شد بری آنکس | بہ زیرِ قصر او از سایۂ دیوار بگذشتہ
ز پیرِ خانقہ چوں شیخ را فیضے نشد حاصل | بر پیرِ مغان و خانۂ خمار بگذشتہ
تو گوئی وادیِ چیں شد ز بویش کوچہ و برزن | چو با روئے عرقناک از سرِ بازار بگذشتہ
کنوں از مہر سازد از قدومِ خویش ممنونم | بحمد اللہ کہ آں مہ از سرِ انکار بگذشتہ

ز دنیا رفت امشب باقر محروم دیدار
دمے در گریہ شوکان طالبِ دیدار بگذشتہ

۱۶

خلقے بدام زلف گرفتار دیدہ | نازی نہ چوں کہ گرمی بازار دیدہ
از حیرت جمال تو پیش تو ساکتم | گویا گہے مرا لب اظہار دیدہ
گم کردہ ام رہش تو بفرما بدا نیتے | زاہد اگر تو خانۂ خمار دیدہ
ما ئیم در رکاب تو تنہا مرد بسیر | آیا گہے تو کوچہ و بازار دیدہ
جانا چنانکہ طرۂ عنبر فشان تست | مشکِ ختن بطبلۂ عطار دیدہ

نازت بجاست یہ حسنت کہ صد ہزار ہمچوں عزیز مصر خریدار دیدۂ

جانا چگونہ میل بہ باقرؔ بود کہ تو
لطفِ دگر بصحبت اغیار دیدۂ

١٧ افسردہ دل چرا لب حسرت گزیدۂ شاید کہ حال عشق من از کس شنیدۂ

گیرم کہ از ثری تو تا بہ ثریا رسیدۂ اے مرغ عقل تا لب بامش پریدۂ

مانند جاں بکنار م نشین چرا آہو صفت تو از من وحشی رمیدۂ

اے دل شدہ است کام و دہانت شکرفشاں در خواب شب مگر لب جاناں مکیدۂ

اوراق دیں شدہ است پریشاں چو زلف تو تا شانہ را بزلف پریشاں کشیدۂ

شب با رقیب دست و گریباں تو بودۂ جانا چہ شد کہ دامن عصمت دریدۂ

اے وائے ہمچو بسمل سجا نیست حالتت شب تا سحر بیا و کہ اے دل طپیدۂ

ہر نعمتے بکام تو زہر ہلاہل است تا چاشنی عشق تو اے دل چشیدۂ

باقرؔ بہ وصف او نتوانی قلم کشید
چوں حسن صورتِ رخ خوبش ندیدہ

١٨ آمد بسوئے گلشن آں شوخ می کشیدہ پیراہنش بہ مستی مانند گل دریدہ

چوں طائران قدسی در شوق جلوۂ تو عنقائے نالۂ من تا آسماں رسیدہ

سر بر درت نہادم در کوچہ ات فتادم پائے شکستۂ خود از سیر بر کشیدہ

اے کردہ رو بہ بستاں اینجا بیا و بنگر بر تربتِ شہیداں گلہائے تو دمیدہ

می آمدی بسُویم درخانۂ رقیباں
رفتی عنان اشہب از جانبم کشیدہ

صد سیل خوں بریزد موج طراوشِ او
ہر قطرہ ہائے اشکم کز چشم من چکیدہ

اے محو ناز و تمکیں رحمے بحال باقرؔ
کو آمدہ بخدمت با قامتِ خمیدہ

۱۹

ای آنکہ کوے خانۂ دلدار دیدۂ
فردوس زیر سایۂ دیوار دیدۂ

بیتاب میروی زبرِ من بروں ولا
درسینہ ام بگو کہ چہ آزار دیدۂ

مشکے چو زلف یار گہے دیدہ بگو
اے آنکہ چین و تبت و تاتار دیدۂ

بردار میکشید وفا پیشۂ مرا
غوغا شبے کہ بر سر بازار دیدۂ

شرمے مکن کہ محرم رازِ دل توام
دزدیدہ گر بجانب اغیار دیدۂ

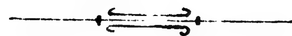
خورسند چوں شوی زمن یا کیاز عشق
لطفے اگر بصحبت اغیار دیدۂ

تسکیں چہ میدہی تو بگو راست اے طبیب
ہیچ از حصول صحتم آثار دیدۂ

بیتاب میرسی صنما سوے من نگر
تاثیر نالہاے شرربار دیدۂ

کردی سبیل آب دم تیغ عاقبت
از بس ہجوم کشتۂ دیدار دیدۂ

باقرؔ بہ بزم او زرقیباں مشوملول
خود در چمن بہ پہلو گل خار دیدۂ



ردیف یا

۱
دلم در علتِ عشقِ تو بیمار است میدانی — بدامِ زلفِ خمارت گرفتار است میدانی
بهر سو میروی سر بر کنند از پی خریداران — ترا هم یوسف آسا گرم بازار است میدانی
ز جورِ یار مینالی چرا عاشق شدی ای دل — که هر شوخ پریزادے دل آزار است میدانی
بفریاد و فغانِ من چه میرنجی که عاشق را — جرس آسا به افغان هر نفس کار است میدانی
شبِ هجر است و من هم چه یم چگویم با تو ای همدم — بروز آوردن این شب چه دشوار است میدانی

نیاری چون بنقد روقیمتِ خود ای سرت گردم
ترا هر کس بنقدِ جان خریدار است میدانی

۲
گل پیرهنا یوسفِ کنعاں که بودی — نورِ نظرِ دیدۂ حیراں که بودی
اے من بفدائے تو بیا جلوه بفرما — آبادکنِ خانۂ ویراں که بودی
اے لعلِ لبت زندگیِ عیسیِ مریم — دردِ توم انگشت تو درماں که بودی
آشفتگی از حالِ تو پیدا بود اے دل — سودازدۂ زلفِ پریشاں که بودی
چوں گل ہمه تن گشتۂ ای دل لبِ خنداں — گلچیں بہارِ چمنستاں که بودی

چوں لالہ وجودت ہمہ داغ است دل زار　　بسملی خور سر پنجۂ مژگاں کہ بودی

دی غارت دل ساختۂ از من و امروز　　ای دشمن دیں پے ایماں کہ بودی

باقر ہمہ چاکست چو گل دامن حیرت
نظارگی چاک گریباں کہ بودی

۳

نہ بخت گرد سر گشتن نہ دستے تا بپا بوسے　　دلے دارم چہ دل از مدعا محروم و مایوسے

مقیم کوچہ ات باشم مراد و مدعا اینست　　نہ شوق جنت رضواں نہ میل باغ فردوسے

ز تقصیر نظر باشد ندیدن آفتابت را　　تو ئی پیدا بہ ہر ذرات چوں شمعے بفانوسے

ز قید کفر و دیں ہر کس بروں آید بگوش او　　نباشد فرق در بانگ تمازو بانگ ناقوسے

چناں در دیدہ و دل جلوہ آرائی کہ غیر از تو　　ندانم ہیچ معقولے نہ بینم ہیچ محسوسے

چکیدہ است از نے کلک باقر ایں چنیں نظمے
نگاریں دلکشے رنگیں برنگ بال طاؤسے

۴

گیسوے تابدار بر رخسار میکشی　　مصحف بحلقۂ سر زنار میکشی

جراح زخمی خط سبز ش بود دلم　　بر زخم من چہ مرہم زنگار میکشی

تسلیم شو کہ لذت راحت چشی ز رنج　　بہر چہ جور چرخ ستمگار میکشی

من خود کیم کہ حلقۂ قدوسیاں ہمہ　　در حلقہ ہاے طرۂ طرار میکشی

بہر طپیدن ای دل شیدا بروں شتاب　　در تنگنائے سینہ چہ آزار میکشی

خود کشتۂ غم توام از بہر من چرا　　ایں لشکر کرشمہ بہ پیکار میکشی

خود شهره است باقرؔ شیدا العشق تو
او را چه موکشاں سر بازار میکشی

۵ دور از شمعِ رخت گل شد چراغِ زندگی | بے تو زہر افشاند در جانم ایاغِ زندگی
وا دریغا شد بہارِ عمر پامالِ خزاں | بر مرادِ دل نہ گل چیدم ز باغِ زندگی
شربتِ مرگ از دمِ تیغِ تو دارم آرزو | نیست چوں شمعِ سحرگاہم دماغِ زندگی
از سرشکِ لالہ گوں پرور نہالِ عشق را | بہ ازیں نخلے نمی باشد بباغِ زندگی

خواستم ریزم مئی عشرت بجامِ آرزو
ناگہاں لبریز شد باقرؔ ایاغِ زندگی

۶ گاہے بسلامے مہ من یاد نکردی | ایں خاطرِ ناشاد مرا شاد نکردی
جانم بفدائے تو کدام است بفرما | جوریکہ بمن اے ستم ایجاد نکردی
یک جلوہ نکردی بدلِ زار و نزارم | ایں منزلِ ویراں شدہ آباد نکردی
یکرہ نکشادی درے از وصل برویم | زیں بندِ غمم ہیچگہ آزاد نکردی
مردم بفراقِ تو بصد حسرت و اندوہ | رحمے بمن اے شوخ پریزاد نکردی
شیریں تو وسرگرمی ہنگامہ بہ پرویز | یکرہ نظرِ لطف بفرہاد نکردی

اے مرغِ چمن در دگرفتار چہ دانی
سیرِ قفس و خانۂ صیاد نکردی

۷ زبس نازک مزاجی مہر ورزیدن نمیدانی | بعاشق جز عتاب و خشم و رنجیدن نمیدانی

سیه مستے چرا از بادهٔ عشقت بود صوفی — چو من خونابهٔ دل را چو نوشیدن نمیدانی

بگاهِ بوسه میرنجی و در آغوش میجوشی — عجب گر زگلستانِ وصلِ گل چیدن نمیدانی

سرا خورشیدِ محشر از گریباں بر مکن هرگز — که پیشِ برقِ آهِ من درخشیدن نمیدانی

خراشِ سینهٔ گل شد فغانِ خارج آهنگت — خموش اے بلبلِ شیدا که نالیدن نمیدانی

گره در ابروان و خنده ها در زیرِ لب پیدا — فدائے سادگیهایت که رنجیدن نمیدانی

بخندیدن درآمد هر لبِ زخمِ دلِ باقر

تو لبها را به بند اے گل که خندیدن نمیدانی

۸

لطفے بمن فدائے تو گاهے نمیکنی — مرهونِ منتم بنگاهے نمیکنی

پیکانِ غمزه ات جگر و دل شگافته — اے ترک شوخ چشم نگاهے نمیکنی

آخر مرا به تیغِ تغافل که کشته است — گر خود تو ئی چنیں که گناهے نمیکنی

با خاک گشته ایم برابر چو نقشِ پا — چشمے چرا به چشم براهے نمیکنی

باقر غلامِ همتِ مردانهٔ توایم

جاں میدهی بسختی و آهے نمیکنی

۹

ادائے دلربائے خوے بیباکانه داری — نگاهِ شوخ و شنگے غمزهٔ ترکانه داری

ترا دیوانه بسیار اند میدانم و لے خود گو — ازیں دیوانگاں چوں من یکے دیوانه داری

نگارِ نکته سنجِ تو سرے دارد به افسانه — بگو اے دل تو هم پیشش اگر افسانه داری

فدائے جلوه ات جانم تو از بزمِ که مے خورده — پریشاں میرسی و لغزشِ مستانه داری

بسوز و ساز پروانہ ہمی خندی نمیدانی — کہ گردِ شمع روئے خود تو ہم پروانہ داری
بہ لیلی قیس مینازد بشیریں کوہکن سازد — تو ہم بر خود بیال ای دل کہ خوش جانانہ داری
درونِ خانۂ اغیار تا کے جلوہ آرائی — پریشاں گردِ من آخر تو ہم کاشانہ داری

متاعِ دین و دنیا باختی در عاشقی باقر
بنام ایزد چہ والا ہمتِ مردانہ داری

۱۰ تو از سینہ ای دل رمیدی چہ کردی — ز چشمانِ پر نم چکیدی چہ کردی
شکستی مگر شانِ تسلیم را دل — تہِ خنجرِ او طپیدی چہ کردی
درونِ دلِ زار و بشکستۂ من — تو اے نشترِ غم خلیدی چہ کردی
نچیدم گلے از گلستانِ حُسنش — اجل بر سرِ من رسیدی چہ کردی
نہ ممکن کہ آئی برُوں از خمارش — می عشق اے دل چشیدی چہ کردی

نداری یکے عاشقے ہمچو باقر
تہِ تیغ جورش کشیدی چہ کردی

۱۱ خورشید رخش ہر چند در پردہ نہانستے — در چشم حقیقت بیں بے پردہ عیانستے
اے زاہد ظاہر بیں مستِ میِ غفلت — پیدا و نہاں ہر جا آنست و ہمانستے
زیں کوچہ برو زاہد ہستی نہ حریفِ آں — آں آبرو و آں مژگاں تیغے و سنانستے
ظاہر بود و مخفی داخل بود و خارج — از کون و مکاں بیروں در کون و مکانستے
درد و غمِ مہجوری گفتن نتواں ہر گز — ایں قصہ برُوں اے دل از شرح و بیانستے

باقر دل محزونم چون گل نه چرا شگفد
مصروف بخندیدن آن غنچه دهانستی

۱۲

کرد ساقی می پرستم یللی | داد جام و کرد مستم یللی
پا ز گردشها شکستم یللی | بر سر کویت نشستم یللی
شد مجاز من حقیقت زانکه کرد | بت پرستی حق پرستم یللی
از سر کونین دست افشان شدم | پیر اصدق داد دستم یللی
از تماشائے حسینان جهان | در بروئے خویش بستم یللی

چون تو اے زاهد نیم تقوی گزین
میکش و شاهد پرستم یللی

۱۳

برون از منزل خود ای مه کامل نمی آئی | بچشم در نمی آئی و هم در دل نمی آئی
همی آئی بر من خشم آلود و عتاب آگین | به پیش من چرا خندان رخ و خوشدل نمی آئی
حریفان بامی و مطرب به شوق مقدمت جمع اند | چرا چون شمع ماه من درین محفل نمی آئی
رسد جان بر لبم در اشتیاقت یا روم از جان | نمی آئی بسر و قتم غرض حاصل نمی آئی
نباشد کار دنیا هیچ جز لهو و لعب دیگر | تو باز از شغل این کردار بیحاصل نمی آئی
نمی آئی اگر بے پرده خود پیش من مجنون | چرا لیلی نمط در پرده محمل نمی آئی
همی آری جواب نامه شوق من اے قاصد | و لے میرم که چون پیک صبا عاجل نمی آئی
بغیر حق بود هر انچه اندیشی همه باطل | تو اے غافل برون زاندیشه باطل نمی آئی

ازیں طوفان موج افزا بروں افتادنت مشکل غریقِ لجۀ الفت لبِ ساحل نمی آئی

اگر شوقِ شہادت دامنِ دل میکشد باقر
چرا از خود بزیرِ خنجرِ قاتل نمی آئی

۱۴

از نور رخت روشن ہر خانہ بفرمائی یک جلوہ بچشمِ ہم اے آنکہ تو ہرجائی

در کلبۀ تاریکم با روئے چو مہ یکرہ باشد کہ قدم رنجہ از ناز بفرمائی

در خانہ ودر صحرا گہ نالد و گہ گرید حالے بعجبے دارد ایں عاشقِ سودائی

باشد کہ دہد بارم در خلوتِ خاصِ خود بر درگہ والایت ایں ناصیہ فرسائی

دور از تو چہ برگویم چون است دلِ زارم نے صبر و شکیبائی نے تاب و توانائی

می ساختم از اول از عشقِ بتاں منعت آخر بکشید اے دل کارِ تو برسوائی

بے پردہ بیا جانا از ناز بہ بالینم کس نیست دگر با من غیر از غمِ تنہائی

میکرد قدم رنجہ ای کاش بکے سویم دارم بزبان ورد ایں ماضیِ تمنائی

بر شمعِ رخت خلقے پروانہ نمط سوزد گر جلوہ کناں ای مہ از خانہ بروں آئی

باشند بسے خوباں در خلقِ جہاں لیکن جانانہ تو بے مثلی در خوبی و رعنائی

ایں عتبہ والایت چوں کعبہ و سنگِ آں ہم بوسہ گہم باشد ہم جائے جبیں سائی

تا بد ز جبینِ تو ہم فرِ سلیمانی باشد بہ سرت زیبا ہم تاجِ شہنشائی

در جوشِ جنوں دارم با پیرہنِ چاکے گہ سیر بیابانہا گہ بادیہ پیمائی

باقر بسرت زیبد بے غائلہ رئیسے

در ملک سخنداری گہر افسر دارائی

گاہے نہ نمودی بمن از ناز نگاہے	از لطف بکن اے بت طناز نگاہے	۱۵
گوئی جگرم سفت و دلم نیز خدنگے	کرد آں مہ من باعجب انداز نگاہے	
یک طرفہ بلاہست نگہدار خدایا	از فتنۂ آں شوخ فسوں ساز نگاہے	
دل می برد از دست و خرد گم کند از سر	از نرگس مست تو بہ ایں ساز نگاہے	
گوئی کہ مگر سرمۂ حیرت بگلو ریخت	از چشم تو ام باختہ آواز نگاہے	

باقر نرود دردِ من از داروئے عیسیٰ

الا کہ کند ماہ من از ناز نگاہے

مرا کوئے صنم جائے تو باشد گلشن ای قمری	مرا بے یار باشد گلشنِ تو گلخن اے قمری	۱۶
بیا اینجا و سروِ قامتِ یارم تماشا کن	عبث بر سرو خود سازی بنیاں شیون اے قمری	
اگر سرو روانم در چمن دامن فشاں آید	تو از سروِ گلستاں بر فشانی دامن اے قمری	
اگر بینی سنانِ غمزۂ موزوں قدمارا	بچشمِ تو شود شاخ صنوبر سوزن اے قمری	
دلے دارم جراحت دیدہ از فرقتِ جاناں	نمک بر سینۂ ریشم مپاش از شیون اے قمری	
بہ خیلِ عاشقانِ خستہ مخصوصی و ممتازی	ازیں طوقے کہ از سروت بود در گردن اے قمری	
طپیم بر خاک و خوں از دوریٔ دلدار خود مارا	مزن آتش بجاں از نالۂ شور افگن اے قمری	
تو بر سروِ سہی نازی و بلبل بر رخِ گلہا	منم بر عارضِ جانانہ محوِ دیدن اے قمری	
خوشا بلبل کہ باشد برگ گل زیبِ گریبانش	ترا خالی بود از غنچہ و گل دامن اے قمری	

عروس غنچه و گلها بگلشن جلوه فرما شد | تو آں با لہجۂ خوش نغمہ سنجیدن اے قمری
بسیر روئے گل بلبل ہمی بیبالد و نازد | ز دست سرو حاصل شد ترا نالیدن اے قمری
بود سرو تو سر سبز و دل بلبل ز دے محزوں | ترا زیبد دریں وقتے بخود نازیدن اے قمری
بہ پیش نالۂ زارم ہمی بندد لب بلبل | تو کے پیشم توانی نالۂ سر کردن اے قمری

دل باقر بفریاد است از پاس ادب امشب
تو از افغاں لب خود را توانی بستن اے قمری

۱۷

قیامت بر سر انگیزد کند صد فکر و تدبیرے | فغان و نالۂ عاشق ندارد ہیچ تاثیرے
حرارت سوخت جان و دل بیا اے تشنہ ام قاتل | چکاں اے من فدایت در گلویم آب شمشیرے
قدت شمشاد و رُویت گل لب لعل تو یاقوتے | تعالی اللہ کشید از خامۂ قدرت چہ تصویرے
بود چشم سخن گویش بصوت حال من گویا | نمیگنجد دریں جا ہیچ تقریرے و تحریرے
غمیں ہر کس رود آنجا ہمیگردد نشاط آگیں | ہمانا کوچۂ او زعفران زار است و کشمیرے
چہ میپرسی ز احوالم کہ چوں ہستی جدا از من | پریشاں خاطرے آشفتۂ محزون دلگیرے
اسیر عشق شد یارب دل خود رفتہ ام ناگہ | بدام افتاد صیادم را ایں طرفہ نخچیرے
دل بیچارہ ام شد مبتلائے عشق ترسائے | بگوئید اے مسلماناں اگر دانید تدبیرے
چناں سویم مژد آں مہ نگاہ آفت جانے | ہمانا بر دلم افتاد زہر آلودہ تیرے
درون سینہ ام جا گیر دو در جائے دل گردد | اگر آں شہسوار من بسویم سر کند تیرے
منور میشود کاشانہ از شمع رخت تنہا | نماند شمع محفل را بہ پیشت ہیچ تنویرے

دلِ شبها ز خود رفتن مسِ دل را طلا سازد — نباشد غیر ازیں بهر هوسهایم اکسیرے

دلِ خود رفتهٔ باقر ز دستِ عشق ویراں شد
نکرد آں بادشاهِ من دریں ویرانه تعمیرے

۱۸

هوشم ربود آں صنمِ جلوه طرازے — جادو روشے ماه وشے مایهٔ نازے

کوتاه کنم دامنِ صحرائے طلب را — گر دست دهد سلسلهٔ زلف درازے

جائیکه تو باشی و منِ خسته جگر هم — سر سبز شود گلشنِ رازے و نیازے

باشد دهنت غنچهٔ گلزارِ معانی — لعلِ تو بود حقهٔ پر از گوهر رازے

جانم بفدائے رهت اے مایهٔ نازم — در پیشِ من آ تا بکنم عرضِ نیازے

تقوی چه بود پیشِ رخِ خوب که محمود — نقدِ دل و دیں باخته در عشقِ ایازے

در عشق دلم آمده بس پخته و پرکار — طے کرده دریں راه نشیبے و فرازے

گشتیم رواں بیخود و سرگشته و حیراں — در منزلِ عشقِ تو نه برگے و نه سازے

ظلمتکده روشن کنم از شعلهٔ آهے — امید که تشریف دهد جلوه طرازے

باقر طربے ساز و به هوش آئے که تا دل
آمد به سرت شاهدِ عاشق نوازے

۱۹

تو زمانه بر مراد و تو فلک بکام داری — که ز سحرِ حسن و خوبی دلِ خلق رام داری

تو بیا بیا بقبرِ ما سرِ من فدائے راهت — که کجا است مسکنِ تو تو بگو چه نام داری

چه خوش آمدی تو قاصد بنشیں و زود برگو — چه ز سوئے دلبرِ من سخن و پیام داری

زکجا بود ز سُوئیت نظرے زلطف بر من　　چو منِ غریب و مسکیں تو بسے غلام داری

منم آں یکے کہ گاہے نکنی بمن نگاہے　　زکرم سُوئے رقیباں نظرِ تمام داری

سخنِ تو آبِ حیواں زلطافت است باقرؔ

چہ لطیف و نغز دلکش روشِ کلام داری

۲۰

کجا بودی تو مہمانِ کہ بودی　　مہِ من شمعِ ایوانِ کہ بودی

تو در بزمِ کہ بودی جلوہ افروز　　بقربانِ تو جانانِ کہ بودی

بہ آغوشِ کہ بودی راحت افزا　　سرورِ سینہ و جانِ کہ بودی

ز دردِ دل مرا جاں است برلب　　مسیحِ من تو درمانِ کہ بودی

کجا از لعلِ لب بودی گہر ریز　　سخن سنج و سخن دانِ کہ بودی

بہ ایں کبر و بہ ایں تمکین و جاہت　　مطیع و زیرِ فرمانِ کہ بودی

ز بے برگی منم پژمردہ دل آہ　　تو برگ و ساز و سامانِ کہ بودی

بہ نعشت باقرؔ اخلقیت گریاں

شہیدِ لعلِ خندانِ کہ بودی

۲۱

نہ نشست آں جواں یکدم بہ آغوشِ منِ پیرے　　رمید از پہلوئے من چوں زآغوشِ کماں تیرے

نگردد رام آں کافر نژادم اے مسلماناں　　خدارا میتواں فرمود بہرم ہیچ تدبیرے

سیہ چشمِ تو صید افگن سیہ زلفِ درازِ تو　　پئے قیدِ دلِ عشاق باشد طرفہ زنجیرے

ازاں یک ذرہ مالیدن مسِ تن را طلا سازد　　برنگِ خاکِ کوئے تو ندیدم ہیچ اکسیرے

به ترکِ عشقِ خوبانم چه میگوئی برو واعظ
که تاثیرے ندارد در دلِ من وعظ و تذکیرے

همان شد آنچه تو کردی همان گردد که تو خواهی
معارض کے تواں گشتن به تقدیرِ تو تدبیرے

نباشد قسمتم وصلش ندارم نامه بر پیکے
میانِ ما و او یارب نه تقریرے نه تحریرے

بخوان علم و جودِ او بهر کلی و هر جزوی
به بیں ترکیبِ صنعِ او بهر تعریف و تنکیرے

ز قربِ جاہلاں باقر حذر کن تا توانی
که قربِ پہلوئے جاہل به پہلو نیزه تیرے

۲۲

چو چشم آگیں شده از پہلوے من دامن فشاں رفتی
زہے با عارضِ چوں گل خدِ چوں ارغواں رفتی

چو آگه گشتی از ذوقِ شبِ وصلت بحمد الله
سحر با خاطرِ خوشنود و طبعِ شادماں رفتی

ز بزمِ می دمِ رخصت شدن از دیگراں خوشدل
چه دیدی از منِ مسکیں که از من سرگراں رفتی

به پایت سر همی سودم همی گشتم تقربانت
چرا از دستِ من اے جاں چنیں دامن کشاں رفتی

نمودی بزمِ عشرت را شکنجِ حلقهٔ ماتم
چرا آزرده دل جانا ز بزمِ میکشاں رفتی

چه رو داد امشب اے قاتل که شمشیرِ دو دم در کف
بقتلِ عاشقِ مسکیں چو مرگِ ناگہاں رفتی

قدت سرو و رخت سوسن پریشاں طرهٔ سنبل
بہار آمد به گلشن چوں تو در فصلِ خزاں رفتی

گزیدی گوشهٔ عزلت بیادِ حق خوشا باقر
بروں ز اندیشهٔ کونین و فکرِ این و آں رفتی

۲۳

دلا بر عارضِ آں گل نظر انداختی رفتی
متاعِ عقل و نقدِ ہوشِ خود را باختی رفتی

سمندِ ناز جولاں کرده چوں برق آمدی ناگه
دیارِ ملکِ دل اے ترک ویراں ساختی رفتی

به مستی آمدی از ناز و محوِ حیرتم کردی
نقاب از چهرهٔ پرنور خود انداختی رفتی

سوارِ بادپا عشاق را به نواختی از لطف
زمن عطفِ عنانِ اشهبِ خود ساختی رفتی

بمیدان آمدی ترکانه شمشیرِ ادا در کف
به اقلیمِ ستمگاری علم افراختی رفتی

بمن ربطِ خلوص از روزگارے داشتی اکنوں
بریدی از من و با مُدعی در ساختی رفتی

ترا ہر روز و شب با غیر باشد گرم جوشیہا
به باقر ساعتے نزدِ محبت باختی رفتی

۲۴
خوشا بختے که غمخوارم تو باشی
رفیق و مونس و یارم تو باشی

دوائے علتِ بیتابیِ دل
چراغ خانهٔ تارم تو باشی

تہی دست از کرم بر سینهٔ من
تسلیِ دلِ زارم تو باشی

نداند ہیچ کس رازِ دلِ من
مگر دانائے اسرارم تو باشی

تو باشی ہم انیسِ خلوتِ من
رفیقِ سیر بازارم تو باشی

کشم کے منتِ خضر و مسیحا
دوائے جانِ بیمارم تو باشی

بگفتا کیستی باقر چه تو
که خواہی محو دیدارم تو باشی

۲۵
بے پردہ جلوہ گر رخ تاباں چه میکنی
یک خلق را چو آئینه حیراں چه میکنی

اکنوں که کرد دردِ دلم کار خود تمام
ناداں طبیب کوششِ درماں چه میکنی

گر مردہ ام به عشقِ تو جانا بمرگِ من
زلفِ سیاہ خویش پریشاں چه میکنی

گر رفت موسمِ گل رعنا صبور باش | ای عندلیب نالہ و افغاں چہ میکنی
گردد ز پردہ جلوۂ حسنِ تو آشکار | روئے پے چو شمع در تہ داماں چہ میکنی
رَو در چمن بسیر منم ہمرکاب تو | تنہا نشستہ بر لبِ ایواں چہ میکنی
از خاطرِ تو شستہ نشد لوث ماسوا | زاہد دروغ دعوی عرفاں چہ میکنی
ہر ہفت کردہ پے تاراج دین و دل | زیں گونہ شیوہ غارت ایماں چہ میکنی

باقر ہوائے آں لب و دنداں مبارکت
بیہودہ خواہشِ در و مرجاں چہ میکنی

۲۶
ساعتِ وعدۂ دیدار شمارم تا کے | حال شوقِ دلِ بیتاب نگارم تا کے
گر شود رنگ رُخ و دیدۂ پُرنم غماز | رازِ عشقِ تو نہاں آہ بدارم تا کے
من بہ سودائے علاج تو طبیبم ای وائے | آہِ سرد و نفسِ گرم برآرم تا کے
جلوہ بنما کہ دلِ زار تسلی گردد | دردِ ہجراں ببرد صبر و قرارم تا کے
ساکنِ کوئے توام شہر تو باشد وطنم | پرسی از خندہ تو از شہر و دیارم تا کے
من بقرباں ادائے تو بفرما از دور | خواہیم گفت بیا عاشق زارم تا کے

من فدائے تو کنی خانۂ ویرانۂ من
رشکِ گلزار توائے باغ و بہارم تا کے

۲۷
دی کہ با تیغ ادا جلوہ کناں میرفتی | بہر عشاق بلا جان جہاں میرفتی
چہ بگویم بچہ عنواں و چساں میرفتی | روئے در پردہ نہاں کردہ عیاں میرفتی

با رخِ رشکِ گل و طرۀ رشکِ سنبل — از پیِ سیرِ چمن سروِ روان میرفتی

باز می خورده به اغیار چه رو داد که دوش — مست از خانه ز رخ پرده کشان میرفتی

پائے رنگیں ز حنا کرده بکفشِ زریں — بهر پامالِ دلِ خسته دلان میرفتی

با کلاه و کمرِ زر و کلاهِ اطلس — غارتِ دین و دل ای دشمنِ جان میرفتی

من شدم صیدِ ادایت تو کجا بهرِ شکار — با قد و ابروے چوں تیر و کمان میرفتی

دست در دستِ رقیباں تو کجا وقتِ سحر — اے بتِ غنچه دهاں موے میاں میرفتی

در تلاشش که چنیں بے سروساماں باقر
با لبِ خشک کجا تشنه دهاں میرفتی

۲۸

اے زاهد خلوت بجز اخبار چه دانی — تو ساده دلی لذتِ دیدار چه دانی

اے بلبلِ دستانزنِ شاخِ شجرِ گل — تو نالۀ مرغانِ گرفتار چه دانی

از خانه بروں آے و ببیں راه کشاده — نادیده تو حالِ پسِ دیوار چه دانی

اے شیخ تو و خلوت و تسبیح و مصلے — تو حاصلِ طوفِ درِ خمار چه دانی

اے مدعی بیهوده مزن لاف و گزافے — آساں نکنی فهم تو دشوار چه دانی

هر قطرۀ اشکے که چکد درِ یتیم است — تو مرتبۀ چشمِ گهربار چه دانی

زاهد ز رهِ کبر زنی طعنه به باقر
کافیست مرا رحمتِ غفار چه دانی

۲۹

بیا حشرے عجب در کوچه و بازار میکردی — سحر با ناز چوں بر بامِ خود رفتار میکردی

ترا جادوگرا نازم که در ساعت مسیحارا ... زسحر نرگس بیمار خود بیمار میکردی
زعکس عارضت میریختی گل در گریبانم ... زنوک غمزهٔ خود در دل من خار میکردی
کنوں از شور و افغانم نترسی پیش ازیں ورنہ ... حذر از ناله و از آه آتشبار میکردی
ز راه خنده گر میکرد با تو وعدهٔ مقدم ... تو زاہد فرش راہش جبه و دستار میکردی
چه خوش بودے که از خون دلم میساختی قشقه ... هم از تار رگ اے ہندو پسر زنار میکردی
حنائی میشده ای کاش از خون دلم دستش ... لباس خود ز اشک سرخ من گلنار میکردی

چه از شان نیازت کم شدے باقر اگر یکره
زمقصد واگہ نازش لب اظہار میکردی

بندهٔ خسته دلے نامه سیاہے عجبے ... آمده پیش تو با حال تباہے عجبے ۳۰
عمر در لہو و لعب باخته بے ہنرے ... موے سفیدے عجبے روے سیاہے عجبے
اشک ریز آمده ام بر در تو ای خواجه معین ... با دل پر غم و با ناله و آہے عجبے
ما ہمه تن گنه و تو ہمه بخشایش و جود ... ما غلامے عجبے خواجه تو شاہے عجبے
ما کجا از در پاک تو توانیم رفتن ... ہست خاک در تو جائے پناہے عجبے
بر سر بندهٔ مسکیں بنہ از لطف قدم ... ہست در خاک طپاں چشم براہے عجبے
بے وضو داده ام ار بوسه بپائے سگ تو ... عفو فرما که شد از بنده گناہے عجبے

باقر بندهٔ تو آمده با عجز و نیاز
بروے از لطف بکن نیم نگاہے عجبے

۳۱
دیدم امروز بتِ فتنہ پناہے عجبے | شاہدے شمع رُخے غیرت ماہے عجبے
داشتہ ہمچو گلے تنگ قبائے گلگوں | کج بطرز عجبے کردہ کلاہے عجبے
علم افراختہ در معرکۂ جور و ستم | بودش از غمزہ و از ناز سپاہے عجبے
رفتم از ہوش و شدم محو تماشائے رخش | کرد در سوئے من از ناز نگاہے عجبے
باشد از نغمۂ جانسوز ہزاران خوشتر | از من خستہ شنو نالہ و آہے عجبے

جلوہ آرا شدہ در خانۂ باقرؔ آں شاہ
با شکوہے عجب و شوکت و جاہے عجبے

۳۲
خوش فصل بہار آمد شد موسم گل ساقی | کن رو بسوئے گلشن با ساغر و مل ساقی
سرخوش چو کنی از مے آید بہ نظر عرشم | تو مرشد کل ساقی ہادی سبل ساقی
با آتش رخسارش دم میزند از گرمی | افسردہ زآب می کن آتش گل ساقی
می ریز کہ می آید در سمع بسے خوشتر | از چار قل و قرآں این دو قل مل ساقی
خوش دجلہ بجوش آمد با چنگ و دف و مطرب | ہنگامۂ می برپا کن بر سر پل ساقی

آں لعل چو گل راشد لب تشنۂ دل باقرؔ
یک جام میش در دہ بانزہت گل ساقی

۳۳
ز تشنگی است بلب جاں بدہ میم ساقی | دو دست بیش تو بندم بپا فتم ساقی
ز بہر می دو سہ جامے دریغ میداری | کنوں زانجمنت پا نمیکشم ساقی
بہ بخشش بادہ کہ بیخودی بخشد | ہمی قدر ز تو خواہم نہ بیش و کم ساقی

به بخشش دو سه جامے تو زنده ام کردی — شدم کمینه غلام تو بیدرم ساقی
به بخشش دو سه رطلِ گران دماغم ده — به بام عرش که چون قدسیان پرم ساقی
کرم نما و زبهرِ خدا مروا ز بزم — روا مدار تو بر جانِ من ستم ساقی

به پیش او ز سرِ صدق عذر کن باقر
بده مئے که بهوش ز جان روم ساقی

۳۴
دیده ام محو جمالِ رخ زیبا نکنی — من ستاده به درت حیف تو در وا نکنی
دلِ پر درد بشوقِ تو بجان آمده حیف — تو مسیحی و علاجِ دلِ شیدا نکنی
عقدهٔ دل بکشاید به یکے خندهٔ تو — غنچه آسا به تبسم لبِ خود وا نکنی
وائے تقدیر که بر شمع عذارت ای شوخ — همچو پروانه بسوزیم تو پروا نکنی
خوش بهار است گل و سنبل و سوسن در جوش — سبزه شد سبز چرا رو بتماشا نکنی
از چه ای من به فدایت بت نصرانی من — از رخت خانهٔ من رشک کلیسا نکنی
خود تو فرما مه من هست همین شرط وفا — من به یادِ تو و تو یاد من اصلا نکنی
دشمن جان بودت نفس لعین کافر — غره بر زهد مشو ناز بتقوے نکنی
اے دلِ خسته بود خلد برین کوچهٔ یار — هم دران کوچه چرا منزل و ماوی نکنی

باقر اینجا همه مست اند حریفان تو چرا
رو سوئے ساقی و در ساغر صهبا نکنی

۳۵
چه خوش آمدی فدایت تو کجا مقام داری — ز کجا رسی بفرما و بگو چه نام داری

سحر رخش چه بینی که بدیده شام داری | چه شمی شمیم زلفش که بسر زکام داری
ززهِ کرم خدایا همه عفو کن گناهم | چه زبندهٔ کمینه سر انتقام داری
بمن غریب مسکین نظرے بهم از کرم کن | تو بسوئے بندهٔ خود نظرِ تمام داری
چه شگفت ماجرائے که منم بجستجویت | به دیار و در پریشان تو بدل مقام داری
بکسے نه لطف و مهرے نه محبتے نه خلقے | نه طریق راه و رسمے نه سرِ سلام داری

دل بیقرار باقر چو حنا نموده پرخوں
چه عجب تو سرو نازم روشِ خرام داری

۳۶ زدیار خویش گفتم که سفر کنی نکردی | برهِ تو بود چشمم که گزر کنی نکردی
تو شدی خراب آخر تو گفته بودم ای دل | ز ادا و ناز خوباں که حذر کنی نکردی
ز رهِ نیاز صد ره بنوای صبا بگفتم | که بروبه او زحالم تو خبر کنی نکردی
چه زنی تو دم زعرفاں بتو بود شیخ لازم | که ریا و سمعه از دل تو بدر کنی نکردی

زکرم نمودی پرسش کو یکے زحال باقر
ز تو داشت آں امیدے که دگر کنی نکردی

۳۷ جمعے به حسن خویش گرفتار میکنی | خلقے بدام زلف گرفتار میکنی
جانا تو با رقیب چه گفتار میکنی | اغیار را چه محرم اسرار میکنی

روحی فداک با همه دعوی پردگی
نظاره ها زرخنهٔ دیوار میکنی

۳۸

نالۂ جانسوزِ من کارے نمودے کاشکے — زنگ کیں از خاطرش یارب زدودے کاشکے

طالعِ خوابیدہ ام بیدار بودے کاشکے — ماہ من یکرہ بہ آغوشم غنودے کاشکے

کوچہ بازار گشتے رشکِ صحرائے ختن — زلفِ مشکینش صبا برہم نمودے کاشکے

می طپیم از دردِ دل شبہا چہا در خاک و خوں — سینہ را بدریدہ دل رامی ربودے کاشکے

خوش علاجے بود بہرِ دردِ سر بر جبہ ام — جائے صندل زلفِ مشکیں را بسودے کاشکے

تیغ در کف آمدے گفتنے کہ ہاں گردن بنہ — ترکِ من زیں گونہ عشقم آزمودے کاشکے

یا رسول اللہؐ چہ دارم تا کنم بر تو نثار — از منِ مسکیں رسد بر تو درودے کاشکے

اشتیاقِ جلوہ ات یا دا بجانم سر بلند — داغِ عشقت در دلم ہر دم فزودے کاشکے

راحتِ جانی دہم نورِ نظر چوں مردمک — جائے تو جانانہ ام در دیدہ بودے کاشکے

کمترین بندگانت ہست باقرؔ یا نبیؐ
بر درِ تو جبہ را در سجدہ سودے کاشکے

۳۹

بندۂ عشقیم روئے ما بود سوئے علیؑ — سجدہ گاہِ ما بود محرابِ ابروئے علیؑ

میکشی ما را سوئے جنت نمیدانی مگر — ما ہمہ ہستیم رضوان ساکنِ کوئے علیؑ

میکنم بر دامنش پیراہنِ یوسف نثار — نکہتِ یوسف چہ سازم یابدم بوئے علیؑ

آتشِ دوزخ چہ سوزد یک سرِ موئے مرا — رشتۂ جانم بود از تارِ گیسوئے علیؑ

فرض شد بعد از نبیؐ بروے درود و ہم سلام — فرض شد ہم بر مسلمان عشقِ بازوئے علیؑ

از علوئے قدر خود شیران رفعت صید را — کمتر از روباہ شمارد ہر سگِ کوئے علیؑ

شربتِ خضری چه سازم یا خدا در کام من | قطرۂ آبے چکاں از جوئے و لجوئے علیؑ
کشف شد سرِ خفیِ مد بسم اللہ تمام | نقش شد تا در دلِ من بیت ابروئے علیؑ
پایگاہِ عشق را در غایت قصوی رساند | عاشقِ روئے نبی شد عاشق روئے علیؑ
من غلامم مرتضیٰ را می نترسم از عدو | پارہ سازد دشمنم را تیغ ابروئے علیؑ

باقر از سیرِ جہاں فرسودہ شد پایم عبث
بعد ازیں دستِ من است و دامن کوئے علیؑ



مخمّسات

خمسہ بر غزل بابا کمال خجندی رحمۃ اللہ علیہ

۱
شدم جدا ز درت ماجرا ہمیں باشد | شدم بروئے تو عاشق خطا ہمیں باشد
سزائے عشق نگر دلربا ہمیں باشد | مرا ز پیش برا ندی جفا ہمیں باشد

نہایتِ ستم ای بیوفا ہمیں باشد

نماندہ است سرِ سیرِ بوستانِ نعیم | نہ شوق تخت سلیماں نہ میل طورِ کلیم
جدا بود ز درت زیستن عذاب الیم | بر آستان تو مردن سعادتیست عظیم

ز بخت خویش توقع مرا ہمیں باشد

برنگ ابر سیہ خوشنما است زلف کژت | پے جنوں زدہ زنجیر پاست زلف کژت
ز بوئے نافہ بسے جانفزا است زلف کژت | گماں برند کہ مشکِ خطا است زلف کژت

تصورِ کژ و فکرِ خطا ہمیں باشد

ز عشق روئے حسیناں ہمیں فشانم ذیل | اگرچہ ہست بعالم ز خوبرو صد خیل
ز بسکہ ذات تو اصل است و دیگراں طفیل | نمیکند دل ما جز بسرو قد تو میل

علوئے ہمتِ مشتِ گدا ہمیں باشد

بگوش جاں بشنیدیم گفتگوئے ترا | بکام دل برساندیم رنگ و بوئے ترا

بیازموده و دانسته ایم خوئے ترا بدانچہ شکر نگفتم وصال روئے ترا
گر انتقام نمائی جزا ہمیں باشد

اگر ز جملہ محبان حضرتِ اوئی اگر تو خود ز مقیمان حضرتِ اوئی
چو باقر ار ز گدایان حضرتِ اوئی کمال اگر ز گدایان حضرتِ اوئی
مقام سلطنت و کبریا ہمیں باشد

خمسہ بر غزل حضرت بابا فغانی رحمۃ اللہ علیہ

۲ رویت کہ ہمچو شمع فروزاں برآمدہ ماہِ عجب ز چاک گریباں برآمدہ
سامان جوشش مستی مستاں برآمدہ نخلِ قدت کہ از چمنِ جاں برآمدہ
شاخِ گلے بصورت انساں برآمدہ

جانم ہلاک شوخی و آں صورت و جمال قربان آں کرشمہ و آں حسن بیمثال
میرم بہ ایں لطافت و خوبی و اعتدال از فرق تا قدم ہمہ جانست آں نہال
گویا ز آب چشمۂ حیواں برآمدہ

یوسف بہ شوق روئے تو با عجز و با نیاز کردہ است سر بپائے وے از بہر امتیاز
آں جائگہ کہ شد ز قدوم تو سرفراز بر ہر زمیں کہ جلوہ کناں رفتۂ بناز
دود از نہاد گبر و مسلماں برآمدہ

سوئے قطار لالہ و صد برگ و یاسمن سوئے شگفتہ سوسن و نسرین و نسترن

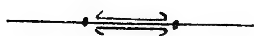
یابی نگہتے کہ ہست پئے نافۂ ختن بہر نظارۂ گل روئے تو در چمن
گل ہر طرف زشاخ درختاں برآمدہ

بر حسن خویش غرہ و با ناز خود بناز یارب کہ باد سلسلۂ زلف او دراز
با روئے ہمچو شعلہ و با چشم نیم باز مست از می شبانہ مہ من ز خواب ناز
با آفتاب دست و گریباں برآمدہ

درد و ور عارضِ تو حسینان نازنیں خطِ غلامیِ تو کشیدند بر جبیں
تقویم کہنہ ساختۂ حسن ہر حسیں اکنوں توئی جمیل جہاں گر چہ پیش ازیں
آوازۂ جمال ز کنعاں برآمدہ

اے خواجہ بندہ پرور و اے شاہ دلنواز بر آستان تست ملک را سرِ نیاز
بر روئے عاصیاں در رحمت نمودہ باز بر کشتگان تیغ تو بگذشتۂ بناز
رُوحی فداک از تن بیجاں برآمدہ

باقر حدیث درد شنو از لبِ قلم با قامتِ خمیدہ و با چشم پُر ز نم
از فرط اضطراب دل و شدتِ الم در ہر چمن کہ خواند فغانی سرودِ غم
افغاں ز بلبلانِ خوش الحاں برآمدہ



رباعیات

رباعی

اے نورِ نگاہِ اہلِ بینش مددے
وے شمع سرائے آفرینش مددے
دارم دلکے اسیرِ زنجیرِ ہوس
اے عقدہ کشائے عقل و دانش مددے

رباعی

اے بارگہت قبلہ گہِ حاجتِ ما
وے سجدۂ خاکِ درِ تو طاعتِ ما
عفو و کرم و عطا عادتِ تو
جرم و گنہ و سہو و خطا عادتِ ما

رباعی

اے رونقِ بزمِ جامِ دنیا از تو
وے روشنیِ دیر و کلیسا از تو
لیلیٰ ز تو جلوہ کردہ در کنجِ خلوت
مجنوں ز تو سر زدست و صحرا از تو

رباعی

یک نظر گر رخِ خوبِ تو ببینم چہ شود
یک گلے از چمنِ حسن بچینم چہ شود
من کز عمرے پئے وصلِ تو شدم سرگرداں
گر بپہلوئے تو یکدم بنشینم چہ شود

قطعات

۱ قطعه در جواب مکتوب دعوت از حضرت شاه غلام مظفر صاحب قدس سرہٗ

باگونه گونه ناز در آمد صبا به باغ — یا شمع در لگن طرف انجمن رسید
بوئے گل است آمده از صحن باغ خلد — یا نکہتے ز جانب دشت ختن رسید
کحل الجواہر است که در دیده جا گرفت — روحے بقالب آمد و جانے به تن رسید
افسون سحر سامری از بهر نسخه — یا حرز بازوئے که ز شیخ زمن رسید
توقیع کامرانی و منشور مدعا — وحی شگرف نو که ز چرخ کہن رسید ۵
اکسیر اضطراب دل و کیمیائے درد — جان داروئے که بهر مریض محن رسید
بر سر فگند سایه همائے خجسته پے — یا ہدہد سبا ز سبا خنده زن رسید
حرفے تواں شنید که تفصیل مجمل است — از سوئے دوست نامهٔ شوقے بمن رسید

کیوان منزلت عطارد مرتبت ملکی ذات قدسی صفات والا گہر خورشید منظر جناب شاه گردوں پائیگاه غلام مظفر صاحب لا زالت شموس انوارکم بازغة علی رؤس الطالبین ۔

سلامیکہ از مجمرہ گردانی خلوص مشام جاں رامعطر و شامہ ناطقہ را از مشک افشانی نیاز معنبر گرداند ہدیہ خدمت حاشیہ نشینان بساط فیض مناطمی نماید۔ ہمایوں نامہ محبت ختامہ درساعت مسعود منت ورود برگردن این سراپا نیاز نہاد۔ خاطر از غایت خرمی ہا برخود ببالید و بخت نارسا بر رسیاہہاے خویش بنازید۔ داعیہ شوق و ابرام آرزوہا دامن دل برکشید کہ ہاں پا از سر و قدم از دیدہ ساختہ گام فرسائے جادہ این انجمن مینو سواد و رہ نورد این مجلس برکت بنیاد می تواں شد۔ خانہ کسلمندی خراب کہ دل خوں گشتہ اشتیاق را رہین این تمنا نکرد و خوے خجالت را از چہرہ بیتابیہا فراچید از غایت سرور وقت برخود خیدن و ہم از دست نارسائی ہائے طالع زار نالیدن۔ مقربان حضرت ارشاد منزلت مخاطب بہ ندائے حیّ علی الخیر و البرکہ فرمودہ اند و بخت نافرجام نحوست انجام پاے نقل و حرکت فرسودہ۔ ناگزیر از نگہت انفاس منبرکہ حاضراں آں سواد از دور بوئے برگرفتم و بیاد سرگرمی شورش آں ہنگامہ ہوئے برکشیدم بالجملہ نافرمانی و ناکامیم غریق لجۂ ملال کردہ است و اسیر سلسلہ انفعال تقصیر غیر مسئول و عذر تقصیر مقبول باد۔ تاریخ یازدہم ربیع الاخری ۱۳۰۱ ہجری۔

۲ قطعہ در تاریخ تصنیف کتاب سروش سخن تصنیف خواجہ فخر الدین حسین صاحب فریاد

بنام ایزد چہ رنگیں داستانے	کہ شد جاری ازو نہر فصاحت
خرامان نوجوانانِ معانی	بباغِ صفحہ اش باصد نزاکت

به گاهِ سیر در چشمِ تماشا | رسد از برق حسنِ او صداقت
نه افسانه فسونِ عشق گر سحر | کند تاراج صبر و هوش و طاقت
رباید دل ز پیر کارانِ پر فن | ز انداز و ادا ناز و اشارت ۵
چکید از نوک کلکِ خواجه ما | که رخشد از رخش نورِ نجابت
شرافت خانه زاد خاندانش | درخشان نیرِ اوجِ سعادت
دبیرے شاعرے رنگین بیانے | طلیقے افصحے جانِ طلاقت
بهر بزمے شود سر گرم تقریر | شود بلبل چو گل محوِ سماعت
بهر علم و فنون علامهٔ دهر | بصرف و نحو و معنی و بلاغت ۱۰
ذکی الفطرتے کاندر مشامش | رسد از بو علی بوئے غباوت
لطیفے بذله گوئے نکته سنجے | چراغِ بزم اربابِ براعت
حسینے مه رخے نازک ادائے | فروغِ عارضِ لطف و محبت
چه دارد لذتے شیریں کلامش | که در لب چسپد از جوشِ حلاوت ۱۵
پے تفتیش تاریخ سرانجام | چو بردم سر فرو در جیبِ فکرت
بغورش بوده ام حیراں که هاتف | بگوشم داد امید از روئے بهجت

چه رنگیں مصرعه موزون و دلکش
"زهے سرچشمهٔ حسن و لطافت"
۱۲۷۶ هجری

۳ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب دستور البنا تصنیف مولوی فرید الدین صاحب

تصنیف چو گشت این کتاب دلخواه | شد خامهٔ ما گرم گہر افشانی
یعنی سپے اختتام تاریخ نوشت | دستور بنائے بیت و ایوان دانی

۱۲۸۴ ھج

۴ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب نجم ثاقب تالیف منشی نجم الدین صاحب

چو آں روشن دلے والا جنابے عارفِ کامل | کہ مشہورِ جہاں در علم و زہد و پارسائی شد
چگویم از علوِ رتبهٔ ذات و صفاتِ او | براہِ معرفت مخصوص بہرِ پیشوائی شد
بنام ایزدچو نامِ خویش نجم ملت و دین است | شکستِ رنگِ دین راہمتِ او مومیائی شد
حریمش بسکہ آمد کعبهٔ اہلِ دل و ایماں | بکویش یکجہاں ز اخلاص گرم جبہ سائی شد
۵ ز بس اوجِ کمالِ او شد از ادراک بالاتر | عروجِ فکر اینجا مایهٔ حیرت فزائی شد
ز جوشِ بخشش و احسان و انعامِ عمیم او | درِ او عالمے را قبلهٔ حاجت روائی شد
بہ تحریرِ جوابِ اعتراضِ فیلسوف آنہ | موفق از رہِ صدق از جنابِ کبریائی شد
تعالی اللہ چہ رنگین نسخهٔ بنوشت کلکِ او | کہ از فیضِ سوادش صفحهٔ کاغذ ختائی شد
ز شوخی حرف حرفِ او بود معشوقِ طنازے | کہ در بزمِ تماشا بر سر برقع کشائی شد
۱۰ بجنبِ جنسِ تحقیقش خرد کیشانِ عالم را | ببازارِ بیاں کاسد متاعِ خود نمائی شد

نمودم فکر تاریخش سروش آمد بگوشِ من

طلوعِ شمس ہیں کانجا باوجِ رہنمائی شد

۱۲۸۴ ھج

۵ قطعۂ تاریخ انطباع کتاب دیگر تصنیفِ منشی نجم الدین صاحب

بحمد اللہ کہ شد این نسخہ مطبوع — کہ باشد جملہ احکامِ شریعت

بیانِ رتبۂ شاہِ شہان است — کند روشن دل از نورِ محبت

طریقِ اہلِ حق را رہنمون است — بود دستور بہر اہلِ سنت

مصنف را جزائے خیر بادا — کہ خوش ملزم رقم فرمود حجت

بہ تنبیہِ مخالف کشف حق کرد — کہ دیں راگفت پیغمبر نصیحت ۵

دلائل از کتاب و سنت آورد — زہے دینداری و حسنِ عقیدت

خرد گفتا پئے تاریخ اتمام

چہ زیبا کاشفِ رمزِ حقیقت

۱۲۸۹ ھج

۶ مصرعۂ تاریخ دیگر برائے ایضاً

عجب گنجینۂ فیضِ معانی ہے

۱۲۸۹ ھج

۷ قطعۂ تاریخ تصنیف کتاب عمدۃ المقال فی تحقیق الحال والقال تصنیف مولوی حاجی شاہ اقبال علی صاحب حسب فرمائش بہاساکن تیا

عابد و زاہد تصوف کیش — فاضلِ دہر مولوی اقبال

معدنِ علم و مجمعِ خوبی — صاحبِ عز و مجد و جاہ و جلال

ظاہرش مظہرِ جمال خدا　　باطنش مایۂ صفات کمال
خاطرش آفتاب علم و یقیں　　پیکرش آیۂ جلال و جمال
واقفِ راز و شاہدِ اسرار　　محرمِ گوشۂ حریم وصال ۵
روشن از نور معرفت دل او　　وز تجلّیِ ذات مالامال
طرزِ گفتار او بود اعجاز　　روشِ کلک اوست سحر حلال
باشد از غایتِ صفائی ہا　　سخنِ آبدار او چو زلال
بہر تصنیف ایں کتاب لطیف　　شد موفق ز ایزد متعال
وہ چہ نسخۂ کہ ہر سطرش　　باشد از بوستان علم نہال ۱۰
معنیِ نازکش ز پردۂ لفظ　　جلوہ گر چوں مخدرات جمال
بسکہ آورد حجتِ محکم　　منکراں را بہ بست لب ز سوال
دعویِ ہمچو نغز تقریرے　　ہاں گزاف است و ادعائے محال
ایں چنیں گفتن است در سُفتن　　حبذا گفتگوئے و طرز مقال
ایں حدیثِ خوش و لطافت باز　　بطریقِ صواب باشد دال ۱۵
معنیِ حالت و حقیقت آں　　شرح کم دادہ کس بدیں منوال

چوں دلم خواست سال تاریخش
گفت ہاتف ـ "ضروری الاحوال"
۱۲۹۳ ہج

۸ "تقریظ بر کتاب مولوی عبدالرحمن صاحب ناصری گنجی مع تاریخ طبع"

تعالی اللہ زہے رنگیں کتابے | کتابے نغز یاد آرخوش آبے
زمضمون لطیفے درج گوہر | ز رنگینی بود یا قوت احمر
عبارا تش متاعِ خوش بیانی | زلالے بلکہ آبِ زندگانی
مجلّا تر ز آبِ فضہ و زر | مدلل چوں کتابِ شیخ اکبر
صفائے لفظ او چوں عارضِ حور | فروغِ معنیش چوں جلوۂ طور
بنام ایزد چہ تقریر مدلّل | برنگِ زلف محبوبان مسلسل
زگوناں گوں علومِ نغز مشحوں | نماندہ خصم را تابِ چہ وچوں
حفیظ الدیں لقب جبرے بنیلے | براہِ معرفت روشن دلیلے
کتابے کرد در توحید انشا | بدعوی شد سرِ میدان صف آرا
مجیبِ لوذعی روشن رقم ساخت | بہ نقض ہر براہینش برداخت
بزنجیرِ جواب بختہ بستہ | حریفِ خام را پائے شکستہ
کنوں نے خصم را تابِ جواب است | نہ ساکت شد تواں دربیچ وتاب است
بنائے قصر او از پا درافتاد | مگر بودہ است از بس سست بنیاد
خزاں آمد بہ آب و رنگ باغش | بروں شد نشۂ علم از دماغش
چنیں توحید ہر ذی علم و عامی | نہ فہمد غیر از رومی و جامی

بود موقوف بر برهان عقلی — به ترتیب دلائل‌های نقلی

چنین تکلیف بس مالایطاق است — چسان زین کشمکش یارب توان رست

تکلم کرد شارع زین نمط چون — ز قدر فهم و عقلِ ناس بیرون

علومِ رسمی و نحو و بلاغت — نباشد هر کسی را رسم و عادت

کنون ایمان محال است این دلیل است — که موقوف آمده بر مستحیل است

نمی‌گویم که توحیدِ وجودی — نباشد حق بجز علمِ شهودی

مگر هان هم شهود است عین ایمان — نباشد غیر گفتن کفر و طغیان

تغایر مذهبِ اهلِ کلام است — خلافی هیچ نی در این کلام است

هر آنکو سالکِ این راه گشته است — مخالف را کسی گمره نگفته است

حق است این علم لیک از سانحات است — شعارِ اهلِ کشف و واردات است

درین ره رفته‌اند اهلِ حقایق — بگفتند این نمط در دقایق

بیان این مسئله کردند اعلام — حقیقت پیشگان وحدت سرانجام

ثبوتِ مدعا از کشف سازند — نه بر برهان ظاهر جان ببازند

شعارِ حضرتِ صوفی چنانست — همین سان شیوهٔ اشراقیانست

نباید راست این وحدت ز تقلید — به اثباتِ براهین و به تمهید

شود حق جلوه‌گر در حجلهٔ دل — نماید قلب را چون عرش منزل

نه بیند غیر حق عارف در آن دم — چو ریزد بر دل آید بر زبان هم

بگوید اندران ساعت ہمہ اوست | نہ بیند غیر چوں گوید ہمہ زوست
ہمہ نقش دوی از دل بشوید | بگوید ہر چہ گوید حق بگوید
نداند نکتۂ ایں غیر عارف | چہ داند رمز ایں اہلِ زخارف
نہ کارِ سفلہ و ہر سوقیان است | زجہل و احمقی زینسان نشان است
بفرمودہ است صوفی عبد رحماں | بہ مطویِ کلام خود ہمیں ساں
چنیں نقلِ بلا ذکرار تحال است | سراسر سرقہ ہست و ابتذال است
جنابِ پاک قاضی فضل رحماں | ہمہ اغلاق صوفی کرد آساں
سلام از ما رسد بر روح پاکش | ببارد آب رحمت حق بخاکش
کلیل آمد از و عینِ مصنف | نگردش فہم طبعِ ایں مؤلف
اگر باشد مؤلف مرد میداں | بہ تردیدش بگردد دامن افشاں
چو شد مطبوع ایں دلکش کتابے | رسید از غیب کلکم را خطابے
کہ ہاں بنویس سال انطباعش | برافگن پردہ از روئے خفایش
رقم زد خامہ ام از روئے اظہار | برآورد از صدف ایں دُرِ شہوار

بہ نقشِ کلکِ خود بنگر بہ تدقیق
بخواں باقر "عجب تدقیق و تحقیق"
۱۳۱۳ھ



۹ تاریخ دیگر

چو این نسخہ مطبوع شد خاطرِ من ۔ بہ تفتیش تاریخ او کرد میلے

بپرسیدم از ہاتفِ غیب سالش

بگفتا ”بہ بینی لطیفست خیلے“

۱۳۱۳ھ

۱۰ ”تقریظ بر دیوان حضرت حسن نوشہ توحید قدس سرّہٗ کہ جناب حضرت شاہ امین احمد صاحب مدظلہ قصد طبع آن دارند“

حمد خدا وند جہاں آفریں ۔ صورت پیدا و نہاں آفریں

ذرّۂ عالم متلوّن از وست ۔ صورت اشیا متلوّن از وست

گوہر دلہا صدفِ راز کرد ۔ معرفتِ خویش در و ساز کرد

خلق ہمہ ساجد و مسجود او ۔ خلق ہمہ فانی و موجود او

۵ عالم امکاں ہمہ موجود از وست ۔ ز وست مگو بلکہ ہمہ عین اوست

پردہ برخ در تتقِ غیب اوست ۔ بیں کہ عیاں ہم ہمہ لاریب اوست

جز رخ او در حرم و دیر نیست ۔ جلوہ بہر جاست از و غیر نیست

خلق ہمہ صید نمک سود او ۔ زلہ برِ مائدۂ جود او

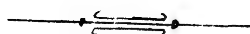
از ہمہ خلقے شرف و اجتبا ۔ ساختہ مخصوص پے انبیا

۱۰ وز ہمہ خاصاں شرف و برتری ۔ داد بہ آں خاتم پیغمبری

گر نہ بدے ذات وے اندر میاں | کے شدے پیدا اثر دو جہاں
نام خدا شان خدا شان اوست | عرش یکے زینہ ز ایوان اوست
ہر دو جہاں مشتری ناز او | شیفتہ شیوۂ انداز او
بخشش و جود و کرم او نعیم | قہر و عتاب و غضب او جحیم
خیل ملک حاجب دیوان او | جلوۂ حق شمع شبستان او ۱۵
سجدہ بر بارگہش ہر نبی | زلہ بر مایدہ اش ہر ولی
ہر چہ بفرمود ہمہ حق بود | صورت او آئینۂ حق بود
صدمہ ز اعدا چہ کشد جان او | خود چو خدا بود نگہبان او
شد چو بہ او رسم رسالت تمام | یافت بر و نعمت حق اختتام
فیض خود ش ریخت بقلب علیؑ | فیض علی انور دل ہر ولی ۲۰
دولت ایں فیض علیؑ اولیا | رشک دہ طائفۂ انبیا
زاں ہمہ خاصان خدائے کریم | در حرم خاص ولایت مقیم
نوشۂ توحید جناب حسنؓ | غوث زماں مرشد ہر مرد و زن
قدوۂ دیں زبدۂ اہل صفا | واصل حق پیشرو اولیا
واقف سرّ حرم کبریا | ہمدم و ہمراز رسول خدا ۲۵
عالمیاں را ز رہ عاطفت | کرد بہ رخ باز در معرفت
سحر حلال آمدہ گفتار او | معجزۂ روح قدس یار او

معنی قرآں ہمہ دیوان او | آیۂ عرفان خط عنوان او
جامع ہر فضل جناب امیں | آنکہ بود منبع علم و یقیں
۳۰ زینت سجادۂ حضرت شرفؒ | روح شرف راست بہ سویش شغف
خلق خوشش مظہر خلق عظیم | مالک دلہا است ز لطف عمیم
جامع علم آمدہ از عقل و نقل | صاحب تحقیق بہر فرع و اصل
عالم علام زماں بے بدیل | فاضل فرزانہ و حبر نبیل
مہدی و ہادی رہ سالکاں | شیخ زماں قطب جہاں بیگماں
۳۵ رو بہ سخن کرد چو طبعش ز شوق | در سخن از نکتہ وراں برد فوق
گشت نہاں نام ظہوری ازو | کردہ بہ رخ پردۂ دوری ازو
نام خدا سعدی ثانی است او | رشک نظیری و فغانی است او
خواست کند طبع مر ایں نسخہ را | تا بکشد پردہ ز روئے خفا
کار عجب ہمت والائے او | کرد ز ہے روشنی رائے او
۴۰ طبع بفرمود ز فضل جلیل | نسخۂ خوش بہر شفائے علیل

باد رواں چشمۂ احسان او
موج فزا دجلۂ فیضان او



۱۱ "رقعهٔ منظوم بتقریب نوید ختنه"

حمد خداوندِ جہاں آفریں | نطق و بیانہا بزباں آفریں
راست کنِ نسخهٔ ایجاد خلق | راست بسوئیش بود اسناد خلق
ہست ازو مفرد و ترکیب را | دست بدوشش رقمِ مُدّعا
معنی الفاظ فصاحت قریں | گشت ازو لیلی محمل نشیں
روئے سمن راست صفائی ازو | پنجهٔ مرجانست حنائی ازو
آتشِ گلہائے چمن برفروخت | مایۂ صبر دل بلبل بسوخت
تاب دہِ کاکل سنبل بباغ | سازکنِ نکہت گل با دماغ
بلبل ازو گشت سبق خوان عشق | قمری ازو طفل دبستان عشق
جلوهٔ حسن و رخ زیبا ازو | دست و بغل صورت و معنی ازو
ناطقه را فکر معانی ازو | خازن اسرار نہانی ازو
جلوه دہِ کوکبهٔ مرسلاں | سلسله بندِ صف پیغمبراں
از ہمه مخلوق بہر دو سرا | خاص کنِ طائفهٔ انبیا
وز ہمه خاصان شرف و سروری | داد به آں خاتمِ پیغمبری
احمدؐ مرسل که خدائے کریم | گشت ثنا خوانِ تش بخلقِ عظیم
ہر دو جہاں گرم نیازِ وسیت | حور و ملک بندهٔ نازِ وسیت

(Line numbers in margin: ۵, ۱۰, ۱۵)

جانِ عجم روحِ روانِ عرب — مخزنِ علم آمد و امی لقب
جلوه دهِ صورتِ حسنِ نخست — زو شده طغرائے رسالت درست
رُوحِ رواں محوِ فروغِ رُخش — خرمنِ دل سوختۂ شعلہ اش
نے مہِ من آمدہ شکلِ عرب — بود مگر جلوہ کناں عینِ رب
۲۰ مجمعِ اسرارِ حدوث و قدم — باعثِ ایجاد و وجود از عدم
غیرتِ عرش آمدہ ایوانِ او — شانِ خدا جلوہ گر از شانِ او
خاکِ رہش سُرمۂ چشمِ ملک — کوشکِ او پشت و پناہِ فلک
مُلک و مَلک زلہ برِ خوانِ او — جن و بشر بندۂ احسانِ او
گردِ سرش گرد بصد جان خلیلؑ — مروحہ جنبانِ رخش جبرئیلؑ
۲۵ معجزہ آموزِ کلیمؑ و مسیحؑ — معجزہ آور ز کلامِ فصیح
انچہ نہ پا کردہ بمکتب گہے — بردہ سبق در ہمہ از ہر کسے
بادز ما ہدیہ درود و سلام — بر وے و بر آل کرامش مدام
بعد چنیں عرضہ دہم با نیاز — تا دہدم رو شرف و امتیاز
خدمتِ اخوان و عزیزاں ہمہ — خدمتِ احباب و محبّاں ہمہ
۳۰ کز سرِ لطف و کرمِ ذوالجلال — پانزدہ و شانزدہ از شہرِ حال
سایہ بہ بندم ز رہ رسم و راز — باز رسانم بہ بزرگاں نیاز
ہفدہم مکتبِ لختِ جگر — روحِ رواں مایۂ نورِ نظر

نامِ خدا احمدؐ سجاد نام | طفلک والا گہر عالیمقام
مایۂ عیش و طرب و انبساط | با ہمہ شادی و خوشی و نشاط
با ہمہ ترتیب و ہمہ انتظام | مجمع احباب بیا بدنظام ۳۵
چشم ز الطاف و عنایات شیاں | داشتہ ام از سرِ منت چناں
کہ ہمہ تاریخ قدوم آورند | ما حضر از لطف تناول کنند

ملتمسم گر بہ اجابت رسد
منت و احساں بدل و جاں شود

قطعہ ۱۳

"ابیاتے چند در تہنیت مجلس میلاد شریف کہ در چشم مولوی محمد شاہ صاحب منعقد کردہ بود"

مجلس مولود مبارک بتو | محفل مسعود مبارک بتو
بذل و عطایا بتو میمون بود | ایں کرم و جود مبارک بتو
حشمت و اقبال تو در اوج باد | دولت و بہبود مبارک بتو
بزم پر از نغمۂ چنگ و رباب | زمزمۂ عود مبارک بتو
مایۂ پر عیش نشاطت بدست | گوہر مقصود مبارک بتو
دست خلایق بدعایت دراز | خاطر خوشنود مبارک بتو

حب نبیؐ روز فزوں شد ترا
سیرت محمود مبارک بتو

قطعہ

۱۳

"این قطعہ بجواب رباعی حضرت غالب کہ شعر ثانیش این است نوشتہ شد

زاجماع چہ گوئی بہ علیؑ باز گراے	مہ جانے نشیں مہر باشد نہ نجوم

دریں شعر اظہار تشیع خود نمودہ اند و انکار اجماع نمودہ حالانکہ اجماع از اصول دین است"

اصحاب نجوم اند نہ ہرگز بر کس	اطلاق مہ آمدہ بہ حدیث نبویؐ

مہ نیر بود بجیز از جملہ نجوم	این امر بدیہی است بدانند صبی

زاجماع چو منکر تو شدی ای ناداں	حاصل چہ ز گرویدن تنہا بعلیؑ

۱۴ "قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند بخانہ میاں عبد العزیز در ہجری"

للہ الحمد کایزد متعال	عشرت تازۂ بما بخشید

از کمال کرم عطا کردہ	مایۂ زندگانی جاوید

یعنی عبد العزیز را از لطف	دادہ فرزند ارجمند سعید

احسن اللہ زجلوۂ رویش	محو صورت بماند ہر کہ بدید

ہر طرف غلغل مبارکباد	از زمین خاست و بر فلک پیچید

از کمال نشاط و جوش طرب	میکند رقص بر فلک ناہید

در پئے فکر سال میلادش	دل خورم چو سر بجیب کشید

از کمال سرور کردہ غلط	عدد سال را دم تسوید

بہجر از فزونیِ عددے
گفت ناگہ "زہے چراغ امید"

ہجری ۱۲۸۰ = ۱ - ۱۲۸۱

۱۵ ایضاً در فصلی فرماید

چوں بعید العزیز فرزندے — حق عطا کرد از کمال کرم
گشتہ وا غنچۂ دلِ عشاق — دل ہر دوستاں شدہ خرم
عشرت و بہجت و نشاط و سرور — چوں عناصر بدل شدند بہم
دادہ در شادیانہ جد و پدر — زر و سیم و جواہر و درہم
خلعت خز و اطلس و دیبا — اشتر و فیل و اسپ دادہ ہم
خواست فکرِ رسا چو تاریخش — بر سرِ آسماں نہادہ قدم

بہر اظہار سال فصلی او
بانگ برداشت "نیرِ اعظم"

۱۲۷۱ فصلی

۱۶ ایضاً "تاریخ مسیحی" فرماید

ثمرِ بیش رس و گلشن اقبال بود

۱۸۶۴ء

۱۷ "قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند نجانہ محمد تقی سلمہ"

صد شکر کہ از کمال فضلِ فضال — آمد بوجود طفل فرخندہ خصال

بردار تخلص و بخوان تاریخش

خورشید دمیده باقر از اوج کمال

۱۲۹۲ھ

۱۸ "قطعۂ تاریخ ولادت فرزندِ نجابانہ میاں واحد کریم ڈیانواں"

مطربِ خوش ترانہ ام شب　　ساز عیش و طرب بساز و بیا
غلغلِ دف تو ان بچرخ رساند　　نغمۂ نے ز عرش کن بالا
خوش درآور رہِ حجاز و عراق　　در صفاہاں بدہ بہ نغمہ صدا
جوش مستی زن و بخواں از ناز　　بے حجابانہ شو برقص درآ
کن سرودے بلحنِ داودی　　اندریں بزم شادمانیِ ما　　۵
وہ چہ بزمے کہ رشکِ فردوس است　　از پری طلعتاں مہ سیما
شیشہ و ساغر است و بادۂ ناب　　ساقیِ گلعذار مہر لقا
ہاں چہ شادی کہ شادیٔ مثلش　　روئے ننمودہ است در دُنیا
شیخ واحد کریم را یعنی　　پسرے کرد حق ز لطف عطا
وہ چہ طفلے بود پری طلعت　　دو جہاں باشد بجمالش شیدا　　۱۰
غیرتِ مہر و رشکِ ماہ منیر　　مطلعِ آفتابِ عزّ و علا
سرو دلجوئے گلشنِ دولت　　بحر اقبال را دُرِ یکتا
حبذا لطفِ کردگارِ جہاں　　حبذا فضلِ بے شمار خدا

حق تعالیٰ سلامتش دارد | از سر لطف تا بروز جزا
کرد باقرؔ چو فکر تاریخش | دل شیدائے حسن معنی ما ۱۵

قلم ما نوشت بے کم و کاست
"شمع کاشانۂ تمنا ہا"

۱۲۸۴ ہجری

۱۹ "قطعہ تاریخ فرزند ارجمند دوم نجانہ عطا حسین سلمہ
که بتاریخ ۳۰ ربیع الاول در دریا پور تولد شد"

شکر خلاقِ جہاں کز فضل و جودش در وجود | طفلے مبارک طالعے نیکو سر انجام آمدہ
یعنی ز افضالِ خدا طفلے عطا را شد عطا | فرزند دلبندِ دوم کو خوش دلارام آمدہ

چوں شد تولد آں پسر از جوش شادی و طرب
گفتم پے تاریخ او "فرخندہ فرجام آمدہ"
۱۳ ۱۳ ہجری

۲۰ "قطعہ تاریخ وفات حضرت شاہ غلام حسن بنتھوی عرف کالے میاں"

چو آں سر کردۂ صاحبدلاں و مقتدائے دیں | کہ نام او حسن در انس و جاں ورد زبانی شد
ز قلب صافی او حرف مدحت را چه بر خوانم | تعالی اللہ جنید وقت و شبلیِ زمانی شد
کمیت طبع در میدان معنی کرد چوں جولاں | بعہد خویشتن گویا نظیری و فغانی شد

بگفتا خیر باد این جہانِ بے نشاں یعنی — ازیں دنیائے فانی در سرائے جاودانی شد

زبہر سال تاریخ وفاتش ہاتفِ غیبی
ہمیں گفتا "کجا اے وائے خلاقِ معانی شد"
۱۲۵۸ ہجری

۲۱ "قطعۂ تاریخ در وفات مولوی گوہر علی نور اللہ مرقدہٗ"

عالمے خستہ و پریشاں شد — رفت گوہر علی چو از دنیا
حرفے از دفتر کمالاتش — بر زباں آورد کرا یارا
وصف خلقش حدِ بشر نبود — چہ کند کس صفات او انشا
مثل او در جہاں ندیدہ فلک — بود در جملہ وصف بے ہمتا
ماہرِ جملۂ علوم و فنون — عالم دہر و فاضلِ غرا
کوہ تمکین و آسماں وقار — سکہ آرائے نقد مجد و علا
فیض طبعش رواں چو ابر مطیر — بذل و جودش چو بخشش دریا
لطف عامش بخاص و عام تمام — با میر و فقیر و شاہ و گدا
چہ سرایم بمدح او حرفے — بد چو نامِ خودش دریکتا
شد جہاں از وفات او تاریک — آنچناں کز غروب مہر سما
نہ ہمیں سینۂ زمیں شق شد — ماتمی شد لباس گردوں را
با ہزاراں غم و ملال و الم — دست ہاتف بسر زد و گفتا

بہر تاریخ در سنۂ ہجری

"زیں جہاں رفت آں ابو الفقرا"

۱۲۷۸ ہجری

باز نحتے ز دل برید و بگفت   تا شود سال فصلیش پیدا

مصرعۂ با دلِ ملول و حزیں

"رشک حاتم بمرد و اویلا"

۱۲۶۹ فصلی

۲۲ "قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولانا و مقتدانا مولوی سید محمد مہدی حسن قدس سرہٗ"

چہ جانگداز خدایا مصیبتے رو داد   کہ گشت خاطر ہر کس ازاں ملول و حزیں

ہمیں نہ در دل انساں خلید نشتر غم   کہ گشت خون جگر قدسیان عرش نشیں

جناب قبلۂ آفاق مولوی مہدی   کہ ملک علم و عمل داشتہ است زیر نگیں

بعزم سیر خیابان گلشن فردوس   پرید طایر روحش باوج علیین

بپاکی و بطہارت بجاہ و عزت شد   ببارگاہ خداوند ذوالجلال قریں

شدہ است خلق سیہ جامہ از پے ماتم   برنگ کاکل جادو وشاں زہرہ جبیں

من و خدا کہ عجب شمع علم شد خاموش   کہ سوخت آتش ایں غم دل زمان و زمیں

ہمیں نہ در فن معقول بود شیخ زمن   کہ بودہ است بمنقول فخر دین متیں

بفکرِ سالِ وصالش چو سر فرو بردم — نشستہ با جگرِ خستہ و دلِ غمگیں

رسید از لبِ ہاتف بگوشم ایں مصرع

"چہ مہرِ علمِ الٰہی نہفت زیرِ زمیں"

۱۲۹۳ ہجری

۲۳ "قطعۂ تاریخ انتقال داور حسین مرحوم ساکن شاہو بیگہ"

داورِ نیک ذات پاک نہاد — دررِدائے عدم چو رخ بنہفت

دلِ خوں گشتۂ محبّاں را — نشترِ غصّہ و الم برسُفت

ہاتفِ غیب سالِ تاریخش — باہمہ محنت و محن چوں جست

خراشیدہ ریش را خراشیدہ

دخل الجنتہ النعیم بگفت

۱۳۰۹ = ۱۰ - ۳۱۹ -

۲۴ "قطعۂ تاریخ وفات شاہ ارشد علی بنیھوی"

چو رفت ارشد علی از دارِ دنیا — سرشک از دیدہ خون از دل بجوشید

زماں سرگرم فریاد و فغاں شد — ز آہ و نالہا دِلہا خروشید

خوشا شیخِ زمان و صوفیِ وقت — کہ غیر از ذکرِ حقش لب خموشید

بہ تسبیح و بہ تہلیل و بہ تذکیر — بہ تحصیلِ رضائے حق بکوشید

ازیں دارِ فنا چوں کرد رحلت — صدائے مغفرت از حق نیوشید

شراب صافیِ مشکیں ختامے	زدست ساقیِ کوثر بنوشید

سروش آمد پے سالِ وصالش
"ردائے رحمت سبحاں بپوشید"

۱۳۰۸ ہجری

۲۵ قطعہ در تاریخ رحلت دختر زادۂ خود محمود بختیار فرماید

چو محمود ... از دار دنیا	رسائی بملکِ عدم یافتہ
چگویم چہا زیں مصیبت چہا	دلِ دردمنداں الم یافتہ
زجور و ستمہائے سنگیں دلاں	وجودش لباسِ عدم یافتہ
پے کشتنِ او بہ بیماریش	دوا در ہلاہل بہم یافتہ
بایں خرد سالی و طفلی مقام	ز دنیا بہ باغِ ارم یافتہ
دلِ ہاتفِ غیب زیں ماجرا	بسے درد و اندوہ و غم یافتہ

سرِ آہ ببرید تاریخ او
بگفتا۔ شہادت زسم یافتہ

۱۳۱۳
۱
۱۳۱۲ ہجری

۲۶ ایں قطعہ تاریخ بابت تعمیر مقبرہ بزرگیست کہ صراحت آں نفرمودہ اند

بنا چوں کردہ شد ایں روضۂ پاک	سرورِ خاطرِ اہلِ صفا شد
پئے تاریخ اتمامِ عمارت	مرا از جانبِ ہاتف ندا شد

تو بگذر از سرِ ہستی و فرما
زیارت گاہ دینداراں نباشد

ہجری ۱۳۱۶ = ۵ - ۱۳۲۱

۲۷ قطعہ تاریخ وفات شاہ محمدؐ اکرم مرحوم و مغفور

عزیزم شاہ اکرم سیّد الحاج / کہ دستش بود بحرِ جود و خیرات
ازیں دارِ فنا با شوکت و شان / بملک جاودانی رفت ہیہات

چو جستم سال تاریخِ وفاتش
سروش آمد "خرامیدہ بجنات"

۱۳۱۶ ہجری

۲۸ قطعہ تاریخ وفات جناب مُلّا سرمست صاحب قطب صاحب گنج گیا

چوں حضرت سرمست مریدِ شہ اصدقؒ / از دارِ فنا راہی فردوس بگردید
عالم ز غمِ رحلت آں شیخ طریقت / خوں ریختہ از دیدہ و بر چہرہ بپاشید
خود رفت بفردوس بریں و دل خلقے / در خاک ز بس حسرت و در خوں بطپانید
ہے ہے چہ تواں کرد کہ آں شاہ بزودی / سیر از سرِ دنیا شد و عقبیٰ بپسندید

پرسید ز ہاتف چو دلم سال وفاتش
گفتا ز رہِ غم کہ "بجنت بخرامید"

۱۲ ۱۳ ہجری

۲۹ قطعه دیگر در تاریخ رحلت حضرت ملا سرمست قدس سره فرماید

چو جناب پاک ملا سر طالبان مولا ز جهاں نمود عزم سفر دیار داور
دل خلق گشت پر خوں ز فراق عارض او بجہاں فگند شورے غم او چو شور محشر
ز کمال خود کہ بودش شریعت و طریقت پے سالکاں ایں رہ شدہ دستگیر و رہبر
ہمہ تن ز سیر دنیا شدہ سیر خاطر او سر عرش کرد منزل بر مصطفی و حیدر

ز کمال درد و غمہا پے سال رحلت او
ز فلک ندا بر آمد کہ "ایا خجستہ پیکر"

۱۲ ۱۳ ہجری

۳۰ قطعہ دیگر در تاریخ رحلت او شان قدس سرہ فرماید

ہی ہی شدہ زیر زمیں سرمست مست عشق حق بودہ ست بہر فیض دیں آں جامع علم و عمل
از مرگ آں تقوی گزیں در گریہ شد شمس و قمر ہم زہرہ و ہم مشتری بگریستہ مریخ و زحل
در طاعت حق ہر نفس سرگرم بود و مستعد بودہ ست او قانش بری دایم ز نقصان و خلل
در راہ مولا بے ریا صادق بزہد و اتقیا کامل بوصف اولیا بیروں ز تلبیس و دغل
شیریں کلام خندہ رو فرخندہ سیرت نیک خو خلق خدا خوشنود از و در لطف و خوبی بے بدل
خوش صوفی خلوت نشیں کش نور وحدت بر جبیں بر چرخ بگذشت از زمیں در خلد زد طبل و دہل
سرمست فیض سرمدی ہم چشتی و ہم قادری ہم اصدقی ہم صادقی ہم فخری فخر ملل

نامش بذوقِ عارفاں از قند و از شکر لذیذ ذکرش بکامِ کاملان شیریں تر از شانِ عسل

چوں رُوح پاکش بر فلک رفت از زمیں ہاتف بگفت

از بہر تاریخش چنیں "اے مظہرِ علمِ ازل"

۱۳۱۲ ہجری

۳۱ قطعۂ تاریخ وفات مولانا فضل رحمن صاحب گنج مرادآبادی

"کہ بتاریخ ۲۲۔ شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۲ ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء انتقال فرمودند"

فضل رحمن کہ بود مرشد دیں پاکباز و لطیف و پاک سرشت

ہادی و رہنمائے اہلِ یقیں چو ز دنیا گذشت و شد بہ بہشت

دردمندانہ ہاتفِ غیبی گریہ ہا کرد و تخم حسرت کشت

سر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ برید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"رہبرِ راہ معرفت" بنوشت

۱۴۰۳ - ۹۰ = ۱۳۱۳ ہجری

۳۲ قطعۂ تاریخ رحلت حضرت اوشاں قدس سرہٗ فرماید

قطبِ زماں آنکہ نبودش نظیر ہادی دیں مرشد زہاد بود

فضل کہ بودست بہ رحمن مضاف نام خوشش ذکرِ عباد و زہاد بود

بود بزرگے کہ ز اخلاق او خاطرِ ہر پیر و جواں شاد بود

داشت نگہبانی باطن بدست از کرمش ملک دل آباد بود

پاک نژادے کہ دلش از صفا	جز بخدا از ہمہ آزاد بود
از طرف ہند و دیار عرب	شہرت او تا حد بغداد بود
رفت بفردوس ز دنیائے دول	بسکہ ازیں دائرہ ناشاد بود
آہ بدیدیم ز اندوہ او	بزم طرب کنج غم آباد بود

از پے تاریخ وفاتش سروش
گفت "فروغ ابد آباد بود"
۱۳ ۱۳ ہجری

سہ قطعات در جواب قطعات مولوی عبد الصمد فدا سلہٹی و منشی جواہر سنگہ جوہر لکھنوی

مولوی احمد علی بنگالی تخلص احمد۔ در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب کتابے موسوم" بہ موید البرہان" تالیف کردند۔ حضرت غالب کتابے موسوم بہ "تیغ تیز" در جواب نوشتند و قطعہ ہم نزد مولوی احمد علی فرستادند کہ مطلعش ایں بود ؎

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ | درخصوص گفتگوے پارسی انشا کردہ است

مولوی عبد الصمد فدا شاگرد مولوی احمد علی احمد قطعہ در جواب قطعہ حضرت غالب نوشتند۔ در جوابش حضرت باقر قطعہ نوشتند کہ قطعہ اول ایں سہ قطعات است۔ منشی جواہر سنگہ جوہر قطعہ در جواب نوشتند و مولوی عبد الصمد فدا ہم قطعہ دیگر شائع کردند

قطعهٔ دوم وسیوم حضرت باقر در جواب این دو قطعات است

۳۳ قطعهٔ اول

در جواب قطعهٔ مولوی عبد الصمد فدا اسلہٹی منقول از ہنگامہ دل آشوب حصہ اول

ہاں تماشائے سخندانان معنی آشنا — الکنے[1] با افصحے ہنگامہ برپا کردہ است

ماجرائے طرفہ باشد قصۂ باشد عجیب — زاغ پیش بلبلے پر شور و غوغا کردہ است

صعوہ با شہباز گرم رزم شد نے نے غلط — روبہے با شیر جنگ فتنہ برپا کردہ است

ہاں کجا احمد علی و حضرت غالب کجا — ذرۂ خود را باوج مہر ہمتا کردہ است

۵ غالب آمد غالب ہر شاعران نکتہ سنج — گلشن معنی نے کلکش مطرا کردہ است

در فن معنی ہر آنکس با فلک سر بر کشید — سجدۂ خاک در او زیب سیما کردہ است

رستم میدان معنی حضرت غالب بود — رحم بر شوخے کہ با وے جنگ برپا کردہ است

گفت در رد کتاب حضرت غالب جواب[2] — این مگس را بین کہ با شہباز پروا کردہ است

گرچہ زاید باشد از حیثیتش نام خدا — لایق تحسین بود کاریکہ آغا کردہ است

۱۰ ارچہ جہلش گشت ثابت با دلیل قاطعی — دعوی تردید قاطع گر نہ بیجا کردہ است

ہم بغور و فکر بسیارے زتحریر جواب — سرسری ہر چہ کلک غالب انشا کردہ است

---

[1] از "الکنے" اشارہ بہ مولوی احمد علی احمد است و از "افصحے" بہ حضرت غالب۔

[2] مراد از "موید البرہان" است کہ مولوی احمد علی احمد در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب تالیف کردند۔

خود چو قاصر گشت آغا۔ کوچک[1] ابدالش چرا — خویش را با اوستاد خویش رسوا کردہ است

آں فدائے بیخرد بیچارہ بنگالی نژاد — من فدائے او چہ خوش تقریر بیجا کردہ است

چوں نداند شیوۂ گفتار آں ناداں چرا — رشیخند خلق خود را بیجا با کردہ است

شوخیٔ طبعش نیارم آنکہ در عرضِ کمال — پردۂ شرم و حیا از روئے خود وا کردہ است 15

در گمانِ خویش شد پشت و پناہِ اوستاد — عیب پنہانش حقیقت آشکارا کردہ است

سستیٔ طرزِ کلامش گر نویسم سر بسر — دفترے باشد بشرح آنکہ انشا کردہ است

لیک ظاہر میکنم زاں جملہ عیبِ چیدہ — تا بہ بیند ہر کہ نقش چشم بینا کردہ است

با فصاحتہا کہ دارد ہمچنیں ارشاد کرد — "بر زباں دارند ایں مطلع کہ برا کردہ است"

سر نمودں واز مطلع پر غریب است و عجیب — لیک نتواں گفت کایں بیہودہ املا کردہ است 20

سر برہنہ بودن است از عادت بنگالیاں — انچہ خود میکرد شعرش نیز گویا کردہ است

باز میسازد بدیگر جا چنیں تقریر خوش — "کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است"

نیک میدانند اہل راز کایں اشباع کاف — از فصاحت شعر را بیشک معرا کردہ است

گر بگفتے زیں نمط بودے فصیح و خوبتر — کز مجیب و معترض آخر کہ بیجا کردہ است

شد ترنم آشنا جائے بآہنگِ دگر — "نامیان[2] ہند را دشنام بیجا کردہ است" 25

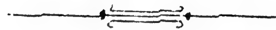
---

[1] از "کوچک ابدال" اشارہ بہ مولوی عبدالصمد فدا است کہ در جواب قطعہ حضرت غالب قطعہ نوشتند کہ مطلعش ایں بود
فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنو ز من — گر نزاع جوے حق ایزد تعالیٰ کردہ است
وایں قطعہ حضرت باقر در جواب ہماں قطعہ مولوی عبدالصمد فدا است۔

[2] اشارہ است بہ شعرے از شعرہائے قطعہ مولوی عبدالصمد فدا
زشت گوئی را چو کارِ سفلہ دانند پس چرا — نامیان ہند را دشنام بیجا کردہ است

کردن دشنام کے باشد روا نزد فصیح | بیخبر از کوچۂ دانش چہ آیا کردہ است
غیر ازیں از سستیِ ترکیب و لغو و حشو و لغز | پختہ مغز یہائے او ہرچہ تقاضا کردہ است
ہمچو روزِ روشن است و نیک روشن گشتہ است | ہر سخندانِ جہاں ہر کس تماشا کردہ است
با ہمہ فقدان استعداد ایں شور و شغب | بود کے جائز مگر از راہ سودا کردہ است
۳۰ بیخرد شاگردی احمد کہ کردہ است آشکار | تا چہ طرفے بست زیں کاریکہ پیدا کردہ است
ہاں بیا ناداں بیا۔ با اوستادِ خود بیا | غالب استادِ جہاں نش حق تعالیٰ کردہ است
سر بخاکِ آستانش نہ پئے عذر گناہ | حق پرستیہا اگر در دل ترا جا کردہ است
سرِّ مکتومِ معانی بلہوس اینجا بجوے | گر دلت رمزِ معانی را تمنا کردہ است

باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں
کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است



قطعہ دوم

در جواب قطعہ منشی جواہر سنگھ جوہر تخلص شاگرد مرزا ناطق مکرانی منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصۂ دوم

جوہرِ دانش پڑوہے نکتہ سنجے نغمہ گو | آنکہ در ملکِ معانی داوریہا کردہ است
بردگوئے سبقت از استادِ خود صد مرحبا | سحر کاریہا عجب در نظم پیدا کردہ است
حبذا انداز و خوشش طرزِ خرامِ خامہ اش | زندہ جانِ اوستادِ خود ازیں ادا کردہ است

می برد دل در سخن ہے ہے چہ انداز است ایں | من بسر ش گردم چہ طرز نطق پیدا کردہ است
ہوشم از سر برد و صبر از دل زمعشوقانہ وضع | طرفہ سحرے بیں کہ ہندوزادۂ ما کردہ است ۵
رشک امثال است در شیواز بانیہا بلے | نطق او انداز ناطق راہویدا کردہ است
ہاں مگر کج مج زبانیہا ز وجہ کم سنی است | آفریں بادش کہ حق زیں گونہ گویا کردہ است
خامۂ شیریں نوا در پردہ تا کے نغمہ ہا | آشکارا گو چہ کلک گوہر انشا کردہ است
ہاں کشیدن می تواں شمشیر بُرّانِ زباں | انقلاع کفر واجب حق تعالیٰ کردہ است
آں جواہر بیں کہ جوہر کرد نامِ خویشتن | طرفہ تحقیقے بنامِ خویش پیدا کردہ است ۱۰
حرفِ علت چوں گراں آمد ورا اندر میاں | از دروں ساقط چنیں آسا الف یے اکردہ است
دعویٰ شاگردیٔ مکر انیش و آنگہ چنیں | در زبانِ سوقیان ایں شور و غوغا کردہ است
ہیچ در نگرفت فیضِ اوستادش واعجب | قول سعدیؒ صادق آمد انچہ ایما کردہ است
عمر خود برباد داد آخر چرا در مشق شعر | چوں ہمیں سرمایۂ دانش مہیا کردہ است
ریختیت ایں ہندوبہ بینید آبروئے پارسی | طرفہ کج واکج پریشاں گفتگو ہا کردہ است ۱۵
نیست از مسند خبر باشد اگر مسند الیہ | ہست ترکیب از غلط ہرگز نہ پروا کردہ است
لفظ اگر باشد غلط باشد۔ ہمانا عفو است | لغو و حشو و مہمل و موضوع یکجا کردہ است
زعفران زار شش بخوانم نے زمینِ شعر او | خندہ می آید کسے را کایں تماشا کردہ است
کردبسم اللہ غلط ناداں چو گفتا ایں چنیں | ”جوہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است“

لہ اشارہ است بہ مطلع قطعہ منشی جواہر سنگہ جوہر سے جوہر امروزے باخبار ایں تماشا کردہ است ؛ شاعرے باشاعرے ہنگامہ برپا کردہ است

۲۰ بیا‌ئے "امروزے" چہ باشد گر نباشد لغو و حشو — الحذر زیں سہو کایں بیچارہ اینجا کردہ است

"اکبرآبادی خدائے نظم با خود غالب است"[1] — مصرعے زینساں بہ بگیر شعر انشا کردہ است

کاشکے دانستمے با خود چہ معنی اشتراست — شاعر شیریں زبان ما چہ املا کردہ است

"میکنم تسلیم ہاں پیر نجار اغالب است"[2] — ایں کلامش بیں کہ شوخی اش تقاضا کردہ است

خود بود ناداں مگر مغلوب طفل لکھنو — غالبم را کلکش از پیر نجارا کردہ است

۲۵ می سراید مصرعہ در شان آل احمد علی — "احمد درانی آں احمد کہ ہیجا کردہ است"[2]

سستی ترکیب ایں مصرع ہمی باشد عیاں — ما سبق را ہیچ ربطے ہم نہ پیدا کردہ است

"می توانم گفت نامدہر کہ از ایراں بہ ہند"[3] — مصرع اش باشد کہ املا کلکم اینجا کردہ است

خندہ می آید مرا بر دانش و بر عقل او — کایں خرد دشمن چہ ایں بیہودہ دعوی کردہ است

صد ہزار از شاعران نغز گو باشد بلے — آنکہ سوئے ہند نے روئے تماشا کردہ است

۳۰ من تقربان فصاحت ہائے ایں مصرع کہ خواند — "لفظ رنگیں شوخ مضموں کے بہ یکجا کردہ است"[3]

"علم و فضل اے دوستاں بر نطفہ شیراز نیست"[4] — مصرعہ با صد فصاحت کلکش املا کردہ است

معنی او منحصر بر نطفہ شیراز نیست — لیکن از بطن خود ایں محذوف پیدا کردہ است

بیخرد شوق حسکم گشتن ہمی دارد بسر[5] — از گلیم اندازہ بیروں بلہوس پا کردہ است

---

[1] اشارہ است بہ شعر دوم قطعہ جوہر — اکبرآبادی خدائے نظم با خود غالب است ۔ احمد نگاہ ہم ... بہا کردہ است

[2] اشارہ است بہ شعر شانزدہم قطعہ جوہر — میکنم تسلیم ہاں پیر نجار اغالب است ۔ احمد درانی آں احمد کہ ہیجا کردہ است

[3] اشارہ است بہ شعر ہیجدہم قطعہ جوہر — میتوانم گفت نامدہر کہ آز ایران بہ ہند ۔ لفظ رنگیں شوخ مضموں کے بہ یکجا کردہ است

[4] اشارہ است بہ شعر دہم قطعہ جوہر — علم و فضل ای دوستاں بر نطفہ شیراز نیست ۔ کس بہ ملک دہم آخر کے سخنہا کردہ است

[5] اشارہ است بہ شعر سی و ہشتم قطعہ جوہر — راست گویم بعد ازیں گر ہر دو گیرندم حسکم ۔ کیں غلط کردہ ستا یا آں شور بیجا کردہ است

خود حکم کے میتواں شد بوالحکم باشد بلے — باہمہ جہلے کہ دارد طرفہ دعوٰی کردہ است

آہ زیں نادانیش فریاد زیں نادانیش — کز جہالت اعتراضِ پوچ برپا کردہ است ۳۵

"کاف"[1] ما و "کاف" بنگالی تہِ یک حکم را — صدر و اوسط را بزعمِ خویش یکتا کردہ است

فرق میداند کسے کو را بود ذوقِ صحیح — چوں نداند او چرا ہنگامہ برپا کردہ است

اعتراضِ[2] ثانیش ناشی ز سہوِ کاتب است — لفظ "مصرع" او بجائے "شعر" املا کردہ است

خامۂ معجز نگارِ سحر پردازِ صفیر[3] — کو باقلیمِ معانی خسرویہا کردہ است

خوب تقریرِ لطیف و نیک تحقیقِ انیق — در جوابِ اعتراضِ جوہر انشا کردہ است ۴۰

میتواں نگریستن آں جملہ را با غور و فکر — گر دلت تفصیل و شرحش را تمنا کردہ است

آں فدا زیں پیشتر باقر دلِ ما بردہ بود — جوہر ما حالیا ایں فتنہ برپا کردہ است

آں فدا خوش منظر آمد جوہر آمد خوش مزاج — وہ چہ شوخیہا بصد ناز و ادا ہا کردہ است

---

[1] در شعر بست و دوم قطعہ اول خود حضرت باقر بر اشباع "کاف" کہ در مصرعہ مولوی عبدالصمد فدا (کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است) واقع شدہ بود اعتراض کردند منشی جواہر سنگھ جوہر ہماں اعتراض بر مصرعۂ ثانی مقطع قطعہ اول حضرت باقر آوردند و گفتند ؎ میکنند کج مج زباں را کاف بنگالی بلے ؞ "کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است" ؞ طعنہ زد شاگرد غالب باز خود موزوں نمود ؞ "کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالٰی کردہ است" ۔ حضرت باقر دریں شعر جواب آں اعتراض دادہ اند و در قطعہ سیوم ہم بجواب اعتراض عبدالصمد فدا پرداختہ اند و تائید صحت دعوٰی خود از اشعار اساتذہ کردہ اند

[2] در پرچہ ہنگامہ دل آشوب حصۂ اول در شعر بست و سیوم قطعہ اول حضرت باقر بجائے لفظ "شعر" لفظ "مصرع" از سہو کتابت طبع شدہ بود ۔

[3] مراد حضرت میر سید فرزند احمد صفیر بلگرامی آروی اند کہ شاعر بے بدل بودند و در تحقیقات لغات فارسی دارد و پایۂ بلند داشتند ۔

آں اگر نورِ نظر بود ایں سرورِ سینہ شد زندہ باشد خوش دلِ غمدیدۂ ما کردہ است

باشدش ہر لحظہ از ما صد نیاز و اشتیاق
کو چو جان اندر حریمِ دل مراجا کردہ است ۴۵

۳۵ قطعۂ سوم

در جواب قطعۂ ثانی مولوی عبد الصمد فدا منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصۂ دوم

مولوی عبد الصمد یعنی فدائے نکتہ سنج در جوابِ قطعۂ[1] ما قطعہ انشا کردہ است

وہ چہ خوش قطعہ کہ قطعاتِ جواہر نثار آسماں بر نظمش از عقد ثریا کردہ است

مرحبا صد مرحبا خیزد ز قبرِ انوری آفریں صد آفریں روحِ شفیعا کردہ است

بسکہ از ہر حرفِ حرفش میچکد آبِ حیات ناظریں را غیرتِ خضر و مسیحا کردہ است

کشورِ بنگالہ زو نازد بخود نامِ خدا بابِ علم و فضل بر روئے جہاں وا کردہ است ۵

بلبلِ شیراز باشد شاعرِ بنگالوی کاں سفال الہند را خاکِ مصلا کردہ است

جوہرِ علم و ادب را بہر شہرت دادہ عرض از گروہِ شاعراں باشد تمنا کردہ است

آفریں بر دقتِ طبعِ رسایش آفریں وہ چہا ایراد بر اشعار املا کردہ است

داد از ہر اعتراضے داد خوش فہمی چہ خوش گنجِ مخفیِ معانی آشکارا کردہ است

می سراید نغمۂ دلکش بآہنگِ عجیب می رباید دل ز لفظ کارِ نکیسا[2] کردہ است ۱۰

---

[1] مراد از قطعۂ اول باقر است۔ [2] نکیسا بکسر اول و ثانی بر تحتانی رسیدہ و سین بے لفظ بالف کشیدہ۔ نام چنگی خسرو پرویز بودہ و او نیز مانند باربد عدیل و نظیر نداشتہ و سرود خسروانی از و است (برہان قاطع)۔

میکند تردید قولِ ما با یرادِ سخیف — اتباعِ رسمِ استادِ خود آغا کرده است
او ز نافهمی جوابِ حضرتِ غالب نوشت — یعنی از هذیان ترا دیدا نچه انشا کرده است
کرد ردِّ قاطعِ برهان بزعمش گوئیا — کعبه را شکسته تعمیر کلیسا کرده است
وین بعزمِ جنگ با اینک میانِ جاں بہ بست — سر ز ہر سو خنجر و تیغ و سنانہا کرده است
لنگ لنگاں جلوه گر شد بر سرِ میداں زرم — غیرتِ طبع که دارد این تقاضا کرده است ۱۵
شرح پردازم جوابِ اعتراضش حالیا — کز رهِ فکرِ رسا در خاطرش جا کرده است
این نوائے خارج آہنگش بگوشِ دل شنو — که بتقریرِ عجیب ایرادِ بیجا کرده است
"ہاں سخندانان خوش اضراب و ترقی بنگرید — اندریں شعرِ بکہ کلکِ باقر املا کرده است"
نسبت روبہ بشیر از نسبتِ اول قوی — در ضعیفی ہست ظاہر شک چہ اینجا کرده است
لفظ "حیثیت" چرا باشد مرادفِ "علم" را[۲] — معترض بین طرفہ استلزام پیدا کرده است ۲۰
بیخبر در مفہومِ "حیثیت" بود اسلوب و وضع — زاید از اسلوبِ خود یعنی کہ آغا کرده است
میتواں دانست باشد زاں نمط لفظِ "جواب"[۳] — کہ اضافت را لزومانہ تقاضا کرده است

---

[۱] اشاره است باعتراض مولوی عبدالصمد فدا بر شعر قطعهٔ اول حضرت باقر سے صعوه با شہباز گرمِ رزم شد نے نے غلط ؛ روبہ با شیرِ جنگ فتنہ برپا کرده است ۔ در شعر نوزدہم این قطعه جواب آں اعتراض داده اند۔

[۲] بر لفظ "حیثیت" کہ در شعرِ نہم قطعهٔ اول حضرت باقر واقع شده است مولوی عبدالصمد فدا معترض شدند و گفتند سے لفظ "حیثیت" بجائے "علم" میخواہد سند ؛ زاہلِ پارسی آنرا بدیں معنی کہ املا کرده است

[۳] بر لفظ "جواب" کہ در مصرعهٔ اول شعرِ ہشتم قطعهٔ اول حضرت باقر آمده است مولوی عبدالصمد فدا معترضانہ گفتند سے خوش مضاف آورده در شعرِ دوم لفظِ "جواب" ؛ دوستاں بینید کایں ہندی تماشا کرده است
(لفظ "جواب" در شعرِ ہشتم واقع شده است نہ در شعرِ دوم) ۔

گاه مذکور است و گہ محذوف جزو ثانیش ⁂ نیک داند ہر کہ رسم قوم احصا کردہ است

مولوی[1] جامی کہ باد ارحمت حقش نثار ⁂ اندریں مصراع حذف جزو اُخری کردہ است

۲۵ چیست دانی مطلبش یعنی جواب صد سلام ⁂ اقتضا شان محل تقدیر آنرا کردہ است

ہمچناں مفہوم شعر ماست از لفظ جواب ⁂ حذف لفظ قطعہ را اینجا تقاضا کردہ است

مصرع ثانی بود تفسیر آں تقدیر و بس ⁂ وائے نافہمی عجب ایراد بیجا کردہ است

خندہ[1] خنداں آنکہ می آید بسوئے ریشخند ⁂ تا چہ شکے در دل والائے او جا کردہ است

چوں بتقریر جوابش خامہ بکشاید زباں ⁂ معترض منشائے شک خود جو اخفا کردہ است

۳۰ ہاں تردد باشدش در ہائے زاید غالباً ⁂ آنکہ کلک کاتبش از سہو املا کردہ است

در جواب[2] قطعہ جوہر جواب عین را ⁂ خامۂ معنی نگار آں آشکارا کردہ است

وانکہ[3] کاف ہم را نظیر کاف با اشباع خود ⁂ از رہ جہل و کمال سادگیہا کردہ است

---

[1] جامی علیہ الرحمۃ ؎ بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب ⁂ کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو ۔

---

[1] بجائے لفظ ریشخند کہ در شعر چہاردہم قطعہ اول حضرت باقر واقع شدہ است لفظ ریشخندہ از غلطی کاتب در پرچہ ہنگامہ دل آشوب حصہ اول طبع شدہ بود مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ دوم خود تمسخر میکنند و می گویند ؎
ریشخندہ خلق خوش ابتہ است در شعر دگر ⁂ ضحکۂ خلق از زبان خلق خود را کردہ است

[2] در شعر بست و سیوم قطعہ اول حضرت باقر لفظ مصرع بجائے لفظ شعر از غلطی کاتب در پرچہ ہنگامہ دل آشوب طبع شدہ بود منشی جواہر سنگہ جوہر معترض شدند و حضرت باقر در شعر سی و ہشتم قطعہ دوم خود جواب اعتراض دادند مولوی عبد الصمد فدا ہم در قطعہ دوم خود اعتراض آوردند و گفتند ؎ عین مصرع را فگند و خون شعر خود بریخت ⁂ خون ایں بر گردنش ظلم آشکارا کردہ است ۔

[3] مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ اول گفتند ؎ نیک میدانند دانایان تحقیق آشنا ⁂ کز مجیب و معترض کار بیجا کردہ است
و در قطعہ اول خود حضرت باقر فرمودند ؎ نیک میدانند اہل راز کایں اشباع کاف ⁂ از فصاحت شعر را بیشک معرا کردہ است
مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ دوم خود در مقطع قطعہ اول حضرت باقر ؎ باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں ⁂ کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالی کردہ است
معترض شدہ گفتند ؎ جائے دیگر باز میگوید کہ ایں اشباع کاف ⁂ از فصاحت شعر را بیشک معرا کردہ است
خندہ می آید مرا بر خوردہ گیریہائے او ⁂ خود بدو آنکہ بطعن غیر بیجا کردہ است

کافِ صدر و کافِ اوسط مختلف باشد بحکم | بیں دو او بن گرخدایت چشم بینا کردہ است
دیدۂ عبرت کشا و بنگر ایں اشعار را[1] | کز پئے جمعِ دلِ تو کلکم املا کردہ است
گر کنم قطعِ[1] نظر زیں کافِ بلفظ کار تو | آنکہ بعد کاف در شعرِ تو ماوا کردہ است ۳۵
ہاں بفرمائی خدارا کز برائے کار چیست | گر تنافر رانہ در شعر تو پیدا کردہ است
دعوی نحویتش[2] و آنکہ بہ بیں تتطبیل را | در نخستیں قطعۂ خود آنکہ املا کردہ است
ہاں بگو تتبطیل کے اندر لغت باشد صحیح | جائے ابطالش رقم کلکش چہ بیجا کردہ است
و آنکہ[3] بر شکرانہ دارد از سرِ جہل اعتراض | فکر در قولِ سخن سنجان مگر نا کردہ است
گر بلفظِ شکر داخل گشت حرفِ نسبتی | قبح در معنی بگو ناداں چہ پیدا کردہ است ۴۰
بیں کلامِ[3] حضرتِ حافظ کہ چوں فرمودہ است | اندریں شعر یکہ اندر حاشیہ جا کردہ است

---

۱ حزیں ؎ دارم از غالیہ سایان صبا چشم حزیں | کہ غبارے بمن از خاک مصلا بخشند
حزیں ؎ کاسۂ آز بود چشم لئیمان جہاں | کہ ز خاکش نتواں باہمہ تنگی پُر کرد
ظہوری ؎ نکتہ دان شاہ عادل ابراہیم | کہ بجز فرش لب از خطا مصئون
حافظ ؎ خوشخبر باش اے نسیم شمال | کہ بما میرسد زمان وصال
عرفی ؎ خواب راشب ہمہ شب دیدہ بیامی سودم | کہ بردیم درایں واقعہ راساختہ باز
۲ مثال شکرانہ حافظ ؎ شکر ایزد کہ میانِ من و او صلح افتاد | حوریان رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

---

۱ اشارہ است بر لفظ کا کہ در ہمان مصرع مولوی عبد الصمد فدا واقع شدہ است ؎ کز مجیب و معترض کہ کار بیجا کردہ است
۲ در قطعہ اول خود مولوی عبد الصمد فدا گفتند ؎ پاسخ اقوال بیجا لیش نوشتم بیدرنگ ؛ کردہ ام تبطیل ہریک انچہ ایما کردہ است ۔
۳ در مقطع قطعہ اول حضرت باقر فرمودند ؎ باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں ۔ در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتند ؎ ہم نشست لفظ شکرانۂ تماشا کردنیست ؛ شکر و شکرانہ مرادف آشکارا کردہ است ۔

هست[1] ای ناداں بداں لفظِ سخنداں اسم جنس | کا قتضائے واحد و جمع و مثنیٰ کردہ است

چوں سوئے لفظِ جہاں خواہ عالم شد مضاف | معنی در حکم استغراق پیدا کردہ است

و آنمودن[2] راچہ خوش گفتا جواب باصواب | یعنی غیر از ترجمہ دیگر چہ انشا کردہ است

۴۵ فاعلِ[3] فعلِ رسد گم کرد در قولِ سخن | جستجو ہر چند ہر جانب چو اعمیٰ کردہ است

فاعلِ فعلِ رسد باشد ضمیرِ حرفِ تیں | آنکہ در ما قبل کلکِ شاعر املا کردہ است

وآنکہ[4] ہا خواندہ است بعد بوالعجب در جائے ما | بیخرد او را مگر ہیجان سودا کردہ است

اعتراضے[5] میکند ناداں بضم و کسرہ | آخر از دستِ خودش قایل نہ املا کردہ است

---

[1] بر لفظِ سخنداں جہاں کہ در مصرعہ دوم شعر بست و ہشتم قطعہ اول حضرت باقر آمدہ مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ دوم گفتند سہ ماورای خبط ایں لفظِ سخنداں جہاں ٭ طرفہ حسن و خوبی شعر آنکار را کردہ است ـ لفظ واحد را بجائے جمع آوردن چرا ٭ ایں چنیں جا ہا چہ نقطے را تقاضا کردہ است ـ مراد اوشاں اینست کہ بجائے سخنداں جہاں سخندانان جہاں میباید نوشت

[2] اشارہ است بہ شعر مولوی عبد الصمد فدا سہ لفظ واکردن بود با بازکردن متحد ٭ در لغت بیں گر ترا در دل شکے جا کردہ است ـ

[3] مولوی خواجہ سید فخر الدین حسین سخن در قطعہ خود کہ در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا شائع کردہ بودند گفتند سہ عرفی ؟ نقش بگویم گر بمطلب وارسد ٭ خامۂ جادہ طراز ش انچہ انشا کردہ است ـ در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتند سہ بنگرید اے شاعران یکرہ کہ شاگرد رشید ٭ شعر خوش در مدح استادِ خود انشا کردہ است ٭ فاعلِ فعلِ رسد با ظاہر آمد پس کدام فعل واحد یا بخذفِ فاعل املا کردہ است ـ

[4] در جواب قطعہ اول مولوی عبد الصمد فدا مولوی خواجہ فخر الدین حسین سخن در قطعہ اول خود گفتند سہ بو العجب ما ماندہ ام کایں صاحب علم و ادب ٭ با چنیں فہم و فراست ایں چہ آیا کردہ است ـ لیکن از سہو کاتب در نسخہ مطبوعہ ہنگامہ دلاشوب حصہ اول بجائے لفظ ما لفظ ہا طبع شد ـ مولوی عبد الصمد فدا در قطعہ دوم خود گفتند سہ بو العجب ہا ماندہ ام با لفظ ہا باشد عجب ٭ جمع و واحد اندریں یک فقرہ یکجا کردہ است ـ

[5] در قطعہ دوم مولوی عبد الصمد فدا گفتند سہ ہمچنیں با ہائے مضموم آں دگر فقرہ بہ بیں ٭ رفع بجائے کسرۂ نحوی چہ بیجا کردہ است ـ در طباعت کاتب سہو کردہ بجائے کسرہ ضمہ نوشتہ بود ـ

باحشیشے می درآویزد غریقِ جان بلب | آرے آرے فرطِ جهلش خوار و رسوا کرده است

می سراید طرفه شعرے دلفریبے کان چها | دقّتِ طبعِ روانش آشکارا کرده است ۵۰

"بشنو و فرما خطابِ فعلِ غایب کرده است | جمع این هر دو بیک شعر از چه آیا کرده است"

لفظِ "غایب" یا خبر باشد ز لفظِ فعل تو | پس چه فعل است آن که غایب قایلِ آنرا کرده است

یا صفت باشد برایش پس چه باشد معنیش | گفتگوئے طرفه با رمزِ معما کرده است

حالیا بشنو جوابِ اعتراضِ خویشتن | کز جهالت خطره اندر خاطرت جا کرده است

فاعل اندر مصرعِ ثانی بود آغاے تو | هم ضمیرِ پاسخش راجع بآغا کرده است ۵۵

در خطابِ بشنو و فرما مخاطب شد فدا | خامهٔ ما کرد تسکینِ تو یا نا کرده است

هست ارادت بفعلش هان عجب فعلِ شنیع | حق بدستِ تست با تو خواجه نا کرده است

می سراید مصرعے با صد فصاحت معترض | "دوستان بینید کاین هندی تماشا کرده است"

هندیم از طعن فرمود و بجا فرموده است | هان مگر خود را حریفم اصفهان زا کرده است

کرده زین قطعِ نظر لفظِ تماشا بنگرید | کاندرین مصراع او معنی چه پیدا کرده است ۶۰

دیدن و رفتن باستعمالِ فرس و تازی است | تا ازین هر دو چه معنی در دلش جا کرده است

لیک در مصرع نمی باشد یکے هم منطبق | از برائے قافیه شاید که املا کرده است

شاعرِ شیرین زبانِ ما بفرماید چنین | "این قدر بس باشد که موزون شعر انشا کرده است"

من بلا گردانِ موزونیِ طبعِ نازکش | شعر را موزون صفت کرد و چه آیا کرده است

این نمی داند که موزون داخلِ حدّ وے است | از حقیقت وصفِ آن کرد و چه بیجا کرده است ۶۵

سرمۂ بینش کشم در دیدۂ عبد الصمد | این دل شیدائے ما باقر تمنا کردہ است
لیک روشن کے تواں شد دیدۂ اعمائے وے | چوں خدائش کور مادر زاد پیدا کردہ است
نرم کردن می تواں آہن بہ آہن فی المثل | خامۂ ما ہم باندازِ وے املا کردہ است

سخت گوئی را نباشد پیشہ ستی زیں طرف
او چو بد گفت است آخر خود ہم اصغا کردہ است



منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصۂ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"جواب تحریر اردو میر آغا علی صاحب شمس تخلص از نتایج افکار افصح الفصحا ابلغ البلغا جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب باقر تخلص تلمیذ حضرت ملک الشعرائے ایران و ہند جناب نواب اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص مد ظلال اجلالہٗ"

بر نکتہ سنجان معنی رس و دقیقہ شناسان پاک نفس مخفی و محتجب مباد کہ درین جزو زمان کہ از علم و فضل عموماً رسمے و از فن معنی و بلاغت خصوصاً نشانے نماندہ است الاماشاء اللہ۔ چنانکہ اعلم علمائے بلاغت و معانی سعد الدین تفتازانی طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ در عنوان مختصر معانی ارشاد فرماید ان ھذا الفن قد نضب الیوم ماؤہ فصار جدالاً بلا اثر و ذھب رواؤہ فعاد خلافاً بلا ثمر حتی طارت بقیۃ آثار السلف ادراج الریاح و سالت باعناق مطایا تلک الاحادیث البطاح۔ پس این زمان کہ علی مر الدھور و الاعصار از آں

زمان خلعت وجود در بر کشیده در کشاد سلعۃ الفضل والکمال الیق و از ید خواہد بود
اکثر کم مایگان قلیل البضاعت را شعار و دثار چناں گردیدہ کہ بر اکابر و اعیان کہ علم
وکمال شان مسلم الثبوت زمان و زمانیان و فضل و بلاغت آنان مشہور نزدیک و دور
جہاں و جہانیان باشد لب اعتراض کشایند و کمال حدت فہم و حراقت ذہن خود شان را
روبروئے عوام کالانعام وانمایند و مورد تحسین و آفریں شوند و صدائے احسنت و مرحبا
از زبان سوقیان شنوند و حال آنکہ دامن عظمت و جلال و پیراہن علم و کمال آں حضرات
۲ز آلودگی قبح و نقصان منزہ و مبرا است و گلشن دانش و حدیقہ فضیلت آں عالی
منزلتان خالی از خار و خس شک و اعتراض بودہ علی وجہ الکمال سرسبز و مطرا است و
نشائے آں جز ہوائے شہرت و برآوردن نام درمیانہ جہلا و عوام دیگر نمی باشد
مگر بحضور علما و خواص معاملہ بالعکس میشود کہ غیر از خفیت و خسران و کاہت و خذلان
بحصول نمی انجامد ؎

ملامت بیں کہ ہر سنگے کہ جست از تیشۂ فرہاد　　　ہوا میگردد و ہم بر سر فرہاد می آید

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تفصیل ایں اجمال و توضیح ایں مقال آنکہ در اودھ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ ار
ماہ جون ۱۸۹۷ء عیسوی قصۂ عبرت خیز و ماجرائے وحشت انگیز مطالعہ درآمد یعنی
بے حیثیتے فقید الاستعدادے ہیچمدانے کج مج زبانے از اثر خامۂ ہرزہ درائے
خود نمائے بیہودہ سرائے بیراہہ خرام دیجور صفت شمس نام مصداق ؎

بالعکس نہند نام زنگی کافور — زبان طعن ولب اعتراض بر اکمل شعرا وابلغ بلغا کشودہ است وعماید دہلی وبلگرام راکہ چشم فلک وگوش ملک دارالعلی مثل آں در آفاق ندیدہ وشنیدہ زیر خنجر جرح وقدح کشید واز ہذیانات مجنونانہ خود صفحۂ قرطاس را برنگ روئے خود سیاہ وتباہ نمودہ است ؎

ہر کرا خواہد حسد اپردہ درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

خصوصًا در شان حضرت اسد اللہ خان غالب کہ غلغلۂ فصاحت وطنطنۂ بلاغت شان از قاف تا قاف رسیدہ بل از کنگرۂ عرش بریں بالا کشیدہ لایعنیہا چا ویدہ داد خروج وقساوت دادہ است ؎

بر بلندان سخن بسوئے خود است تف بسوئے فلک بروئے خود است

ہر چند بدیہی است کہ خواب پریشاں را تعبیرے ومہملات مختل الحواس را تاویلے نیست مگر چوں ایں ذرۂ بیمقدار کہ باقر علی نام وباقر تخلص دارد از خوشہ چیناں خرمن آں آفتاب عالمتاب سپہر سخنوری یعنی حضرت غالب مدظلہ العالی است مصلحت آں ندید کہ از جوابات شافیہ اعتراض ایں سرمست بادۂ استکبار خاموش باشد ورگ گردن ایں ہذیان سرا راکہ بدعوئ معنی پروری بلند نمودہ است بہ نشتر تقریرات آبدار نحر اشد ناگزیر بحکم ضرورت از جواب دیگر مطاعن واعتراضات واہیہ ایں بے مغز خوفًا للاطناب قطع نظر نمودہ بجواب ایرادات کہ از راہ خوش فہمی بر حضرت غالب نمودہ بکمال اختصار پرداختہ آمد تا شاہد جہل او از منصۂ خفا علیٰ رؤس الاشہاد جلوہ نماید۔ وباللہ التوفیق

وبہ ازمۃ التحقیق ۔

قولہ مطلع سر دیوان غالب ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ شعر خلاصہ سے خارج ہے حسن معانی کا حارج ہے اس واسطے کہ کاغذی پیرہن کا محاورہ فارسی میں جاری ہے (الی اخر ما قال)۔ "ہر" کا لفظ تعمیم کے ساتھ گلی و سنگی تصویروں کے واسطے واجب ہے ۔ انتہی ۔

اقول ۔ دریں شعر دو اعتراض کردہ اول اینکہ پیراہن کاغذی محاورہ فارسیت در اردو ناجائز و دیگر اینکہ پیراہن کاغذی برائے تصویر کاغذیست نہ برائے سنگی و گلی حالانکہ لفظ "ہر" برائے تعمیم است ۔ اعتراض اول از کمال سخافت و رکاکت مضحک طفلان تواند بود چہ ظاہر است کہ اہل اردو را در شاعری اتباع شعرای فارسیت و اقتباس مضامین از فارسی میکنند و ازیں جہت است کہ چنانکہ معشوق شعرائے فارسی امارد و نوخطانند معشوق اردو گویاں نیز سبزان نوخط اند لہٰذا باتباع فارسی تعریف خط و خال میکنند پس چوں اردو گویاں را در انداز سخن تقلید فارسیانست البتہ محاورۂ فارسی در اردو جائز بود ولا بالعکس و نظیرہ کثیر ۔ جواب اعتراض ثانی اینکہ فہم کلام بلغا را ملاحظہ قراین و سیاق و سباق کلام ہم لازم است ۔ ملاحظہ باد کہ در مصرعۂ اول لفظ نقش و تحریر زیب رقم یافتہ پس بقرینۂ سیاق کلام در مصرع ثانی مراد نخواہد بود مگر تصویر کاغذی و لفظ "ہر" در مصرع ثانی برائے کل تصویر کاغذی دال بر عام مخصوص است ۔

شیخ علی حزیں فرماید ؎

نصیحت کردمے گرمی شنیدے ۔ دلبر خود را چرا وقف خرابی کرد ظالم کشور خود را

ظاہر است کہ اگر ملاحظہ معنی لفظ "دلبر" کہ در مصرعہ اولی واقعست نکردہ آید وقف خرابی

کشور از کجا ثابت خواہد شد ۔ فافہم وتدبر ۔

قولہ ۔ غالب ؎ کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے ۔

اس مصرع کا خلاصہ سخنوران ظریف کے نزدیک یہ خوب ہے کہ قایل اس کا ایک پر

غالب ہے دوسرے کا مغلوب ہے ۔

اقول ۔ معترض کمال ظرافت وذکاوت را بکار بردہ چنیں مضمون لطیف و

اعتراض سخیف برآوردہ است فمرحبا ثم مرحبا اگر لفظ "آگے" و "پیچھے" مستلزم

ہمیں معنی است ۔ فیالیت شعری ما معنی ہذہ الکریمہ اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ

مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَھُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ

دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَھُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ بینوا وتوجروا ۔

قولہ ؎ عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ

اس مصرعہ کا مضمون ما یون کے نزدیک خوش اسلوب ہے ساکنان دہلی کو دل سے

مرغوب ہے ۔

اقول ۔ مضمون ایں مصرع مگر معترض را ہم خوش آمد ۔ اگرچہ ہمیں مضمون ازیں لفظ

مفہوم خدام وذی الاحترام بحسب الف وعادت گردیدہ پس لفظ "گرفتن" را کہ مترادف

لفظ معترض علیہ جناب در فارسی است در شعر قتیل کہ استاذ الاستاد جناب اند چہ معنی خواہد بود و نقصے ازیں کشمکش قتیل و پیروانش را بچہ رو رو خواہد داد۔ وھو ھذا۔

قتیل ؎ با داغ جنوں گرہ ویرانہ نگیریم　　آرام ز سوزِ دل دیوانہ نگیریم

تا ید انچہ از ترجمہ لفظ "گرفتن" مفہوم معترض است ہماں معنی مطلوب استاذ الاستاد ش ہم بودہ کہ ایں قدر از گرفتن ابا و انکار میکند و زار نالیہا می نماید۔

قولہ ۔ غالب[1] ؎ نافِ زمیں ہے نہ کہ نافِ غزال ہے۔

اعتراض اعلان نون میکند۔

اقول ۔ جواب ایں ظاہر است کہ لفظ "یہ" کہ تجنیس لفظ "نہ" است کاتبش مکرر فہمیدہ قلم انداز کرد ورنہ ہمچو غلط از مبتدی ممکن نیست چہ جا کہ رئیس المنتہیین۔

قولہ ۔ غالب ؎ دے بدستور صورتِ ارقام

تمام ہندوستان سے کہتا ہوں کہ "ارقام" رقم کے معنی میں غلط و ناروا۔ الیٰ آخرہٖ

اقول ۔ اول معنی ایں فقرہ ارشاد شود کہ "تمام ہندوستان سے کہتا ہوں" چہ معنی دارد بعد ازاں گوش باید کرد کہ لفظ "ارقام" از باب افعال فی الواقع نہ آمدہ مگر ایں لفظ بر السنۂ خاص و عام جاریست۔ مجتہد فانی لکھنوی در تصانیف خود یعنی در بارقہ ضیغمیہ و مولوی سبحان علی خان کنبوہ کہ معتقد عنہ معترض است

---

[1] غالب ؎ مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان ٭ نافِ زمیں ہے یہ نہ کہ نافِ غزال ہے۔ در نسخۂ دیوان غالب کہ دراں زماں طبع شدہ بود از غلطی کاتب لفظ "یہ" در کتابت نہ آمد۔

درمکاتیب خود بنام نورالدین لفظ ارقام راصد جا بیش آوردہ و در قدما ہم مستعمل
حکیم محمد ارزانی رحمۃ اللہ علیہ در قرابادین قادری در بحث حمیات لفظ ارقام طرح
نگارش دادہ **فلیس الغالب فیہ منفردًا** واگر بفتح اول جمع رقم خواندہ شود
ہم قبحے ندارد۔

قولہ غالب سے نہ کیوں ہو مادہ سال عیسوی محفوظ۔

لفظ مادہ حادّہ و جارّہ کے وزن پر لکھا یعنی میم کے بعد الف متحرک ہے اور
اوس کو ساکن باندھا۔ الی آخر ما اتی بالتحقیقات الانیقہ۔

اقول۔ اعتقاد راقم آثم اینکہ معترض بدیں اعتراض بسیار برخود چیدہ واز
فرط شادمانی در پیرہن نگنجیدہ باشد۔ نبض شناسان صحت الفاظ خدارا علاج خلل
دماغ این مخبوط الحواس بفرمائید وبسر وقت ایں بیچارہ رسید کہ چہا ہذیان برزبان می راند
عجب صد عجب کہ معترض در افتتاح کلام خود لوائے دعوی تمام علوم از صرف و نحو و منطق
و حکمت و ہندسہ و نجوم وریاضی وادب ولغت وغیرہ برافراشتہ و تمامی علمائے اعلام
راکہ در علمے کوس لمن الملکی نواختہ اند در ہماں علم استاد خود ازراہ فخر و مباہات قرار داد
با ایں ہمہ بلند آہنگی از کوئے تحقیق لغات مشہورہ نابلد محض افتادہ۔ مادہ را بروزن
میسّر و موکّل صیغہ مفعول گفتہ۔ واضح باد کہ لفظ مادہ بمعنی اصل ہر چیز و سامان ترکیب
و زیادت متصلہ بالف ساکن است نہ مفتوح زیرا کہ جمع آں مواد مشدد بروزن مفاعل
می آید پس باید دانست کہ مواد جمع مادہ بغیر بودن الف ساکن بعد میم صورت نمی بندد

زیراکہ قاعدۂ صرف اینست کہ ہرگاہ الف قبل الف جمع مفاعل ومفاعیل افتد واو شود
چنانکہ ضوارب جمع ضارب وقواریرہ جمع قارورہ پس ظاہر است کہ اگر مادہ بفتح الف
کہ آں درحقیقت ہمزہ است بودے جمع آں مئاد بہمزہ قبل الف آمدے نہ مواد وتوہم
نشود کہ دریں صورت اجتماع ساکنین ناجائز لازم می آید زیراکہ قاعدہ اینست کہ ہرگاہ ساکن
اول یائے تصغیر یا مدہ وساکن ثانی مدغم دریک کلمہ باشد اجتماع ساکنین جائز باشد چنانکہ
در دابہ وخاصہ وخویصہ واقع است فافہم وتدبر ولا تکن من الجاہلین واعجبا
من ہذا القائل کہ بہمیں مبلغ استعداد برآسمان بلاغت حضرت اسد اللہ خاں غالب
زبان اعتراض میکشاید ؎

براں صاحب سخن رحم است صائب کہ دخلش منحصر در دخل بیجا است

ثم الجواب ۔ وہہنا الشرع فی تبئین بعض ہفواتہ تفریحا للقلوب
واظہارا لبعض العیوب بحیث ینشط خاطر الناظرین ویہیج اشواق
السامعین ۔ فاقول ۔ درجواب بیاح داستان سگ خارشتی نقل فرمودہ وتجات یافتن
نبی درسایۂ عاطفت آں قحبہ بازاری وعلو مرتبت آں زن بحسن عمل طعام دادن سگ خارشتی
مذکور نوک ریز خامۂ فصاحت بار نمودہ است ما میگوئیم کہ معترض ہم مصداق ہماں سگ خارشتی
است کہ خود را ایں طرف وآں طرف از برائے علوفہ انداخت وبہر شہر ودیار وکوچہ و
بازار برائے وجہ معاش رفت وکسے پارۂ نان بل مشتے استخوان ہم پیشش نگذاشت آخر
ملجائے وماوائے خود خانۂ زہرہ ومشتری زنان بازاری را ساخت ومصارف اوقات وظیفہ

روزی خود در مختانہ این دو لولیان شوخ شیریں کار نمود و علم استادی و اتالیقی این نوجیان نطعی بوش معرکہ بیحیائی برافراشت نعوذ باللہ من ہذا الوقاحت۔ آرے ع بیحیا باش ہرچہ خواہی کن و در محاورۂ ذوق ریختن انچہ از سیاح و منصف سند میخواہد و بقیاس اکتفا نمیکند مخفی نماند کہ مرزا قتیل جا بجا در کلام خود محاورہ نو تراشیدہ و در جواب اعتراض تشبث بقیاس نمود چنانچہ درین شعر

ع شب ریختہ خونہا نگہ یار و سحر ہم — بیرون بخرامیدہ ازان کوچہ خبر ہم

چون کسے اعتراض کرد کہ خرامیدن خبر خلاف محاورہ اہل زبانست جواب داد کہ لطف کجا گام دارد کہ حافظ گفتہ ع ہم مگر لطف شما پیش نہد گامے چند پس طوریکہ آں جائز خواہد بود این ہم جائز خواہد بود۔ و بر اہل خبرت ظاہرست کہ قیاس در محاورہ پیش نمیرود فما جواب القتیل فہو جواب السیاح والمنصف۔ و در جواب قبح مصرع ثانی یعنی آنکہ لفظ ہم بجائے خود نیست ارشاد فرمود کہ گاہے کار از تقدیر ہم می برآید چنانکہ درین شعر ع

بجرم عشق توام میکشند و غوغائیست — تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

حالانکہ درین شعر حاجت تقدیر نیست زیراکہ لفظ غوغا دال بر ہجوم و ازدحام خلایق موجود است فبینہما بون بعید منقول است کہ کسے این شعر مرزا قتیل پیش شخصے ز اہل ایران خواند ع

تیغ بگرفت و من گفت کہ نازم امنیست — سر فرو کردم و گفتم کہ نیازم امنیست

گفت کہ بوے ہندی می آید لے آنکہ نام مرزا قتیل بگوش خوردہ باشد علت آنکہ میگوید تیغ بگرفت حالانکہ می باید گفت تیغ سر کردہ الخ چنانکہ در فرہنگ ظہیرائے تفرشی موجود است حالا چند خطائے دیگر کہ در اثنائے کلام از مرزا قتیل سرزدہ برائے عبرت معترض زیب رقم می آید

قتیل ــہ صد پری قربانِ نازش دلستانِ کیست ایں ٭ رفت آرام از دلم آرام جانِ کیست ایں

بر ماہران فن ظاہر است کہ در جائے "رفت" "برد" می بایست ۔

ولہ ــہ سوخت چوں برقِ نگاہش آشیانم را تمام ٭ زیر لب پرسید از من آشیانِ کیست ایں

بدیہی است کہ بعد سوختہ شدن وجود آشیاں باقی نماندہ پس لفظ آشیانِ کیست ایں بجائے

خود نخواہد بود بلکہ آشیان کہ بود می تواں گفت ۔

ولہ ــہ متہم کردش بعشقِ خویش ہر کس را کہ کشت ٭ بہ نگرد د زخم او تیر و کمانِ کیست ایں

ربط در مصرعیں ہرگز پیدا نیست والمعنی فی بطن الشاعر ۔

ولہ ــہ ناقہ کش مرد ے غلط کردہ است رہ بر خاکِ تو ٭ چند خواب اے قیس بنگر سار بانِ کیست ایں

اندکے استخواں بندی مصرعۂ اولی و فصاحت ترکیب "ناقہ کش مرد ے" را ملاحظہ باید کرد غالب کہ

صاحبان ذوق سلیم ہرگز پسند نفرمایند اگر بدیں ترکیب میگفت از ثقالت ترکیب اول گونہ

نجات یافتے ــہ رہ غلط کردہ است بر خاکِ تو مرد ے ناقہ کش ۔

ولہ ــہ بجا میبرد تا غمزۂ صید افگن تو ٭ اے سر ما ہمہ قرباں کمر بستن تو

بردن غمزہ صاحب خود را خالی از ظرافتے نیست و ایں شعر تمام لفظے است کہ از معنی بوئے ندارد و بقول حضرت غالب

مدظلہ العالی ــہ بگذر از معنی ہمیں الفاظ برہم بستہ ہیں ٭ بادہ نبود شیشہ و ساغر مہیا کردہ است

ولہ ــہ گفتم بہ بزرگے کہ بہ بیں شانۂ خود را ٭ بہر چہ قرار ایں ہمہ در خانہ نگیرم

چوں کینۂ آں زلف سیہ با دل من بود ٭ گفتا کہ دگر در کفِ خود شانہ نگیرم

شانہ بیں را بزرگ گفتن اگر مسخرگی نیست دیگر چہ باشد ۔

(ختم شد)

تذییل

دیوان باقر کے قطعات میں جن جن صاحبوں کے نام آئے ہیں اون کے نہایت مختصر حالات ناظرین کی شناسائی کے لئے قلمبند کئے جاتے ہیں۔

قطعہ ۱۔ حضرت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی قدس سرہٗ حضرت باقر کے برادری میں تھے۔ رائے پور فتوحہ کی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے۔ حضرت باقر کے دوسرے محل سے چھوٹی لڑکی کی شادی حضرت شاہ مظفر صاحب کے چھوٹے فرزند شاہ محمد یعقوب صاحب سے ہوی تھی۔

قطعہ ۲۔ خواجہ محمد فخر الدین حسین صاحب متخلص بہ سخن دہلوی۔ "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال قلمبند ہو چکا ہے۔

قطعہ ۳۔ مولوی فرید الدین صاحب۔ مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر مرحوم کے چچا تھے۔ سکونتی مکانات کی تعمیر کے فن میں ایک کتاب مسمی بہ دستور البنا تصنیف کی تھی۔

قطعہ ۴۔ ۵۔ ۶۔ منشی نجم الدین صاحب۔ یہ بھی مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر کے چچا تھے۔ دو کتابیں تصنیف کیں۔

ایک کا نام نجم ثاقب رکھا۔ اوس میں اہل سنت کے عقائد کی تائید اور لامذہبوں کے خیالات اور اقوال کی تردید کی ہے۔ دوسری کتاب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مدارج اور رتبہ کو اہل سنت کے عقائد کے مطابق بیان کیا ہے۔

قطعہ ۷۔ حاجی شاہ محمد اقبال علی صاحب بحر بہاری ۔ "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا جا چکا ہے۔ حال و قال کی حقیقت میں اونھوں نے ایک کتاب مسمیٰ بہ "عمدۃ المقال فی الحال والقال" تالیف کی اور ۱۲۹۶ھ میں مطبع احمدی لکھنؤ میں طبع کرائی تھی۔

قطعہ ۸ و ۹۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب ناصری گنجی ۔ آرہ کے ضلع میں قصبہ شہسرام سے گیارہ میل جانب شرق و شمال دریائے سون کے کنارے ناصری گنج شرفا کی ایک بستی ہے۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نہایت جید عالم تھے اور بہت دنوں تک شہسرام کے مدرسہ میں مدرس دوم رہے۔ ایک شخص نے وحدت وجود کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھکر اس کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے اوس کے جواب میں رسالہ لکھا جس کی تقریظ اور تاریخ میں یہ دو قطعے ہیں۔

قطعہ ۱۰۔ حضرت شاہ امین احمد صاحب قدس سرہٗ خانقاہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ تھے اور نہایت بزرگ اور کامل اور عالم باعمل تھے۔ حضرت حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ حضرت مخدوم الملک کے خلیفہ خاص حضرت مظفر شمس بلخی کے بھائی کے پوتے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت حسین کے توسط سے حضرت مظفر کے سلسلہ بیعت اور خلافت میں داخل تھے۔

قطعہ ۱۱۔ یہ قطعہ کن صاحب کی فرمائش پر لکھا گیا مجھے معلوم نہ ہو سکا۔

قطعہ ۱۲۔ مولوی محمدؐ شاہ مرحوم حضرت باقر کے بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم صاحب کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۴ و ۱۵ و ۱۶۔ میاں عبد العزیز۔ مولوی سید شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم حضرت باقر کی پہلی اہل خانہ کے بھائی تھے۔ پٹنہ میں وکالت کرتے تھے۔

قطعہ ۱۷۔ محمد تقی۔ مولوی سید شاہ محمد تقی صاحب حضرت باقر کے بھتیجے اور حضرت سید شاہ حسین علی صاحب قدس سرہ کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۸۔ میاں واحد کریم۔ مولوی واحد کریم قصبہ ڈیانواں ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ زمیندار تھے۔ حضرت باقر کے شاگرد تھے۔ اون کے فرزند (جن کی ولادت کا یہ قطعہ تاریخ ہے) کا نام مولوی محمود عالم تھا۔ چند سال ہوے کہ یہ بھی رحلت کر گئے۔

قطعہ ۱۹۔ عطا حسین۔ راقم کا نام ہے۔ راقم کے دوسرے فرزند سید فضل الرحمٰن مرحوم کی ولادت کا یہ قطعہ حضرت باقر نے لکھا تھا۔ اوس کی ولادت ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو ہوی اوسی سال اور اوسی مہینے کی ۲۲ کو حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کی رحلت ہوی تھی اور اون کی رحلت کا مادہ تاریخ میں نے "سید فضل الرحمٰن" کہا تھا اس لڑکے کا وہی نام تبرکاً رکھا گیا۔ ۸ شعبان ۱۳۲۳ھ یوم چہار شنبہ کو آٹھ نو گھنٹوں کی علالت میں اوس نے پٹنہ میں انتقال کیا۔

قطعہ ۲۰۔ حضرت شاہ غلام حسن پھلواروی عرف کالے میاں حضرت باقر کے

برادری میں تھے۔ بڑے ادیب اور انشا پرداز اور پرگوشاعر اور اہل دل بزرگ تھے ایک دیوان اور ایک مثنوی مسمی "بہ کارستان عشق" اون کی یادگار ہے۔ خاندانی سلسلہ چشتیہ سراجیہ اشرفیہ میں اون کو بیعت اور خلافت تھی۔ اوس کے علاوہ اون کو سلسلہ ابوالعلائیہ میں بھی حضرت شاہ روشن علی قدس سرہٗ سے خلافت تھی۔ یہ بزرگ حضرت صوفی محمدؐ دایم کے خلیفہ تھے اور اون کو حضرت مولانا محمدؐ منعم پاک سے خلافت تھی۔ حضرت شاہ غلام حسن کی رحلت ۱۲۵۸ھ میں ہوی اور رحلت سے چند سال بعد اون کے فرزند مولوی حکیم سید مظہر احمدی صاحب مرحوم کی فرمایش پر حضرت باقر نے یہ قطعہ لکھا۔

قطعہ ۲۱۔ مولوی گوہر علی صاحب۔ قصبہ ڈیانوان ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت سخی اور فیاض بزرگ تھے۔

قطعہ ۲۲۔ مولوی سید محمدؐ مہدی حسن صاحب۔ حضرت باقر کے استاد تھے "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا گیا ہے۔

قطعہ ۲۳۔ داور حسین۔ مولوی سید داور حسین صاحب موضع شاہو بیگہ ضلع گیا کے رہنے والے تھے اور حضرت باقر کے رشتہ داروں میں تھے۔

قطعہ ۲۴۔ شاہ ارشد علی صاحب بتھوی مولانا سید محمدؐ مہدی حسن قدس سرہٗ کے سالے تھے۔

قطعہ ۲۵۔ محمود بختیار۔ حضرت باقر کے نواسے اور اون کی بڑی صاحبزادی کے فرزند تھے چودہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ گمان یہ ہے کہ دوا میں کسی طرح زہر ملگیا جس سے اون کی ہلاکت ہوی۔

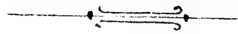
قطعہ ۲۶۔

قطعہ ۲۷۔ شاہ محمدؐ اکرم صاحب۔ حضرت باقر کی بڑی ہمشیر کے فرزند تھے مقدمۂ دیوان باقر میں اون کا ذکر آچکا ہے۔

قطعہ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ جناب ملا سرمست قدس سرہٗ ان کا نام محمدؐ عمر تھا۔ ولایتی تھے اور ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدی ممالک کے رہنے والے تھے۔ پیر کی تلاش میں پورب آئے اور حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ سے مرید ہوے۔ پیر نے ملا سرمست کا خطاب دیا اور خلافت دی۔ اون کی رحلت کے بعد گیا کی ایک مسجد میں آکر مقیم ہوے اور بقیہ عمر وہیں گزاری اون کا مزار اوسی مسجد کے احاطہ میں ہے۔

قطعہ ۳۱۔ ۳۲۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب قدس سرہ نہایت کامل مکمل اور مشہور بزرگ تھے حضرت شاہ آفاق دہلوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قصبۂ گنج مراد آباد میں اون کا قیام تہا وہیں اون کی رحلت ہوی اور وہین اون کا مزار ہے۔

قطعہ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ان قطعات میں جن جن کا نام ہے اون کا ذکر "مقدمۂ دیوان باقر" میں صراحت سے ہوچکا ہے۔



غلط نامہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	مراسم	مواسم	۱۱	۱۲	مؤنشان	موکشتان
۴	۵	فیص	فیض	۱۳	۷	بروائے	بروایے
۴	۱۶	توبت	نوبت	۱۴	۱۶	زہرآب	زہراب
۵	۲	ہنربر	ہزبر	۱۵	۱۶	شدے والے	شدآوائے
۵	۳	برحِم	برحم	۱۶	۱	فراسائی	فرسائے
۵	۱۷	راہِ	راہ	۱۷	۱۰	ببدار	ببیدار
۶	۳	مقتبش	مقتبس	۱۸	۱۵	خندن	خیدن
۷	۱	سَدرہ	سِدرہ	۲۰	۱۲	فراق	فراقِ
۷	۳	گزشتہ	گذشتہ	۲۰	۱۴	برودوکش	برودوشش
۸	۱۲	بفرق غلاماں	بفرق جملہ غلامان	۲۱	۷	ہم نفسے	ہمنفسے
۹	۵	ہنہان ؟	دہنہان	۲۱	۱۱	یکلامم	بکلامم
۹	۱۲	فارغ وزخوف	فارغ واز خوف	۲۲	۶	شمعِ	شمع
۱۰	۹	یدینگونہ	بدینگونہ	۲۴	۱۲	داغِ ما	داغِ من
۱۰	۱۴	بیچ	ہیچ	۲۶	۱	اقوال	قوّال
۱۰	۱۵	خمیرم	ضمیرم	۲۶	۹	چشتم	چشتیم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	نمبر غزل برحاشیہ ۱	—	۲۶
۲۷	۱۳	گردشں	گردشے
۲۷	۱۳	مےتاب	مےناب
۲۸	۱۴	فردوسِ	فردوس
۳۰	۸	تندخوئے	تندخوئی
۳۰	۱۵	نتعلہ	شُعلہ
۳۰	۱۶	انداد	اندازد
۳۱	۵	جلوہ پروازِ	جلوہ پردازِ
۳۳	۸	کشادِ	کشادہ
۳۳	۱۲	تفاتے	تفاوتے
۳۳	۱۳	بگفتہ توکہ	بگفتہ کہ
۳۵	۱۲	دستم کُشتی	دستم کشتی گہہ
۳۶	۱۶	برگشتہ	سرگشتہ
۳۷	۱۱	چوبپے قدم	چو میرُدم
۳۷	۱۳	ہم زبان	ہمزبان
۳۹	۴	جستیدہٗ	جستندہٗ
۳۹	۸	درباب	دریاب
۴۰	۵	انگندہٗ	انگندہ
۴۰	۱۷	لبِ تشنہ	لب تشنہ
۴۱	۷	تارشبہا	تارسبحہ
۴۴	۸	فدائی	فدائے
۴۵	۱۱	شہی	شہنشہی
۴۶	۲	جمال ترا	جمال روے ترا
۴۶	۱۱	اصدق	اصدقی
۵۰	۶	عبث	عبث عبث
۵۱	۱	غبغش	غبغبش
۵۴	۹	آئینہٗ	آیینہ
۵۴	۱۱	خوبتیں	خولبتش
۵۵	۸	جمعیتم	جمعیم
۵۶	۱۶	دامم	وامم
۶۱	۴	چتیتی	چیستی
۶۳	۱۱	رعدِ	رادِ
۶۳	۱۴	رعنائے	رغنائے
۶۴	برحاشیہ ۲	۳۳	۳۲
۶۴	برحاشیہ ۱	۳۴	۳۳
۶۴	۱۱	نجاست	بخاست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۱۷	مشکین	مسکین
۶۶	۱۳	جابزم	جانبزم
۶۷	۱	آب جاری	آبیاری
۷۰	۲	بانگاہت	بانگاہت
۷۰	۱۲	عَسَّس	عسعس
۷۱	۳	برزم	بَرَم
۷۱	۷	تسیم	تبسم
۷۲	۴	مامضا	مامضیٰ
۷۳	۵	بجوئے	بجوے
۷۵	۴	غیب عیب	عیب غیب
۷۷	۵	رمید نبیت	رمید نیست
۷۷	۹	دردِ غم	درد و غم
۷۷	۱۳	ہنوز از درمن	ہنوز از درم
۷۹	۲	بطالع	بطالع
۷۹	۲	تنگ	تنگ
۷۹	۳	قطرے	قطری
۸۰	۱۷	مارا ازلطف	مار از لطفِ
۸۱	۲	افعان	افغان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۴	فدائی	فدائے
۸۳	۹	یارمن بارِخ	یارمنِ بارخِ
۸۶	۹	کردِدم	کردہ ام
۹۱	۱۰	مشکین	مسکین
۹۳	۱۴	گلذار	گلزار
۹۶	۶	سحِر	سحر
۹۶	۷	چکیدہ	چیدہ
۹۶	۹	قرارت	قرارش
۹۶	۱۰	صافی	صافِ
۹۶	۱۳	ہیچکارہ	ہیچکارہُ
۹۸	۸	سُوس	سوسن
۹۸	۱۵	بکشاید	بکشاید
۱۰۰	۱۰	گلِ عنابی	گلِ رعنائے
۱۰۱	۱۲	اوبرولیش	ابرولیش
۱۰۲	۱	دم	رم
۱۰۳	۸	شمیدائے	شیدائی
۱۰۴	۹	گلخن	گلخن
۱۰۴	۱۰	نسرینِ	نسرین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۵	۱۱	بنشیند	بنشینند
۱۰۷	۱۱	جوئے	جوئی
۱۰۷	۱۴	بتیے	بُتے
۱۱۳	۱۰	حود	خود
۱۱۶	۸	آید	ابد
۱۱۹	۷	کیبن	کابین
۱۱۹	۱۰	پاپتیں	پاپیت
۱۱۹	۱۶	پسینہ	بہ سینہ
۱۲۲	۲	کثرتِ	کثرتِ
۱۲۴	۹	غیط	غیظ
۱۲۴	۱۰	چہ غم کہ	چہ غم بود کہ
۱۲۶	۱۲	مگر	مگو
۱۲۷	۱۰	رسد	رسند
۱۲۹	۴	بالمِ	بامِ
۱۳۲	۲	بیصرقہ	بیصرفہ
۱۳۲	۱۴	یک	تو یک
۱۳۹	۲	بروئے	بروَے
۱۴۵	۱۶	یاقعیت	باقلیست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶		غزل نمبر ۹۴ کے اشعار غزل نمبر ۵۸ صفحہ ۱۲۳ میں شریک ہیں۔ یہ اشعار غلطی سے مکرر لکھے گئے۔	
۱۴۹	۱۲	کینان	کابنان
۱۵۳	۷	مستِ	مست
۱۵۵	۹	قلبم	قلمم
۱۵۵	۱۵	بیمہرے	بیمہری
۱۵۶		غزل نمبر ۱۱۰ غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۱۳ (غزل نمبر ۱۴) پر طبع ہو چکی ہے۔	
۱۵۷		غزل نمبر ۱۱۱ بھی غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۰۵ (غزل ۲۹) پر طبع ہو چکی ہے۔	
۱۵۸	۳	زخیل	ــ زخیل
۱۵۹	۱۷	ــ آن	باقر چہ شد آن
۱۶۰	۲	ــ دوري	طاقتِ دوری
۱۶۰	۹	کہ اولایق	کنون لایق
۱۶۰	۱۰	میگذزد	گذرد
۱۶۱	۲	ترا	تو
۱۶۱	۳	سرو پاے	سراپاے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۶۱	۷	جامعهٔ	جامهٔ
۱۶۳	۲	عمت	غمت
۱۶۷	۱۴	گلشن	گلشں
۱۶۸	۲	بسوزد	سوزد
۱۷۱	۱۱	شمع سان از سر	شمع سان سر
۱۷۲	۹	زهرآب	زهراب
۱۷۲	۱۱	قدوشس	قدومش
۱۷۴	۵	که نچشیده	نچشیده
۱۷۴	۶	بگفتی	بگفتم
۱۷۶	۲	فروعِ	فروغِ
۱۷۶	۹	پرده داری	پرده دری
۱۷۷	۴	کهنه	کهُنه
۱۷۸	۴	بیاد	بباد
۱۸۱	۶	بیبایدت	بایدت
۱۸۲	۱۰	ابتلائے	اعتلاے
۱۸۴	۱۰	نه بود	نتد
۱۸۷	۹	جلوه کن	جلوه ده
۱۸۸	۲	حبیب	جبیب
۱۸۸	۱۱	بوسئه	بوسه
۱۹۰	۱۲	فرمائے	فرمائی
۱۹۰	۱۳	وخورا	وخودرا
۱۹۱	۲	والبسته	دربسته
۱۹۱	۴	ازدردلی	ازدرددل
۱۹۳	۵	ته بخشد	نه بخشد
۱۹۷	۶	وصولِ	حصولِ
۱۹۷	۹	عقد	عقده
۱۹۷	۱۷	توفیر	توقیر
۱۹۸	۱۲	بگوئے	بگوئی
۲۰۰	۳	افتم	رفتم
۲۰۱	۵	وبیم	ویم
۲۰۱	۹	زنده	زند
۲۰۲	۱۶	غنخهٔ	غنچهٔ
۲۰۴	۴	جنین	چنین
۲۰۵	۱۴	لشکر	وشکر
۲۰۶	۱۳	هیچو	هیچون
۲۰۹	۹	منت	منت دور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢١٤	٤	خیرت	حیرت
٢١٤	١٣	جو	چو
٢١٤	١٤	جبہ	جبہہ
٢١٥	١٥	جبہ	جبہہ
٢١٨	حاشیہ ٩	٤٥	٥٠
٢١٩	٦	مبدوفیض	مبدءفیض
٢٢٥	١	زدوچشم	زدوچشمِ
٢٢٥	٦	بیروں درا	بیرون درآ
٢٢٥	١١	جبیبِ	حبیبِ
٢٢٦	١٢	بپتیس	بشیس
٢٢٩	٦	ای فدائے	اے من فدائے
٢٣٠	١٤	بدیوار	بدیدار
٢٣٢	١٦	کارروان	کاروان
٢٣٣	١٢	قبائے تو	قبائی تو
٢٣٣	١٢	ادائے تو	ادائی تو
٢٣٤	١	جدائے تو	جدائی تو
٢٣٤	٢	خودنمائے تو	خودنمائی تو
٢٣٤	٣	نارسائے تو	نارسائی تو
٢٣٤	٤	کج ادائے تو	کج ادائی تو
٢٣٤	٦	نوائے تو	نوائی تو
٢٣٥	١٤	شہیدہ شدم	شہیدو شدم
٢٣٧	١	سازم	سازد
٢٣٧	٦	جادوئے	جادوئی
٢٤١	٣	ببتیے	بتے
٢٤١	١٧	کردوم	کردہ ام
٢٤٢	٢	بندگی مکن آزادیم	بندگی مکن مگر آزادیم
٢٤٢	٢	چرا	مرا
٢٤٢	٥	برزخ	بررخ
٢٤٢	٧	کشیدہ	کشیدۂ
٢٤٤	١٢	دردل	درودل
٢٤٥	١	زجلوہ	ازجلوہ
٢٤٥	٣	نہان	تبان
٢٤٥	١٤	چکیدۂ کلکِ تو	چکیدۂ نے کلکِ تو
٢٤٧	٢	آسودہ	آلودہ
٢٤٨	١	نازت بجاست	نازت ہمہ بجاست
٢٤٨	٥	گیرم	گیرمؔ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۸	۶	جان بکنارم	جان بیا بکنارم
۲۴۸	۱۵	رسیادہ	پریدہ
۲۵۱	۲	دین پے	دین در پے
۲۵۴	۱۴	بین مستِ	بین اے مست
۲۵۴	۱۵	آبرو	ابرو
۲۵۷	۱	گہر	گر
۲۵۷	۷	حقۂ	حقہ
۲۶۱	۳	نباشم	نباشد
۲۶۱	۷	آگین شدہ	آگین تو
۲۶۱	۸	دوقِ	ذوقِ
۲۶۱	۹	شدن	شدی
۲۶۵	۱۰	موے	مو
۲۶۶	۱۰	گرم	گرمی
۲۶۶	۱۴	نزہت	شربت
۲۶۸	۹	آخرو بتو	آخر بتو
۲۶۸	۱۲	کو	تو
۲۷۱	۱۲	ہمین فشانم	ہمی فشانم
۲۷۳	۱	یا	با
۲۷۴	۷	کرم وعطاء	کرم ولطف وعطا
۲۸۰	۸	وہ چہ نسخۂ	وہ چہ این نسخۂ
۲۸۱	۸	گوناں گوں	گوناگون
۲۸۵	۱۰	علی انور	علی نور
۲۸۷	۹	سبق خان	سبق خوان
۲۸۹	۸	۱۳ قطعہ	۱۲ قطعہ
۲۹۰	۵	آمدہ	آمد
۲۹۱	۴	محمد تقی	محمد نقی
۲۹۳	۷	شکر	صد شکر
۲۹۳	۸	طفلے	طفلم
۲۹۶	۹	۳۱۹	۱۳۱۹
۲۹۹	۱۲	اتقیا	اتقا
۳۰۰	۵	کہ بتاریخ ۲۳	کہ بتاریخ ۲۲
۳۰۲	۶	برپا	آرا
۳۰۲	۱۱	جواب	کتاب
۳۰۳	۸	ہمچنین	این چنین
۳۰۵	۷	تحقیقے	تخفیفے
۳۰۵	۱۱	سرمائہ	سرمایہ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۰۵	۱۶	باخیار	باخبار
۳۰۶	۵	از	ار
۳۰۷	۴	قرق	فرق
۳۰۸	۷	جواہر	جواہرہا
۳۰۹	سطر ۴ فٹ نوٹ	پارسی	پارس
۳۱۰	۷	جو	چو
۳۱۰	۹	نگار	بنگارم
۳۱۱	۱ فٹ نوٹ	لفظ "کا"	لفظ "کار"
۳۱۹	۹	منتلزم	مستلزم
۳۲۱	۹	منبض	نبض
۳۲۱	۱۶	وربادت	وزیادت
۳۲۲	۱۰	ثم	ثمَّ
۳۲۳	۱۳	زاہل	از اہل

مطبوعہ
شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن